عالمانہ ناصحانہ دلائل ومسائل سے مزین آسان اور عام فہم زبان میں خطبات کا خزینہ

خطباتِ رحیمی

(جلد ہشتم)

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) بانی ومہتمم دار العلوم محمدیہ وخانقاہ رحیمی بنگلور

مرتب

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

ناشر

مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	خطباتِ رحیمی (جلد ہشتم) جدید ایڈیشن
خطبات	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ
مرتب	:	ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی
سن اشاعت	:	۲۰۰۹ء، ۲۰۱۲ء
کتابت وتزئین	:	مولانا عبید الرحمٰن قاسمی حبان گرافکس بنگلور
تعداد	:	ڈھائی ہزار
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)

Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	انتساب	11
2	حروفِ مفتاحی	12
3	بارگاہِ صمدی میں شکر وسپاس	15
4	توحید اور رسالت	17
	مسلمان کا اصل سرمایہ حبِ رسول ﷺ	18
	اپنے اعمال کا جائزہ لیں	20
	آج فتنے کیوں رونما ہیں	21
	جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت	26
	شرک بڑی گندگی ہے	27
	سچے مسلمان کی مثال	29
	جھوٹ حرام ہے	30
	مسلمان کسے کہتے ہیں	31
	پڑوسی کی فضیلت	31
5	ظالم حاکم کے سامنے حق کی دعوت	34
	اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں	35
	ارشاد باری تعالیٰ	37

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	صبر کے معنی	37
	ہلاکو خان کا ظلم	38
	اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت	40
	نکور خاں کا قبول اسلام	41
6	زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت	44
	سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے	45
	تکبر خاک میں ملا دیتا ہے	46
	مصیبت پر اجر ہے	47
	حضرت بایزید بسطامیؒ رونے لگے	47
	حضور ﷺ کے نواسے کو تکلیف	48
	تعزیت کا اظہار	50
7	اولاد سے محبت	52
	اولاد اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں	53
	دودھ پلانے پر ماں کو اجر	54
	ماں بچے کو اپنا دودھ پلائے	54
	بچے جنت کے باغوں کے پھول ہیں	56
	پوتوں اور نواسوں سے محبت	57
	بچوں سے محبت کی عظیم مثالیں	57
8	سب سے بڑی نیکی کیا ہے؟	60
	اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے	61
	مفلس کون ہے؟	62
	حقوق العباد کے متعلق	63

	قسم کھانے سے مال میں برکت ختم ہوجاتی ہے	64
	اللہ تعالیٰ کی لعنت	64
	غیبت سے تباہی	65
9	**سلمان فارسیؓ نے حق کے لئے ظلم سہے**	67
	سلمان فارسیؓ کی حالت	68
	سلمان فارسیؓ کا غلامی کا زمانہ	70
	حضرت سلمان فارسی کا مشورہ	71
10	**حسینؓ کی شہادت میں وطن سے محبت کا درس**	73
	حضرتِ حسینؓ کی تعلیم	74
	کوفہ جانے کا سبب	76
	کربلا جانے سے منع کیا	77
	جو مقدر میں ہے وہی ہوگا	78
	واقعہ کربلا میں نصیحتیں	79
11	**رمضان المبارک کے فضائل اور اعمال**	82
	نماز تراویح کی فضیلت	84
	رمضان میں قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں کا نزول	85
	شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت	86
	افطار کی فضیلت	87
	سحری کھانے میں برکت ہے	89
	شبِ قدر کا شانِ نزول	91
12	**زکوٰۃ کے دینی اور مادی فوائد**	93
	زکوٰۃ فقراء اور اہل حاجت کا حق ہے	94

	صدقہ رضائے الٰہی کا ذریعہ	95
	صدقہ سے مال بڑھتا ہے	96
	صدقہ سے مال کی حفاظت	97
	اسلام میں زکوٰۃ کے نظام کی بنیادی حیثیت	97
	بربادی کا سامان	98
	زکوٰۃ مال کو پاک کردیتی ہے	100
	عورتوں کو صدقہ کا حکم	100
	زکوٰۃ بے سہارا بندوں کی مدد ہے	101
	زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا حق ہے	102
	زکوٰۃ کے مسائل مقامی علماء سے معلوم کریں	102
	ہمارے قلوب میں بخل آگیا	104
13	**روزہ اللہ تعالیٰ کے حضور قربت کا ذریعہ**	106
	تقویٰ روزے کی غرض وغایت ہے	107
	روزہ اسلام کا رکن	108
	اللہ تعالیٰ سے دعا طلب کریں	110
	تین بددعاؤں پر جبرئیلؑ کی آمین	110
	روزہ کا مالداروں سے مطالبہ	112
	رمضان المبارک اور تقویٰ	113
	منشائے الٰہی	114
	روزہ کا اجروثواب	114
	روزہ ڈھال ہے	116
14	**حضرت ذوالقرنین کی دینی وملی خدمات**	117

	ان کو ذوالقرنین کیوں کہتے ہیں؟	118
	یاجوج ماجوج کے متعلق مؤرخین کی آراء	120
	دیوارِ چین اور سدِّ ذوالقرنین	121
	تاریخی انکشافات	122
	قرآن مجید کی روشنی میں ذوالقرنین کی شخصیت	123
	کفار قریش کے تین سوالات	124
	ذوالقرنین سے مراد کون ہے؟	124
	قابیل بن آدم سے متعلق بائیبل کا بیان	125
	جہنم کو بھرنے والے انسان	126
	حضرت عیسیٰؑ کی دعا	126
	یاجوج ماجوج سے متعلق محققین کی مختلف رائیں	126
	روسی یاجوج برطانوی ماجوج	127
	گلڈہال کے دروازے پر گاگ میگاگ کے مجسمے	127
	یاجوج ماجوج	127
	یاجوج ماجوج ایک برزخی مخلوق	128
	یاجوج ماجوج کا خروج	128
	فرقہ بندی کا ہولناک انجام	130
15	صدقہ اور صدقۂ فطر کی اہمیت	132
	راہِ خدا میں خرچ کرو اور کمی کا خوف نہ کرو	134
	ایک بدو کی حرکت کا برا نہیں مانا	135
	صدقہ فطر امت کیلئے ضروری	135
	صدقہ فطر کس پر واجب ہے	136

	رمضان کے اعمال میں صدقۂ فطر معاون اور مددگار	137
	صدقۂ فطرت واجب ہے	138
	رمضان میں حضور ﷺ کی فیاضی اور سخاوت	139
	عورتوں کو کثرت سے دوزخ میں دیکھا	140
	اولاد کو بددعا نہ دیں	140
	عید کے دن روزہ رکھنا حرام کیوں؟	141
	صدقۂ فطر سے متعلق چند مسائل	142
	ایک ضروری وضاحت	145
	قرابت داری کا حق	146
16	اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں ہم اپنا محاسبہ کریں	147
	شب و روز میں آپ ﷺ کے معمولات مبارک	149
	برائی کا بدلہ بھلائی سے	151
	متعصب شخص ہم میں سے نہیں	151
	ہدیہ تحائف سے محبت	151
	تحفہ کے بدلے کی توقع نہ رکھو	151
	دی ہوئی شئے واپس نہ لو	152
	کم گوئی میں خیر ہی خیر	152
	صلح کی خاطر مبالغہ برائی نہیں	152
	اللہ والوں کی پہچان	153
	مسکینی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے	153
	حضور ﷺ کی سادگی	154
	نادار اور غریبوں کی فضیلت	154

	آپ ﷺ کی سیرت کا عملی پہلو	155
17	**حضور اکرم ﷺ کی سادگی اور نعمتوں کی قدردانی**	159
	اللہ تعالیٰ شکر کے محتاج نہیں	160
	عدی بن حاتم کے ساتھ آپ ﷺ کی شفقت	161
	سفانہ کے تأثرات	162
	عدی کو اسلام کی دعوت	163
	حضور ﷺ کے گھر میں رہنے کا انداز	164
	کھانے پینے میں آپ کی عاداتِ مبارکہ	165
	قدرومنزلت کی باتیں	166
	مغربی اقوام کی نقالی	167
18	**روزے کے آداب**	169
	غیبت کے باعث روزہ	170
	روزہ کا مقصدِ اصلی	173
	روزہ اسلامی مساوات کا عملی مظاہرہ	173
	اخلاص نیت سے رائی پہاڑ	174
	روزے کے روحانی اور طبی فوائد	176
19	**کفر وظلمت کی شکست کیلئے پہلا معرکہ غزوۂ بدر**	178
	حضور اکرم ﷺ کی گریہ وزاری	180
	آمنے سامنے کا مقابلہ	182
	صحابہؓ کی حضور ﷺ سے محبت	184
	صحابہؓ کا شوق جہاد	185
	مقتول کفار کو حضور ﷺ کا خطاب	187

	خلاصہ جنگ بدر	189
	حضرت عثمانِ غنیؓ کی فضیلت	190
20	**اولاد کی تعلیم وتربیت**	192
	حضور ﷺ کے لختِ جگر حضرت ابراہیمؑ	193
	اتنے روپے خرچ کرنے کے بعد بھی مستقبل کی کوئی گارنٹی نہیں	196
	بچے سے لاڈ پیار شریعت کے حدود میں رہ کر	197
	بچوں کی حفاظت کریں	199
21	**حضرت عمر فاروق وخالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام**	202
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام	204
	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	206
	اسلام کی حقانیت آج بھی ہے	208

☆☆☆

خطبات رحیمی کی جلد ہشتم کا

انتساب

میں والد بزرگوار کے تمام برادرانِ اختر یعنی اپنے محترم چچا سماجی کارکن جناب محمد شمیم، جناب ڈاکٹر محمد طیب، جناب حکیم محمد شعیب لدھیانہ، جناب حکیم محمد طاہر حسین، جناب محمد سالم ٹیکنکل انجینئر، جناب محمد کامل، جناب ڈاکٹر محمد عمار حسین عرف سلطان اور جناب محمد عمیر حسن صاحبان کے نام معنون کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی اولادوں کو نیک اور صالح بنائے اور قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

طالب دعا

محمد فاروق اعظم حبان قاسمی
دارالعلوم محمدیہ وخانقاہ رحیمی بنگلور
جنوبی ہند
۲۶/مارچ ۲۰۱۰ء

حروفِ مفتاحی

عالی جناب مولانا محمد زبیر عالم مفتاحی صاحب مدظلہ العالی
استاذ دارالعلوم محمدیہ بنگلور

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم اَمَّابَعْدُ: اس میں شک نہیں کہ آج جب کہ امت مسلمہ اپنے ناگفتہ بہ، جاں گسل اور نامساعد دور سے گزر رہی ہے، اس کے افراد قرآن وسنت کے تقاضوں کو فراموش کئے بیٹھے ہیں، ذلت ورسوائیکے بادل ان پر چھائے ہوئے ہیں، ایسے میں ضرورت ہے کہ ہم اللہ کے رنگ میں رنگ جائیں اور نظام واحکام شریعت محمدیہ کو اپنا مزاج زندگی وجزلاینفک بنائیں۔تب ہی دنیا وآخرت میں کامیاب ہوسکتے ہیں، زیر نظر خطبات اسی صالح فکر اور کڑھن کو وا کررہی ہے، کتاب کے مضامین حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ کے سوز وگداز وعشق الٰہی، معرفت ربانی سے عبارت ہے کیوں کہ حضرت حبیب الامت راہ عشق ومعرفت کے مسافر اور بحر علم وتحقیق کے غواص ہیں۔

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی نے حضرت والا کے خطبات میں قرآن مجید و ارشادات نبویہ سے عطر کشید کر کے کتاب اور اس کے مؤثر مضامین کو اعتبار بخشا ہے، کتاب کے صاف ستھرے، سلیس، عام فہم اور علمی وتحقیقی مضامین کے ذریعے عوام کو

مخاطب کیا گیا ہے اور تمثیلات کو بیان کرکے ان کے ذہنوں کو روشناس کرایا گیا ہے۔
یہ خطبات اپنی اہمیت وافادیت کے لحاظ سے واقعتاً اسم بامسمی ہے، اور دعوت کا جذبۂ صادق رکھنے والوں کے لئے ایک بہترین انسائیکلو پیڈیا ہے، جس کے ذریعے علمی، تحقیقی، عرفانی، دعوتی، فکری و اصلاحی، معاشرتی خطابات کے ذریعے مسلم سوسائٹی میں عملی جذبے اور اسلامی سوز وگداز کی روح پھونکی جاسکتی ہے، اور ضمیر کو آواز دی جاسکتی ہے، ان کے قلوب کو گرمایا جاسکتا ہے۔

حضرت حبیب الامت نے عوام کے اندر پھیلی رسومات کو مختلف مثالیں ارشاد فرما کر امت مسلمہ کو مختلف زاویوں سے مخاطب کیا ہے، اور ان کی روحوں کو بیدار اور دلوں کو گرمایا ہے، جس سے آپ کے دردمند دل میں امت مسلمہ کیلئے تڑپ اور اصلاح کا اضطراب محسوس ہوتا ہے۔

تمام عناوین الحمدللہ اپنی جامعیت کے حساب سے اعلی وارفع ہیں، حضرت پیر ومرشد نے مختلف مضامین کو واقعات کی روشنی میں آئینہ کردیا ہے، بالخصوص امام الانبیاء حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، تابعین واولیاء کرام کی زندگی کو نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے، قابل ذکر مضامین ''آپ ﷺ کی سیرت کا عملی پہلو''، ''اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں ہم اپنا محاسبہ کریں''، ''شب وروز میں آپ ﷺ کے معمولات مبارک''، ''حضور اکرم ﷺ کی سادگی اور نعمتوں کی قدردانی'' اس کے علاوہ اصحاب نبی کریم ﷺ کے واقعات اور ان کی زندگی کو عملی نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔

تنگیٔ وقت کے باوجود حضرت حبیب الامت طبی خدمات کے ساتھ ساتھ روحانی اصلاح کی فکر میں دن رات لگے رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تقریباً زائد از دو درجن تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں، جن میں اپنے موضوع پر نایاب اور منفرد تصنیف

''خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت'' (اول، دوم) ایک نادر اور بے مثال کتاب ہے، جس کو برصغیر میں کافی مقبولت حاصل ہوئی، اور آپ کے جنوبی افریقہ کے سفر کے دوران سفری تجربہ ومشاہدہ ایک شاہکار تصنیف ہے جس میں افریقہ کے حالات زندگی کو بہترین پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ ''خطبات رحیمی'' تاحال دس جلدوں پر مشتمل گرانقدر تصنیف ہے علاوہ ازیں ''خطبات حبان برائے دختران اسلام'' بھی دس جلدوں پر مشتملہے، تصوف کے موضوع پر مختلف تصانیف منصفۂ شہود پر آچکی ہیں، جن میں بالخصوص ''انوار السالکین''، ''قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف کی حقیقت'' اور انوار طریقت'' یہ سب تصانیف تصوف کی دنیا میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں، جس سے آپ کی بے پناہ علمی خدمات عکاسی ہوتی ہے، اور عوام کے تئیں دردمند دل کا احساس ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت والا کی تمام تصانیف کو عوام وخواص کے لئے راہ ہدایت بنائے اور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، حضرت والا کے لواحقین کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور آپ کے سائے کو تادیر قائم ودائم فرمائے ان زرّین خطبات کو جمع کرنے میں قابل احترام حضرت مولانا ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی نے جو مساعیٔ جمیلہ فرمائی ہے اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں خوب خوب قبول فرمائے آمین ثم آمین!

طالب دعا

(مولانا) محمد زبیر عالم مفتاحی غفرلہ

مدرس دار العلوم محمدیہ بنگلور

۲۸؍جولائی ۲۰۱۰ء بروز منگل

بارگاہِ صمدی میں شکر وسپاس

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم اَمَّابَعۡد

کائناتِ ارض وسما کا ذرہ ذرہ اللہ سبحانہ کی حمد وثنا میں مصروف ہے۔احکم الحاکمین کی بادشاہی دائمی ہے، اسی کا حکم مطلق ہے۔تعمیلِ ارشاد کیلئے اٹھارہ ہزار مخلوقات حرکت میں ہیں۔ ہر ذی روح اس قادر مطلق کے گن گارہی ہے۔اسی کے حکم سے ستاروں میں چمک ہے، اسی کے حکم سے چاند میں چاندنی ہے، اسی کے حکم سے سورج میں گرمی اور روشنی ہے۔اسی کے حکم سے ہوائیں چہار سو جاری وساری ہیں۔غرض عرش تا فرش اسی کی بادشاہی کے چرچے ہیں، اور آسمانِ دنیا پر نورانی مخلوق اسی ذاتِ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ کی تسبیح اور حمد وثناء میں مصروف ہیں۔زمین میں رہنے والے حشرات الارض کو وقت وقت رزق پہونچانے کا انتظام اور زندگی باقی رکھنے کا نظام بھی قادر مطلق ہی کی جانب سے ہے؟ سبحان اللہ بے مثل بادشاہی ہے کہ اپنی لامحدود سلطنت میں کسی کی طرف سے ذرا بھی غافل نہیں، اور سب کی نگہبانی اور سب کو رزق کے ساتھ ان کی زندگی کی تمام ضروریات کی کفالت اسی کے خزانہ عظیم سے ہورہی ہے، بھلا ایسے عظیم پروردگار اور رب العالمین کی نافرمانی کوئی کیسے کرسکتا ہے؟ جو سراپا نور ہے، سراپا قدرت ہے، سراپا بے مثل ہے، اس کی نافرمانی کا تو شریف بندہ کے دل میں شائبہ بھی نہیں آسکتا، ایک نجس اور بے قیمت نطفہ کو عبدیت

کے مقام سے سرفراز فرما کر رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، سید المرسلین، امام الانبیا ﷺ کی رسالت پر ایمان عطا فرمایا، جس کے وجود مسعود اور ذاتِ بابرکت سے اس جہاں میں نسیمِ ہدایت کے جھونکوں سے توحید کے نغمے گونج رہے ہیں، گویا زمین تا آسمان، عرش تا فرش، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن اور وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ کی صدائیں آرہی ہیں، جن روحوں کو ان صداؤں کے سننے کی قوتِ سماعت عطا ہوئی ہے، وہ توحید ورسالت کی شامتِ عنبریت سے معطر اور مدحوش ہیں، ایسی ارواح کو ایمان باللہ نصیب ہوا ہے، اور ایسی پاکیزہ روحیں عشقِ رسول سے سرشار ہیں، قرآن مجید کی تفاسیر، احادیث رسول کے تراجم اور فقہی مسائل، تقاریر اور خطبات توحید ورسالت کی روشن کرنوں کا نام ہے، جس نے جس کرن سے شمع ہدایت روشن کرلی وہ مرکز توحید ورسالت تک پہونچ گیا۔فَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ وَالشُّکۡرُ.

خطباتِ رحیمی کی آٹھویں جلد قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے، یہ محض صنّاعِ عالم وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ کے فضل وکرم اور توفیق کا سرچشمہ ہے، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالاتا ہوں کہ مجھ جیسے کم علم اور ہیچ مداح سے اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت لی ہے، اللہ تعالیٰ ان خطبات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے آمین اور امت مسلمہ کے لئے نافع بنائے، اعمال صالحات کا ذریعہ بنائے، مجھ حقیر کیلئے اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے، اور حضرت حبیب الامت عمت فیوضھم کے فیوض وبرکات کو تادیر جاری رکھے۔آمین ثم آمین یارب العالمین!

محمد فاروق اعظم حبان قاسمی چرتھاؤلی

خانقاہِ رحیمی دارالعلوم محمدیہ، بنگلور

۲۶/مارچ 2010ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب

توحید اور رسالت

اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰه اِلٰی آخِرِالآیة. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم. قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ لاَ یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ مَنْ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن، اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ.

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِهٖ　　کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِهٖ　　صَلُّوْا عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

بزرگو! دوستو اور عزیز طلباء! اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دو بڑی شرطیں رکھی ہیں اور انہی دو شرطوں پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ **پہلی شرط** :توحید یعنی اللہ کو ایک ماننا اور **دوسری شرط** : رسالت یعنی آقائے نامدار سرور کونین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ کا سچا نبی اور رسول ماننا اس پوری کائنات کے بنانے اور تخلیق کرنے کی وجہ خاص اور بنائے مبارکہ حضور اکرم ﷺ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کائنات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو پیدا فرمایا اور یہ ہمارا ایمان بالکل اسی درجہ میں ہے جیسے کہ اللہ کو ایک ماننے کے درجے میں ہے ایسے ہی حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات مبارکہ سے محبت اور آپ کی رسالت پر ہمارا ایمان بھی اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ کائنات کے رب العالمین اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ساری کائنات کیلئے رحمۃ اللعالمین ہیں، بڑی بڑی سلطنتیں اور بڑی بڑی حکومتیں اور بڑے بڑے سلاطین اور بادشاہ اوران کے اموال، مال و دولت سب کے سب نبی ﷺ کی غلامی کے سامنے ہیچ ہے۔

آج امت اتنی کمزور ہوچکی ہے کہ اس کو ہر کوئی ڈرانے کیلئے تیار کھڑا ہے، جس کا دل جو چاہتا ہے وہ کرگزرتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں۔

مسلمان کا اصل سرمایہ حب رسول

اسلام اور اسلام کے ماننے والے ایمانی اعتبار سے کمزور ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان اپنی دنیا کو سنوارنے کیلئے نعوذ باللہ حضور اکرم ﷺ کی توہین برداشت کرے گا، ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ مسلمان کی زندگی کا سب سے پہلا اور آخری سرمایہ محبت رسول ﷺ ہے، ایک آدمی بے نمازی ہے، بے روزہ ہے، شرابی کبابی ہے، زنا کار ہے، دھوکہ باز ہے، اس میں سب کے سب عیوب ہیں

لیکن دوستو! اس کے باوجود اس کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت موجود ہے۔ مسلمان نے آج اپنا بہت سا ایمانی سرمایہ کھودیا ہے اس کے پاس جو سرمایہ تھا وہ سرمایہ اب نہیں ہے راتوں کو جاگنا اللہ کی عبادت کرنا جہاد کرنا اور اسلام کو زندہ رکھنے کیلئے ہر ممکن سعی عمل کرنا صحابہ کے اعمال اور اقوال پر آج مسلمان کیلئے سو فی صد عمل کرنا اس لئے مشکل ہو گیا، ایمان کمزور ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے دل حضور اکرم ﷺ کی محبت سے سرشار ہیں۔ ہم کتنے ہی گئے گزرے ہو جائیں، کتنے ہی کمینے اور مکار ہو جائیں لیکن حضور ﷺ کی محبت ہمارے دلوں میں کبھی کم نہیں ہو سکتی۔

آج دنیا میں اس بات کا چرچا ہے اور یہ شیطان کی ذریات مسلمانوں کو سمجھانے کی کوشش میں ہیں کہ تم جلوس مت نکالو، جلسے مت کرو، کانفرنس مت کرو، احتجاج مت کرو، لیکن اسلام دشمنوں کو معلوم نہیں کہ مسلمان اس دور میں بھی جبکہ اس کا ایمان اتنا مضمحل ہو چکا ہے کہ وہ دشمنان اسلام سے ٹکر لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اپنی جان نچھاور کرنا بہت آسان ہے، مسلمان اپنی جان دے سکتا ہے، بیوی اور بچوں کو بیوہ اور یتیم بنا سکتا ہے، لیکن حضور ﷺ کی ناموس پر کوئی آنچ آجائے یہ کسی بھی مسلمان کو برداشت نہیں، کیونکہ اعمال اور محبت دو الگ الگ شئے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اتنی زیادہ عبادتیں کہ زمین سے لے کر آسمان تک کا خلاء بھر جائے، اور ایک رائی کے برابر اللہ کی محبت ہو، وہ رائی کے دانے کے برابر محبت اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، اللہ تعالیٰ کو وہ مومن زیادہ پسند ہے جس کا دل محبت سے سرشار ہو، جب مومن کو محبت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے اس کے لئے ساری مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں، جان دینا آسان ہو جاتا ہے، مال لٹانا آسان ہو جاتا ہے، یاد رکھئے، عشق و محبت کیلئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں۔ ایسے قلوب پر رحمتِ الٰہی متوجہ رہتی ہے۔

حضرت محمد ﷺ اللہ کے حبیب ہیں، اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ اگر کوئی برا کہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی چاند پر تھوکے، تو اسی کے منہ پر آ کر گرے۔ ساری دنیا کے لوگ مل کر اگر حضور اکرم ﷺ کی ثناء اور نعت گوئی کریں تو بھی آپ ﷺ کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دشمنوں نے اتنا بدنام کیا، آپ ﷺ کے خلاف اتنی کتابیں لکھی ہیں۔ اگر ان ساری کتابوں کو جمع کر کے ایک بہت مضبوط مولڈ یعنی چھت کے اوپر رکھا جائے تو مولڈ ٹوٹ جائے، لیکن زمانہ گواہ ہے، حضور اکرم ﷺ کی شان میں ذرا بھی فرق نہیں آیا، آج بھی اسلام اسی طرح پھیل رہا ہے جیسا گذشتہ صدیوں میں پھیل رہا تھا، ہر چوبیس گھنٹے میں یورپ کے اندر اَن گنت مسلمان ہو رہے ہیں۔

اپنے اعمال کا جائزہ لیں

میرے عزیزو! ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہمارے اخلاق کس قدر انسانیت سے گر چکے ہیں، ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کو دیکھنے کیلئے تیار نہیں۔ محبت اور رواداری سے پیش آنے کیلئے تیار نہیں خود نمازی ہے، آدمی گھر کا ذمہ دار ہے لیکن بیوی اور بچوں کو نمازی بنانے کیلئے تیار نہیں گھر سے باہر سیاست چلتی ہے، دوستوں اور آشناؤں میں رعب و دبدبہ ہے لیکن گھر میں جا کر گیدڑ بن جاتا ہے، بیوی بچوں کو کچھ نصیحت کرنے کیلئے تیار نہیں، زبان بالکل بند ہو جاتی ہیں، دین کے خلاف، اسلام کے خلاف، اللہ اور اس کے رسول کے خلاف سارے اعمال گھر میں ہو رہے ہیں اور مسلمان اسے درست کرنے کیلئے تیار نہیں، گھر سے باہر تک مسلمان کا ماحول بے معنی ہو کر رہ گیا ہے، جو لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں وہ محض کتاب اللہ اور سنتِ

رسول اللہ ﷺ کو پڑھ کر مومن بن رہے ہیں، آج غیر ممالک میں قرآن کریم شان وشوکت سے فروخت ہو رہا ہے، پچھلے دنوں بتایا گیا تھا کہ کتب خانے اور بڑی بڑی دکانیں آرڈر بک کر رہی ہیں، ایک ایک دو دو مہینہ پہلے آرڈر بک کر کے قرآن کریم حاصل کر رہے ہیں، وہ لوگ عیسائی ہیں، نصرانی ہیں، مجوسی ہیں، یہودی ہیں، پارسی ہیں، ہندو ہیں، مسلمان صرف قرآن کے ادب ہی میں رہ گیا کہ بغیر وضو نہیں چھونا، اس کو خوشنما جزدان میں بند کر کے اوپر رکھ دینا ہی مسلمان نے کافی سمجھا ہے، قرآن مجید میں کیا لکھا ہے، اس میں انسانوں کیلئے کیا ہدایات اور احکامات ہیں؟ اس سے مسلمان کو کوئی سروکار نہیں!

آج فتنے کیوں رونما ہیں

آج سارے فتنے جو رونما ہو رہے ہیں حضور ﷺ کے متعلق جو نازیبا مضامین شائع ہو رہے ہیں اور غیر مسلم اسلام کا مذاق اڑا رہے ہیں حضور اکرم ﷺ کی ناموسِ مبارک پر کوئی اثر ہونے والا نہیں ہے، میرے بھائیو! ہم نے اپنی تصویر ان کے سامنے بگاڑ کر پیش کی ہیں، مسلمان نے اپنے آپ کو ان کے سامنے صحیح پیش نہیں کیا، ہاں تصویر کا دوسرا بدنام رخ ضرور غیر اقوام کے سامنے ہے کہ مسلمان وعدہ کبھی پورا نہیں کرتا، اس کے معاملات کبھی صحیح نہیں ہوتے، نمازیں بعض کی بڑی لمبی لمبی ہیں، کوئی آدمی بے نمازی ہے لیکن دین کے بہت سے احکام پر عمل پیرا ہے، کوئی نمازی ہے تو دین کے بہت سے احکام چھوڑ رہا ہے، حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ آہستہ آہستہ اسلام کا شیرازہ بکھر جائے گا، پہلے معاشرت ختم ہوگی، اسلامی تہذیب اور طور طریقے، گھروں سے ختم ہو جائیں گی، پھر زکوۃ دینا بند کر دیں گے، جہاد کرنا ترک کر دیں گے، یہاں تک کہ اسلام میں آخری درجہ نماز کا ہے، نماز کا شیرازہ بھی بکھر

جائے گا دیکھئے کہ سات آٹھ فیصد مسلمان نمازی ہیں، جس قوم کے نوے فیصد آدمی مسجد سے باہر ہوں، وہ قوم کب کامیاب ہو سکتی ہے، کب فلاح پا سکتی ہے؟

آج غیر مسلموں کو کارٹون شائع کرنے کا موقع مل رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو مسلمان بنا کر پیش نہیں کیا اگرچہ آج بھی دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو عشقِ رسول ﷺ کے بہت اونچے درجے پر فائز ہیں، ایسے مذموم واقعات آج پہلی بار پیش نہیں آئے، تاریخ میں ہزاروں واقعات ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات مبارکہ پر جان دیدی۔

ہندوستان میں بہت سارے واقعات ہوئے ہیں، 1947 سے پہلے کراچی میں نتھو رام نام کا ایک آدمی تھا اس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی مسلمانوں نے مقدمہ دائر کیا جیل بھیج دیا، عدالت نے اس کو ضمانت پر رہا کر دیا ایک بار کراچی کی عدالت میں مقدمے کی سماعت ہو رہی تھی۔ ایک جھٹکہ گاڑی والے مسلمان نے جب یہ سنا کہ اس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے تلملا گیا، حضور اکرم ﷺ کی محبت نے اس کو مجبور کر دیا، مسجد میں گیا نماز پڑھی اور رو کر کہا کہ الٰہی میں ایسا نیک آدمی تو نہیں ہوں کہ میں کوئی بڑا کام کر سکوں، لیکن میرا ضمیر یہ کہتا ہے جو آدمی تیرے محبوب ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اس کو اس زمین پر رہنے کا حق نہیں ہے اور ہتھیار لیکر عدالت گیا اور اس گستاخ کے قریب پہونچ گیا۔ سماعت چل رہی تھی جب دونوں طرف سے بحث ہو رہی تھی سارے لوگ متوجہ تھے، اس نے ہتھیار نکالا اور اس پر زبردست حملے کر کے جہنم رسید کر دیا اور اس نے ایک تاریخی جملہ کہا کہ جج صاحب اس کا فیصلہ میرے وار نے کر دیا یہی اس کا فیصلہ تھا، اب آپ کا فیصلہ جو میرے لئے ہو وہ منظور ہے۔

مطلب یہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہمارے دل میں ہونی چاہیئے۔اوراس محبت کے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہیں ہے،حضور ﷺ نے صاف فرمادیاہے کہ ”لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. اے لوگو!جب تک میری ذات تمہارے بیوی اور بچوں ،تمہارے ماں باپ، تمہارے مال اور جائداد اور تمہاری خواہشات یہاں تک کہ تمہارے جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جائے تمہارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ بیوی سے بھی زیادہ عزیز، بچوں سے بھی زیادہ عزیز، مال سے بھی زیادہ عزیز مگر جان سے زیادہ عزیز نہیں ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر تمہارا ایمان ابھی مکمل نہیں ہوا،کون عمر ہیں؟ جن کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اٹھارہ آیتوں کی شکل میں وحی بن کر نازل ہوئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کسی کو نبوت ملتی تو عمر رضی اللہ عنہ کو ملتی ایسے انسان کے بارے میں حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ اے عمرؓ ابھی تمہارا ایمان کامل نہیں، حضرت عمر فاروقؓ اپنے دل میں جھانک کر دیکھتے ہیں کہ اگر کل کوئی مسئلہ پیش آجائے اور جان دینے کی نوبت آجائے تو میں اپنی جان حضور ﷺ پر نچھاور کرسکتا ہوں یا نہیں؟ اس کے بعد عرض کیا یارسول اللہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، آپ میری جان سے بھی زیادہ عزیز اور پیارے ہیں۔فرمایا کہ عمر اب تمہارا ایمان کامل ہوا۔

ہمیں سوچنا ہے کہ دنیا میں جو طاقتیں اور شیاطین کی جو جماعتیں حضور ﷺ کے خلاف مختلف انداز میں سرگرم عمل ہیں ان کے سامنے اپنی محبت کا اظہار اس انداز میں کرنا چاہیئے کہ ان کو واضح ہوجائے کہ مسلمان محمد ﷺ سے واقعی محبت رکھتے

ہیں۔ہم لوگ مسلمان ملک میں نہیں رہتے، یہ ہندوستان ہے یہاں مختلف مذاہب کے لوگ ہیں ہم کسی کو اپنی بات زبردستی نہیں منوا سکتے۔لیکن اتنا تو ہم کرسکتے ہیں کہ ان کو بتادیں ہم سب کچھ برداشت کرتے ہیں، لیکن حضور اکرم ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی برداشت نہیں کرسکتے۔

اس کیلئے علماء نے آواز دی کہ آج کاروبار بند رکھے جائیں۔غیر مسلم سوال کرتے ہیں آپ کی دکان کے برابر میں رہتے ہیں تو ان سے کہا جائے کہ یہ ہمارے ایمان کی شرط اول ہے کہ ہم حضور ﷺ سے سچی محبت کرتے ہیں،الحمدللہ اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتے ہیں، ناموسِ رسول کے خلاف ڈنمارک میں جو کارٹون شائع ہوئے ہیں اس کے خلاف آج ہم کاروبار بند رکھیں گے، انشاء اللہ اس پر بھی اللہ کے یہاں اجر عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا کے سارے مسلمانوں کو حضور ﷺ سے سچی محبت عطا فرمائے۔قرآن کریم کی آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی۔قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ بتادو لوگوں کو مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے محبوب سے محبت کرو، دستور ہے کہ اگر آپ کسی آدمی سے محبت کرتے ہیں تو اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے، اس کے بچوں سے بھی محبت ہوتی ہے اور اس کی ہر چیز سے محبت ہوگی، اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے تو اللہ کے محبوب سے محبت لازمی ہے۔

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

مسلمانو! حضور ﷺ سے محبت سب سے پہلا اور آخری سرمایہ ہے، اگر اس میں کمی ہے تو خدا کی قسم سب چیزوں میں کمی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو حضور ﷺ سے سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ غَیْرَ مُشْرِکِیْنَ بِہٖ. وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صنّاعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

نہ جا ظاہر پرستی پر، اگر کچھ عقل ودانش ہے
چمکتا جو نظر آئے وہ سب سونا نہیں ہوتا

اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے ایک صادقین دوسرے کاذبین، اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا الله و كُوْنُوْا مع الصّٰدِقِيْنَ. اے ایمان والو!تم سچے لوگوں کے ساتھ رہو،اچھے لوگوں کے ساتھ رہواور برے لوگوں سے بچتے رہواور اپنے آپ کو بچاتے رہو۔کہیں ارشادفرمایا کہ يَـاَيُّهَا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُوْا اتَّقُوْا الله حق تـقٰتِهٖ. اے ایمان والواللہ سے ڈرواوراللہ کاحق اداکرواورکہیں ارشادفرمایا۔ وَارْكَعُوْا مَعَ الـرّٰاكِـعِيْنَ. رکوع کرورکوع کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اظہار جس بندے سے ہورہا ہواور جس بندے کی سیرت اور خیالات اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگوں جیسے ہوں تو ان کے ساتھ رہنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے،قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرَ. اورتم بچتے رہواجتناب کرواس بات سے،قَـوْلَ الـزُّوْرَ جوگندی باتیں ہیں،اس سے بچوعلماء نے گندی باتوں سے بہت ساری چیزیں مراد لی ہیں،یہاں قَـوْلَ الـزُّوْرَ سے مراد ہے بت پرستی،خاص طور سے اپنے آپ کومشرکانہ فعل اورمشرکانہ اعمال سے بچانا ہے۔

شرک بڑی گندگی ہے

حضور ﷺ کاارشاد ہے کہ شرک کی بہت سی قسمیں ہیں۔علماء نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا بھی اتنا ہی بڑا گناہ ہے جیسا کہ شرک کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔فرمایا وَاجْتَنِبُوْا قَـوْلَ الـزُّوْر. تم اپنے آپ کو بچاتے رہوگندگیوں سے اوران میں ایک گندگی شرک بھی ہے۔اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کوشریک کرنا سب سے بڑی گندگی ہے،قرآن کریم میں اسی کوفرمایا کہ مشرکین کومسجد حرام کے قریب نہ آنے دو،اس لئے کہ مشرکین جسمانی اعتبار سے پاک ہوسکتے ہیں،لیکن ان کے عقائد اور احوال نا پاک ہیں۔حضور ﷺ سے صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ فرمایئے کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے؟فرمایا مسلمان بخیل نہیں ہوسکتا۔پھر پوچھا

کہ یارسول اللہ ﷺ مسلمان جھوٹا ہوسکتا ہے؟ارشادفرمایا مسلمان جھوٹا نہیں ہوسکتا ﷺ ایک دوسری جگہ ارشادفرمایا ایمان اور بخل ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔

دوستو! جھوٹ کی وجہ سے مسلمان بھی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹ سے بچو لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ، جھوٹ بولنے والوں پراللہ تعالیٰ کی لعنت ہے،جوآدمی جھوٹ بولتا ہے،حضور ﷺ ارشادفرماتے ہیں جھوٹ بولنے والے سے ایمان اس طرح سے الگ ہوجاتا ہے جیسے کوئی آدمی اپنی قمیص اتارکرکھونٹی پرلٹکادے،اس لئے مسلمانوں کوجھوٹ سے اتنا ہی بچنا چاہیئے جتنا شرک سے۔شرک جس طرح بڑا گناہ ہے اسی طرح جھوٹ بھی بڑا گناہ ہے،حضوراکرم ﷺ نے صاف صاف فرمادیا کہ مسلمان خائن ہوسکتا ہے،یعنی خیانت کرسکتا ہے لیکن کنجوس اورجھوٹا نہیں ہوسکتا،نہ جانے صبح سے شام تک کتنے جھوٹ بولتے ہیں اورکن کن معاملات میں جھوٹ بولتے ہیں،ہم دیکھ سکتے ہیں بہت سے معاملات میں اپنے آپ کو بچانے کیلئے جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں اورجھوٹ کومصلحت سمجھا جاتا ہے،جھوٹ کو حکمت سمجھا جاتا ہے،حالانکہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے والے پرلعنت فرمارہے ہیں، حضوراکرم ﷺ کے پاس ایک صاحب آئے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ بتایئے کہ مسلمانوں کی سب سے اچھی صفت کیا ہے؟حضور ﷺ نے ارشادفرمایا کہ مسلمان کی سات صفات ہیں اوران میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے چاہے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہی کیوں نہ کردیئے جائیں،اس کے گوشت کوچیل اورکوے کھاجائیں،جلاکرراکھ بناکر ہوا میں اڑادیا جائے،یہ مومن کی سب سے پہلی اورآخری علامت ہے،اورآخری بات ارشادفرمائی مسلمان سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

سچے مسلمان کی مثال

دوستو! آج ہمارے پاس کچھ ہو نہ ہو لیکن جھوٹ کے پلندے بہت ہیں۔ گھروں میں، بازاروں میں، دکانوں میں، سوسائٹی میں، دوستوں میں اور جہاں بھی موقع ملتا ہے جھوٹ بولنے سے نہیں کتراتے اور اس کا احساس بھی نہیں، حالانکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے اگر کوئی یہ کہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے چل کر دوسری جگہ چلا گیا ،تو اس بات کا یقین کر لینا کہ ایسا ممکن ہے ہوسکتا ہے، ابھی حال ہی میں کشمیر میں زلزلہ آیا پاکستان کے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گئے ، اور دس دس پندرہ پندرہ گز کے فاصلے پر پہاڑ اپنی جگہ سے دوسری جگہ چلے گئے اور جس جگہ پہاڑ تھے وہاں سے پانی نکل گیا اور بڑے بڑے تالاب بن گئے اگر چہ یہ مشکل ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے کوئی یہ کہے کہ مسلمان جھوٹ بولتا ہے تو اس پر یقین نہیں کرنا کیوں کہ مسلمان کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

آج غیر مسلم کہتے ہیں کہ مسلمان سچ بولے اس کا یقین نہ کرو۔ ہماری جو تعلیم تھی، ہمارا جو طریقہ تھا نبی کریم ﷺ نے جو ہمیں بتایا تھا ہم نے اس کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ایک الگ لائن پر ڈال دیا ہے۔ جھوٹ کو ملمع کاری اور حکمت کا نام دے دیا ہے اور جھوٹ بول رہے ہیں تا کہ آپس میں رنجش نہ ہو، سامنے ہیں تو برائی نہیں کی جاتی لیکن سامنے سے جیسے ہی ہٹتے ہیں برائی شروع کر دیتے ہیں کہ ان میں یہ عیب ہے ،وہ عیب ہے اور جب سامنے آتے ہیں تعریف شروع کر دیتے ہیں یہ منافقانہ عمل مسلمانوں کا نہیں، حضور اکرم ﷺ نے اس کی نکیر فرمائی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی دومنہ کا ہے کہ سامنے تعریف اور پیچھے برائی کرے، ایسے آدمی کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور اس کی زبان کھینچی جائیگی ،شریف آدمی وہ ہے جو سچا ہے اور

ہمدرد وہ ہے جو برائی کو سامنے بیان کر دے کہ بھائی آپ کے اندر یہ خرابی ہے آپ ایسا کر لو تو اچھا ہے، محبت کے ساتھ سمجھا دینا اچھی بات ہے، پیٹھ پیچھے عیب کو گنوائیں اور جب سامنے آجائے تو تعریف کریں اسی کو غیبت کہا گیا کہ جو عیب ہو اس کو سامنے بیان نہ کرے، جو نہیں ہے اس کو منسوب کیا جارہا ہو، اس کو بہتان کہتے ہیں۔ایک آدمی چور نہیں لیکن اس کو کہا جارہا ہے کہ فلاں چور ہے،تو یہ بہتان ہے ، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو بہتان باندھے وہ ہم میں سے نہیں یعنی وہ مسلمان ہی نہیں ۔مزید فرمایا کہ بہتان باندھنے والے کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے اور فرمایا کہ قیامت تک وہ دھنستا ہی چلا جائے گا۔کتنا بڑا عذاب ہے۔**اَلْاَمَانُ وَالْحَفِیْظ**

جھوٹ حرام ہے

آج نہ غیبت سے ڈرتے ہیں، نہ بہتان سے اور جھوٹ کا ہمارے یہاں کوئی مسئلہ ہی نہیں جب چاہے بولو، جتنا چاہو بولو جیسے چاہو بولو؟ دو آدمی آپس میں بیٹھ کر تیسرے آدمی کے تعلق سے بلا تحقیق بات بیان کریں؟ سارے جھوٹ حرام ہیں جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت ہے؟ آپ سوچئے کہ جس پر اللہ کی لعنت ہو وہ زندگی میں کیسے پھل سکتا ہے اور کیسے خوش رہ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتے ہیں، اس پر فرشتے بھی لعنت کرتے ہیں سمندر کی مچھلیاں بھی لعنت کرتی ہیں چوپائے اور پرندے اور زمین کے اندر رہنے والے چھوٹے چھوٹے جانور بھی لعنت کرتے ہیں کائنات کی ساری مخلوقات جس پر لعنت بھیجتی ہوں تو اس سے بدتر آدمی کون ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ تم اپنے آپ کو بچاؤ گندگیوں سے جیسے پیشاب اور پاخانہ گندگی ہے کیچڑ گندگی ہے؟ ایسے ہی جھوٹ اور غیبت بھی اور

دیگر گناہوں کے کام بھی گندگیوں ہی میں شامل ہیں، اگر گواہی دلوائی جائے تو سچی گواہی دے، اس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینے والے پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت ہے جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے۔

مسلمان کسے کہتے ہیں

کتنے لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی دے رہے ہیں، روپئے پیسے کی خاطر، اپنے مفادات کی خاطر، اپنے فائدے کی خاطر، اپنے آپ کو بچانے کی خاطر دوسرے آدمی کا گلا کٹ جائے، دوسرے آدمی کا مالی نقصان ہوجائے دوسرے آدمی کی عزت چلی جائے، لیکن اپنی عزت بنی رہے، حالانکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان پر مسلمان کی جان مسلمان کا مال مسلمان کی عزت بالکل حرام ہیں، جس کے ہاتھ سے جس کی زبان سے جس کے اشاروں سے کسی دوسرے مسلمان کو نہ نقصان پہونچے، اس کو مسلمان کہتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک مسلمان کی جان اور مال اور عزت یہ تین چیزیں دوسرے مسلمان کے اوپر حرام ہیں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے مال کو نقصان نہیں پہونچا سکتا اگر واقعی وہ مسلمان ہے، کوئی مسلمان دوسرے کی عزت سے نہیں کھیل سکتا اگر واقعی مسلمان ہے، کسی دوسرے مسلمان کی جان نہیں لے سکتا، مسلمان کسی کی جان کسی کا مال، کسی کی عزت کو نقصان نہیں پہونچا سکتا اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی جان کو نقصان پہونچائے، مال کو نقصان پہونچائے، عزت کو نقصان پہونچائے، اس پر لعنت ہے۔

پڑوسی کی فضیلت

آج کا شیوہ ہے کہ اپنے فائدہ کی خاطر اپنی عزت کی خاطر اپنے آپ کو اونچا کرنے کی خاطر ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں۔ آج تو پڑوسی

بھی اپنے پڑوسی سے محفوظ نہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسی کو تکلیف پہونچانا مجھے تکلیف دینا ہے، آج پڑوسی اپنے پڑوسی سے کوئی چیز مانگتا ہے تو اس کو حقیر سمجھتے ہیں، دینا بڑی بات ہے، ماضی میں پڑوسی چاقو، آگ، ماچس، نمک یا اور کوئی چیز مانگ لیتے تھے آج تو مانگنا عیب ہے اور اگر کوئی مانگ لے تو دیتے نہیں اَلَّذِیْنَ ھُمْ یُرَاؤُنَ وَیَمْنَعُونَ الْمَاعُوْنَ. کی تفسیر میں علماء نے لکھا ہے کہ آگ کا دینا، چاقو اور قینچی کا دینا اسی طرح نمک کا دینا اور گھریلو استعمال کی چیزیں پڑوسی کو دینا ضروری ہے اتنا ضروری ہے جتنا اپنے لئے، کبھی پڑوسی کوئی چیز مانگنے کے لئے آتا ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہے، اس لئے کہ آج اگر دیدی تو پھر کل بھی مانگنے آئیں گے اور روزانہ کون اٹھا کر دے گا، عادت خراب ہوجائے گی، حضور ﷺ کا طریقہ تھا کہ گھر میں جب کوئی بہترین سالن پکتا پڑوسی کے یہاں بھی اس کو بھیجتے تھے اور پڑوسی بھی شکریہ ادا کرتا تھا کہ آپ نے ہمیں اپنے کھانے میں شریک کیا۔

اول تو ایک دوسرے کے یہاں کچھ بھیجنے کیلئے تیار نہیں اگر کبھی بھیج دیا تو پڑوسی اس کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا بلکہ یہ کہتا ہے ہم لوگ ایسا نہیں کھاتے، اس سے اچھا کھاتے ہیں، آپ کے یہاں کا بنا ہوا صحیح نہیں تھا، ہم کبھی تمہیں کھلائیں گے یعنی شکریہ کے بجائے توہین۔ افسوس صد افسوس۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چالیس گھر دائیں طرف چالیس گھر بائیں طرف، چالیس گھر آگے اور چالیس گھر پیچھے تمہارے پڑوسی ہیں اور حضور ﷺ کے پاس جبرئیل آئے اور پڑوسیوں کے تعلق سے اتنے ارشادات اور احکامات بیان فرمائے سرکار دو عالم ﷺ کو خوف ہوا کہ کہیں پڑوسی کا حق فرض نہ ہوجائے اور میری امت اس کو ادا نہ کرسکے۔

میں عرض کرر ہا تھا معاشرہ میں جھوٹ رچ بس گیا ہے۔ پڑوسی پڑوسی کے ساتھ جھوٹ، بیوی شوہر کے ساتھ جھوٹ، شوہر بیوی کے ساتھ جھوٹ بولتا ہے، باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے جھوٹ بولتا ہے، استاد شاگرد سے شاگرد استاذ سے جھوٹ بولتا ہے، مالک دکاندار سے دکاندار گاہک سے جھوٹ بولتا ہے، جھوٹ کا ایسا جال پھیل گیا ہے، جس کی وجہ سے لوگ لعنت کے مستحق ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ. جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت۔ لعنت کا مطلب کیا ہے؟ بادشاہ اگر کسی سے ناراض ہو جائے تو خاموش نہیں رہتا، بادشاہ جب ناراض ہوتا ہے تو سب سے پہلے پولیس حرکت میں آتی ہے اور پولس اس کے خلاف وارنٹ جاری کرتی ہے اور اس کو گرفتار کرتی ہے، جیل خانے میں اس کو ڈالا جاتا ہے پھر اس کو سزا دیجاتی ہے اذیتوں اور پریشانیوں میں مبتلا کیا جاتا ہے یہ تو دنیا کا معاملہ ہے۔ احکم الحاکمین سارے بادشاہوں کا بادشاہ جب کسی پر لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ کسی سے ناراض ہوا اور وہ بندہ دنیا اور آخرت میں صحیح رہ جائے ناممکن ہے۔

ہمیں اپنے آپ کو اس برائی سے بچانا چاہئے اور دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ جیسی برائی سے جھوٹ جیسی لعنت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمیشہ سچ بولنے اور سچ لکھنے کی ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

ظالم حاکم کے سامنے حق کی دعوت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى.

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا، زورِ حیدرؓ فقرِ بوذرؓ صدقِ سلمانیؓ

بزرگو، دوستو اور عزیز طلباء! اللہ تعالیٰ نے کائنات کے نظام کو بذات خود تخلیق فرمایا اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے اللہ رب العزت کائنات اور کائنات کے ذرے ذرے سے واقف ہیں جس طرح آدمی اپنے گھر کے کونے کونے سے

واقف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کائنات کی ہر چیز حاضر ہے کوئی بھی چیز قدرت الٰہی کے نظام سے باہر نہیں چاہے وہ اچھی ہو یا بری اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے پیدا کیا ہے اور اس کے کام کو بھی اللہ تعالیٰ نے متعین فرمادیا ہے آدمی سانپ کو بچھو کو اور ایسے ہی بہت سے موذی جانوروں کو برا سمجھتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو بھی انسان کی خدمت کیلئے پیدا فرمایا جیسے شیر درندہ ہے لیکن اس کا وجود بھی انسان کی خدمت کیلئے ہے، اطباء کے مطابق شیر کے جسم کی بہت سی چیزیں دواؤں میں استعمال ہوتی ہیں، یہ بڑے بڑے اونچے پہاڑ اور سمندر جس کی گہرائیوں سے انسان ناواقف ہے اور چاند سورج اور آسمانوں پر چمکتے ہوئے ستارے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کی خدمت کیلئے بنائے ہیں کوئی چیز اپنے خالق اور مالک کے حکم سے باہر نہیں اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں اور جس چیز سے چاہتے ہیں کام لے لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

آپ نے علماء کرام سے سنا ہوگا کہ جب نمرود کی سرکشی اپنے عروج کو پہونچی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے سے مچھر کو جو لنگڑا لولا تھا نمرود کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ذریعہ بنایا، معمولی سی چیز پسّو اور کھٹمل ٹڈی، مینڈک وغیرہ سے اللہ تعالیٰ نے فرعون کو پریشانیوں میں مبتلا فرمادیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ وَالْجَرَادِ وَالْقُمَّلِ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمِ اِلٰی آخِرِ الْاٰیَۃُ ان چیزوں کو اللہ نے بیکار نہیں پیدا فرمایا بلکہ اس کا ایک مقصد ہے اس کا ایک کام ایک ڈیوٹی ہے اس ڈیوٹی کو انجام دینے کیلئے ان کو بھیجا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کو پیدا فرمایا حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ نے خیر کو پیدا فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ میرے اچھے بندے تیری طرف لپکیں

گے اور تیری طرف دوڑیں گے اور جو تجھے اپنائے گا، تو میں اس کا ضامن ہوں گا جو تجھے اختیار کرے گا میں اس سے راضی ہوں اور جب اللہ نے شر اور برائی کو پیدا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنا منہ موڑ لیا اور فرمایا کہ تو وہ چیز ہے جو میری ناپسندیدہ ہے جو تجھے اختیار کرے گا وہ میرا ناپسندیدہ ہوگا، میرا عتاب اور میرا غصہ اس پر ہوگا۔

معلوم ہوا کہ خیر اور شر بھلائی اور برائی یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں، لیکن اس کا اختیار اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے، بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو معلوم نہیں ہے، بات بات پر اللہ تعالیٰ کی نعوذ باللہ غلطی نکالتے ہیں، یا طعنہ دیتے ہیں کہ ہم نے کیا غلطی کی، ہم نے کیا گناہ کیا، جو ہمارے اوپر فلاں مصیبت آگئی؟ قرآن کریم میں اللہ نے صاف فرمادیا تمہارے اعمال، تمہارے افعال واحوال کی بنیاد پر زندگی میں تمہارے حالات بنتے ہیں، زندگی میں تمہارے اوپر پریشانیاں اور خوش حالیاں آئی ہیں، تمہارے احوال اور تمہارے اعمال کے مطابق تمہارے لئے فیصلے ہوتے ہیں، جیسا تم بیج بوؤ گے، ویسی ہی فصل کاٹو گے۔ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا۔ اللہ نے اختیار دیا چاہے برائی کے راستے پر چلو چاہے اچھائی کے راستے پر چلو۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ شراب کی کتنی دکانیں ہیں اور آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ ڈاکٹر کی بھی دکانیں ہیں۔ مارکیٹ کے اندر ڈاکٹر کی بھی دکانیں ہوتی ہیں، شراب کی بھی دکانیں ہوتی ہیں اور فروٹ کی بھی دکانیں ہوتی ہیں۔ آدمی کو جب اچھی غذا کی تلاش ہو تو وہ فروٹ کی دکان پر جائے گا اور ایک آدمی کو بدی کی تلاش ہو تو وہ شراب کی دکان کا رخ کرے گا اور ایک آدمی اپنے آپ کو صحت مند بنانا چاہے تو وہ ڈاکٹر کی دکان پر جائے گا، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے زندگی کے معاملات میں بھی اختیار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو ہماری ڈالی ہوئی بلاؤں پر صبر کرتا ہے چاہے اس کے مال پر وبال آئے ، چاہے اس کی جان پر پریشانی یا بیماری آئے چاہے، اس کے اہل وعیال پر پریشانیاں آئیں چاہے اس کی کھیتی اور باڑی پر جب بندہ صبر کرتا ہے اور صبر کیساتھ جمارہتا ہے تو قیامت کے دن ہم اس کو عزت دیں گے اور حیا بھی کریں گے، کیوں کہ ہم نے اس پر بلائیں ڈالیں اس نے صبر کیا اس پر پریشانیاں آئیں، اس نے شکوہ نہیں کیا، اس پر بیماریاں آئیں لیکن پھر بھی اس نے ناشکری نہیں کی ، بلکہ اپنا مقدر سمجھ کر برداشت کیا صبر کیا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس بندے سے قیامت کے دن حیا کروں گا، شرم کروں گا، گویا اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہے اللہ تعالیٰ نے بندے کو جنت میں بھیجنے کا فیصلہ فرمالیا ہے تو دوستو! دنیا میں مصائب وآلام کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، ہر طرف سے مسلمانوں پر یلغار ہے، اپنے اعمال اور احوال اس بات کا اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ ہمارے اعمال کی بنیاد پر ہے، کسی بندے کو اپنی بدعملی کا احساس ہوجائے پھر وہ اپنے آپ کو سدھارنے میں لگ جائے اپنے آپ کو بدلنے میں لگ جائے تو سمجھو اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں بہتر فیصلہ فرمایا ہے۔

صبر کے معنی

حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندے کو ہر حال میں صبر کرنا چاہئے صبر کے معنی ہیں کسی بھی چیز پر استقامت اور ہمت کے ساتھ جمے رہنا اور اس کا مقابلہ کرنا ایک آدمی برائیوں کے خلاف صف آراء ہوگیا تو اس پر جمے رہنا کسی کو ناحق بدنام کیا جارہا ہے تو اس کا ساتھ دینا وغیرہ وغیرہ ایک وقت آئے گا ہے کہ اس کی برائی اور اچھائی کھل کر سامنے آجائے گی اور بدنام کرنے والا آدمی خود بخود شرمندہ ہوجائے گا،

ہمارے حضرت حاذق الامتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی ایسی بات ہوجائے تو اپنی صفائی میں نہیں لگنا چاہئے بلکہ اس پر صبر کرنا چاہئے، کوئی آدمی آپ کو بلاوجہ بدنام کررہا ہے، ایک وقت آئے گا، لوگوں کے سامنے حقیقت کھل جائے گی اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہوجائے گا، بدنام کرنے والے لوگ اکیلے وتنہا رہ جائیں گے اور آپ کی سبکی نہیں ہوگی بلکہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ آپ کی عزت بڑھادیں گے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

ہلاکو خان کا ظلم

۶۱۵ھ میں جب ہلاکو خان جو تاتاریوں کا بادشاہ تھا اس نے مسلمانوں کی طرف یلغار کی اور اپنی دو لاکھ فوج کے ساتھ مسلمانوں کی آبادیوں پر ہلا بول دیا تاریخ میں ہے کہ بغداد کی گلی گلی اور کوچے کوچے میں خون کی ندیاں بہہ گئیں اور انسانوں کی لاشوں کے انبار لگ گئے کوئی پرسانِ حال نہیں تھا۔

صرف تیس پینتیس سال کے اندر ۶۵۱ھ میں ہلاکو خان نے مصر اور بغداد کی حکومت کو بالکل تہہ تیغ کردیا اور سلطنت عباسیہ کا نام ونشان مٹادیا آخری بادشاہ مستعصم باللہ اپنے سارے خاندان والوں کو اپنے رشتہ داروں کو اپنے درباریوں کو لیکر ہلاکو خان کے دربار میں آیا اور اس کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ رحم کر چونکہ اس کے منھ مسلمانوں کا خون لگ چکا تھا اس نے رحم نہیں کیا اس نے بادشاہ کو ایک بوری میں بند کروادیا اور لاٹھیوں کی اتنی بارش کرائی کہ مستعصم باللہ شہید ہوگیا، اور پھر بادشاہ کے خاندان کے ایک ایک آدمی کو لائن سے کھڑا کر کے قتل کرادیا اور جتنے درباری مستعصم باللہ کے ساتھ گئے تھے تمام کو یہ کہہ کر ہلاک کروادیا کہ یہ مستعصم باللہ کے آدمی ہیں یہ مسلمان ہیں ان کے دل میں اسلام ہے اسلئے ان کو مٹادیا جائے ان کو ختم کردیا

جائے، تاریخ میں ہے کہ دو چار دس ہزار نہیں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو ہلاکو خان نے شہید کرادیا، ہر طرف ہیبت چھاگئی ایسے حالات میں مسلمانوں کے پاس فوجی قوت نہیں تھی کہ مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے اور دشمن کو مقابلے کیلئے للکار سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے جو اللہ تعالیٰ کو راتوں کو پکارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوجاتے ہیں اپنے آپ کو مٹادیتے ہیں، ایسے لوگوں سے اس وقت بھی دنیا خالی نہیں تھی اور الحمدللہ آج بھی خالی نہیں ہے، ایسے لوگ جو اللہ کو یاد کرنے والے تھے، بزرگان دین تھے، اولیاء عظام تھے، بستیوں سے دور چلے گئے، ایسے حالات میں آدمی کیا کرسکتا ہے، جب فتنہ ہو اور فتنوں کے سیلاب ہوں، اپنے آپ کو جتنا تنہا کرلے اتنا اچھا ہے تو اولیائے عظام بزرگان دین بستیوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے گئے اور وہیں جاکر عبادت کرنے لگے۔ ہلاکو خان تو مرگیا اسکے بیٹے اور پوتوں نے رہی سہی کسر مسلمانوں سے پوری کی اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

آج جو مسلمانوں پر ظلم وستم ہو رہے ہیں ماضی میں اس سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ مسلمانوں ہی کے حق میں نکلا۔ مصیبتیں اور پریشانیاں آتی ہیں، وہ اپنے اندر کوئی نہ کوئی خیر لے کر آتی ہیں، ہلاکو خان مرگیا اور وصیت کرگیا کہ کسی مسلمان کو زندہ مت چھوڑنا اس کے بیٹے اور پوتوں نے زبردست قتل کا بازار گرم کیا۔ اسکا ایک پوتا نکور خان تھا۔ نکور خان بڑا ظالم اور جلاد قسم کا انسان تھا اس نے یہ ٹھان لیا کہ مصر، بغداد اور شام اور جہاں جہاں بھی مسلمانوں کی آبادی ہے، ان تمام جگہوں سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹادے گا، ایک لشکر جرار لیکر اپنے مقام سے نکلا بغداد کے علاقے میں ابھی داخل نہیں ہوا تھا، بلکہ بغداد سے پہلے ہی جنگل میں پڑاؤ ڈالا اس کو معلوم نہیں تھا کہ جہاں اس کی فوج نے پڑاؤ ڈالا ہے اس کے قریب میں ایک اللہ والے بھی ہیں۔ آلِ

رسول ﷺ میں سے ایک بڑے اللہ والے تھے تاریخ میں جن کو سید شرف الدینؒ سے لوگ جانتے ہیں، سید شرف الدینؒ اپنی خانقاہ میں رہتے تھے۔ اب جیسے ہی صبح صادق ہوئی تو سید شرف الدینؒ نے اذان کہی اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللہ ہی بڑا ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نکور خان جو مسلمانوں کی بربادی کے منصوبہ بنارہا تھا، بستر پر لیٹا ہوا تھا نیند نہیں آرہی تھی اس نے جب یہ آواز سنی تو کہا کون ہے یہ گستاخ؟ اس کو معلوم نہیں کہ بادشاہ یہاں آیا ہوا ہے اور وہ اتنی بے باکی سے پکار رہا ہے، اسنے اپنے مصاحب کو طلب کیا اور کہا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے، اس آدمی کو ہمارے دربار میں پیش کرو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت

دیکھئے نکلے تھے مسلمانوں کو مٹانے کیلئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا سامان پیدا فرمادیا۔ آج ہماری دعاؤں میں اثر نہیں جب ہمارا کوئی برا چاہنے والا یا کوئی دشمن ہمارے سامنے آتا ہے ہم اس سے نفرت کرتے ہیں اور زیادہ ہوا تو بددعا بھی کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کو ہلاک و برباد کردے، لیکن اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ اس کیلئے ہدایت کی دعا کرے، اے اللہ اس کو ہدایت عطا فرما۔

ہلاکو خان کے پوتوں اور بیٹوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی، کہتے ہیں ایسا ظلم کیا جاتا تھا کہ پنجرے کے اندر مسلمان کو لاکر کھڑا کیا جاتا اس کے اوپر تیل ڈالا جاتا اور پھر اس میں آگ لگادی جاتی، زندہ مسلمان اس جلتی آگ میں روتا چیختا اور چلاتا تھا اور لوگ شراب کے نشے میں رنگ رلیاں مناتے تھے اور اس میں یہ لوگ تیل ڈالتے رہتے اور آگ بھڑکتی رہتی یہاں تک کہ جل کر خاکستر ہوجاتا، اس طرح ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔

میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تباہی، بربادی اور پریشانیاں بھی بہت ساری خیر لے کر آتی ہیں، اس پر صبر کرنا چاہئے اور ہمیشہ یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جو چیزیں رکھی ہیں یقیناً اس میں کہیں نہ کہیں بھلائی ہے اور اپنی برائیوں کو تلاش کر کے ختم کرنا چاہئے اس سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

نکور خان کا قبول اسلام

نکور خان نے کہا کہ اس آدمی کو طلب کرو جو اتنی بے باکی سے اللہ اکبر پکار رہا ہے، فوجی گئے اور بڑے میاں کو پکڑ کر لے آئے، سید شرف الدین حاضر ہو گئے باشادہ نے کہا کہ تم کون ہو؟ فرمایا میں مسلمان ہوں تو کہا اچھا تمہارے ہی جیسے لوگ مسلمان ہوتے ہیں بادشاہ نے کہا کہ تم کسے پکار رہے تھے؟ حضرت سید شرف الدینؒ نے بے باکی سے فرمایا کہ میں آپ کے اور اپنے اور کائنات کے مالک کو پکار رہا تھا جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے، باشادہ کا دماغ گھوم گیا پوچھا میرا مالک کون ہوسکتا ہے؟ میں تو خود بادشاہ ہوں، فرمایا جس نے آپ کو پیدا کیا اور جس نے مجھے پیدا کیا آپ کا اور میرا مالک وہی ہے، ساری کائنات کا مالک ایک ہے۔

سامنے کتا بیٹھا تھا بادشاہ نے پوچھا یہ کتا اچھا ہے یا میں اچھا ہوں کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ مسلمان غیر مسلم کو کتے سے بھی برا سمجھتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہے ہاں اگر آپ مالک کی فرمانبرداری کررہے ہیں تو آپ اس کتے سے اچھے ہیں ورنہ یہ کتا آپ سے اچھا ہے۔ بادشاہ کے دل میں بات اتر گئی کہ یہ بوڑھا عجیب وغریب بات بتا رہا ہے، پھر حضرت نے قرآن کریم کی آیتیں پڑھیں اور اسلام پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سے اس دنیا کو بنایا اور کس طرح سے انسان کو ماں کے پیٹ میں رکھا اور اسکو دنیا میں کس طرح آباد کیا، پھر کس طرح سے اس کو زندگی کے سامان

عطا فرمائے اور موت دیں گے، پھر آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ جب آخرت کے مناظر پیش کیئے تو بادشاہ کا دل پسیج گیا اس نے کہا کہ یہ باتیں تو بڑی میٹھی ہیں، بڑی اچھی ہیں حکم دیا اس بوڑھے کو لے جاؤ کل پھر ہمارے سامنے پیش کرنا بڑے میاں کو لایا گیا، پھر بے باکی سے اسلام کو پیش کیا اب اس کا دل کفر وشرک سے پاک ہو چکا تھا اس کے دل میں اسلام کا نور پیدا ہو گیا، نکور خان نے کہا کہ الحمد للہ میں نے غور کیا، آپ کی وجہ سے میں نے اپنے مالک کو پہچانا، میں مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہوں، بادشاہ مسلمان ہوا تو ستر لاکھ آدمی اس کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔

میں نے دیکھا ہے کہ کچھ مسلم نوجوان جب غیر مسلم لوگوں سے ملتے ہیں تو اپنا مسلم نام بتلانے سے کتراتے ہیں۔ افسوس جب تک اپنے آپ کو اندر سے مسلمان نہیں بنائیں گے اور اپنے آپ کو یہ نہیں کہیں گے کہ الحمد للہ میں مسلمان ہوں، اس وقت تک اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا دعویٰ بے اثر ہے۔ جو آدمی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر نہ کرتا ہو اس کے اندر ایمان کس درجے کا ہوگا ہم سوچ سکتے ہیں؟ مسلمان کا مطلب ہے کہ مسلّم ایمان یعنی سر سے پاؤں تک نور ہی نور۔ اس کے ایمان سے، ہر کام سے اسلام چھلکتا ہو۔ جب گھڑا بھرا ہوا ہوتا ہے چاہے وہ پانی سے بھرا ہوا یا شراب سے، جو چیز اندر ہوگی وہی چھلکے گی، ایسے ہی مسلمان ہر جگہ مسلمان نظر آتا ہے الحمد للہ چاہے وہ کہیں بھی چلا جائے۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔ ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

مسلمان بغیر تلوار بغیر شمشیر بھی لڑتا ہے، اللہ نے ایمان کے اندر اتنی طاقت و قوت رکھی ہے کہ کفر وشرک کا سیلاب اسلام کے سامنے ماند پڑ جاتا ہے، صفات ایمانی

کامل درجہ میں پیدا ہوجائے تو مسلمان کو دیکھ کر خود بخود غیر مسلم ایمان لے آئیں، ہمارے یہاں جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا حکمت کہلاتا ہے، ہوشیاری کہلاتی ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل کرنے سے ایمان میں جلا پیدا ہوجاتا ہے، اگر راستے میں کانچ، کیلا کا چھلکا ہے یا اور کوئی چیز پڑی ہے جو کسی کو نقصان پہونچا سکتی ہے، اس کو ہٹادیں، یہ چھوٹی سی نیکی ہے لیکن یہ تمہاری طرف سے صدقہ ہے۔

آج ہم چھوٹے چھوٹے کام کرنے تیار نہیں تو بڑے بڑے اعمال کیسے کریں گے؟ اسی لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے چھوٹی چھوٹی نیکی کروتو بڑی بڑی نیکی کی توفیق ہوگی، اسی طرح چھوٹی چھوٹی برائی جب انسان کرتا ہے تو شیطان اس کو بڑے بڑے گناہوں کی ہمت دلاتا ہے، تو گناہوں کے راستے پر چل کر جہنم کے راستے پر چلے جاتے ہیں۔

میرے دوستو! صبر کرو ہر حال میں صبر کرو، انسان پر جو پریشانی آتی ہے وہ اچھائی کیلئے آتی ہے، برائی کیلئے نہیں، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردو، اپنے آپ کو مٹادو، اپنے آپ کو اسلام کیلئے وقف کردو پھر دیکھو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کیسے راستے پیدا فرماتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِيَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّذِيْنَ اِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ اَذَاكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

زندگانی ہے تری آزادِ قید امتیاز
تیری آنکھوں پر ہُویدا ہے مگر قدرت کا راز

بزرگو، دوستو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے وہ نعمتیں مختلف صورتوں اور مختلف انداز میں میسر ہے کچھ نعمتیں ایسی ہیں جس کو انسان بخوشی قبول کرتا ہے اور کچھ نعمتیں ایسی ہیں جن کے حصول پر بظاہر مصیبتوں کا سامنا

کرنا پڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑی عجیب صفات سے نوازا ہے آدمی کبھی خوشی میں ہوتا ہے کبھی رنج والم میں کبھی چھوٹی سی بات سے بڑی خوشی ہوجاتی ہے اور کبھی چھوٹی سی تکلیف سے بڑا ملال ہوتا ہے، اچھے اور برے کا خیال کرتا ہے ہر آدمی کے دل میں یہ خیال ہے کہ یہ زندگی میری اپنی زندگی ہے اور اس کے گزارنے کا اور اسکے برتنے کا مجھے حق ہے، اسلئے تھوڑی سی راحت میسر ہوجائے تو خوشی ہوتی ہے، تھوڑی سی تکلیف ہوجائے تو غم ہوتا ہے، اسی کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے، اسی کے متعلق گذشتہ جمعہ بھی چند باتیں عرض کی گئی تھی کہ دراصل یہ زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے امانتاً عطا فرمائی ہے تو زندگی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے، اور یہ انسان کے پاس بطور امانت ہے، امین کبھی امانت کا مالک نہیں ہوا کرتا، بلکہ وہ اس کا محافظ ہوا کرتا ہے ایک آدمی کسی کے پاس امانت رکھ دے کہ یہ میری امانت آپ کے پاس رکھی ہے وہ اس کو اپنی ملکیت سمجھنے لگے اپنا مال سمجھنے لگے تو سننے والا کہے گا اس کی عقل میں فتور ہے یا یہ بے ایمان ہے اس لئے کہ امین کبھی مالک نہیں ہوتا بلکہ محافظ ہوتا ہے۔

سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطہ رکھا ہے کہ انسان سے نہیں پوچھتے کہ میں تجھے دنیا میں بھیج رہا ہوں اور جب دنیا سے بلاتے ہیں تو بھی یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تجھے دنیا سے واپس بلا رہا ہوں تیری کیا رائے ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے دنیا میں بھیجتے ہیں اور جب واپس بلاتے ہیں تو بھی اپنی مرضی سے بلاتے ہیں، نہ آنے کیلئے پوچھا جاتا ہے اور نہ جانے کیلئے، معلوم ہوا کہ زندگی اپنی نہیں، بلکہ اللہ کی امانت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔

یہی وہ نکتہ ہے جو نبی کریم ﷺ نے سمجھایا ہے، انسان اگر یہ سمجھ لے کہ یہ زندگی میری اپنی نہیں ہے تو پھر زندگی میں اس کو کوئی تکلیف یا کوئی مصیبت آجائے تو رنج والم نہیں ہوگا یعنی خیر وشر اللہ کی طرف سے ہے، راحت بھی اللہ کی طرف سے ہے، مصیبت بھی اللہ کی طرف سے، خوشی بھی اللہ کی طرف سے، مال میں بڑھوتری بھی اللہ کی طرف سے، مال میں نقصان بھی اللہ کی طرف سے ہے، خدانخواستہ عزت میں کمی آجائے یہ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور عزت میں اضافہ بھی اللہ کی طرف سے، اولاد نہ ہو یہ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور اولاد ہو تو یہ بھی اللہ کی طرف سے ہے، معلوم ہوا کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر انسان کو اس کا ادراک ہوجائے اور اس کی تمیز آجائے تو پھر وہ نہ خوشی میں آپے سے باہر ہوسکتا ہے اور نہ رنج وغم میں پریشان اور غیر متحمل ہوسکتا ہے، پس جب تک ان چیزوں کو نہیں سمجھیں گے اس وقت تک مصیبت مصیبت معلوم ہوگی اور ناحق آپے سے باہر ہوجائیں گے۔

تکبر خاک میں ملا دیتا ہے

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا اپنا وجود محض اللہ کے فضل سے ہے اور اللہ کا فضل نہیں تو کچھ نہیں، اسی لئے فرمایا حضور اکرم ﷺ نے تکبر آدمی کو خاک میں ملا دیتا ہے، کبر اور بڑائی زمین بوس کردیتی ہے، دنیا میں ذلیل وخوار کردیتی ہے، تکبر کرنا عبث ہے اور یہ سمجھنا کہ یہ میری صلاحیت سے ہورہا ہے، یہ بھی عبث ہے، بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ محض اللہ کی طرف سے ہے، اللہ کی عنایات سے ہے، اللہ کے فضل سے ہے، ہر انسان کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے جو باتیں اچھی ہوں اللہ کی طرف سے جانیں جو خراب ہوں ان کو شیطان کی طرف سے جانیں کہ شیطان نے مجھ سے یہ کرادیا میں توبہ کرتا ہوں اور جو کام اچھے ہوجائیں تو یہ سمجھیں کہ اللہ نے توفیق دی ہے، اس پر شکر ادا کریں۔

مصیبت پر اجر ہے

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: اَلَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۔ اور جب میرے مومن بندوں کو کوئی مصیبت پہونچتی ہے تو کہتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن ہمارا مال اور ہماری جان اللہ کی ملکیت ہے، اور سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے یعنی ہمارے پاس یہ رہنے والا نہیں، ایک دفعہ چراغ گل ہو گیا آپ ﷺ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن پڑھا، صحابہ نے عرض کیا چراغ کا بڑھ جانا اور چراغ کا گل ہو جانا بھی مصیبت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، جس چیز سے بندہ مومن کو تکلیف پہونچے وہ مصیبت ہی ہے اس لئے اس پر صبر کرے اللہ تعالیٰ اس پر بھی اجر عطا فرمائیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا جب بندہ بیمار ہو جائے تو اس پر بھی صبر کرے اور اللہ سے شفا طلب کرے، اگر چراغ گل ہو جائے تو اِنَّا لِلّٰهِ پڑھے کہ یا اللہ یہ روشنی آپ کی طرف سے آئی تھی اور یہ آپ ہی کی طرف لوٹ گئی، آپ چاہیں گے تو روشنی پھر عطا فرمائیں گے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ رونے لگے

حضرت بایزید بسطامیؒ کے سامنے چراغ جل رہا تھا۔ ہوا کے جھونکے سے چراغ گل ہو گیا رونے لگے تڑپنے لگے لوگوں نے کہا کہ عجیب بات ہے چھوٹا سا چراغ گل ہو گیا دوبارہ چراغ جلا دیا جائے، اس پر رونے کی کیا ضرورت؟ بسطامیؒ نے فرمایا کہ چراغ بجھنے سے جو اندھیرا ہوا تو اس اندھرے سے مجھے قبر یاد آ گئی قبر کا منظر یاد آ گیا۔ قبر کی تنہائی میں جو اندھیرا ہوگا اس وقت کیا عالم ہوگا اس دنیا کے اندھیرے میں ایک سکنڈ ایک منٹ رہنا پسند نہیں، وحشت ہوتی ہے خوف ہوتا ہے تو قبر میں کیا حال ہوگا، جہاں کوئی بچانے والا نہیں، جہاں کوئی چراغ جلانے والا نہیں

ہے جہاں کوئی ہمت دلانے والا نہیں، ہمارے اکابر اولیاء کی یہ شان کہ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں اچھائی کوئی ہو جائے اس پر بھی، مصیبت آ جائے اس پر بھی عیش و آرام پہونچے اس پر بھی یہی بندۂ مومن کی شان ہے، قرآن مجید نے اسی کو بیان فرمایا، اَلَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ۔ جب مومنین پر کوئی مصیبت آتی ہے، کوئی پریشانی آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہماری جان، ہمارا مال اور جو کچھ بھی ہے اللہ کا ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالی ہوئی بلاؤں پر صبر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ہم امیدوار ہیں، تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر اپنی رحمت بھیجتے ہیں اور ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ انعامات اور رحمتوں کی بارش فرماتے ہیں۔ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْن۔ ایسے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں ایسے ہی لوگ ہیں جو کامیاب کہلاتے ہیں، ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ بیماری آتی ہے تو اللہ کی طرف سے، تندرستی آتی ہے تو اللہ کی طرف سے، عیش و عشرت آتی ہے تو اللہ کی طرف سے جب بندہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ عیش و آرام جو مل رہا ہے اللہ کی طرف سے ہے تو اس پر شکر ادا کرتا ہے، بیماری پر صبر کرتا ہے۔

حضور ﷺ کے نواسے کو تکلیف

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی بڑی لاڈلی بیٹی تھیں۔ حضرت زینبؓ کے بیٹے کا انتقال ہونے لگا، حضور اکرم ﷺ نے معلوم کرایا کہ بیٹے کا کیا حال ہے، تو بیٹی نے کہلوایا کہ ابا جان اس وقت سکرات کے عالم میں ہے، آپ ﷺ آ جائیں میرے بچے کو دیکھ لیں حضور اکرم ﷺ نے پیغام بھیجا کہ زینب جو بھی ہے وہ

اللہ کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ نے یہ امانت دی تھی تم نے اس سے اتنے دن کھیلا اتنے دن دل بہلا دیا۔ اب اللہ تعالیٰ اس کو واپس لے رہے ہیں صبر کرو، حضرت زینبؓ نے کہلوایا کہ میں آپ کو قسم دیتی ہوں کہ آپ ضرور آئیں، چنانچہ سعد ابن عبادہ حضرت کعبؓ، حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہم اجمعین حضور ﷺ کے ساتھ حضرت زینبؓ کے مکان کی طرف چلے، جب گھر میں پہونچے، آپ نے نواسے کو دیکھا واقعی سکرات کے عالم میں ہے، آپ نے اس کو اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور دیکھ کر رونے لگے تو حضرت سعد ابن عبادہؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ رو رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ سب کو صبر کی تلقین کرنے والے ہیں، دلاسہ دینے والے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہر مصیبت اللہ کی طرف سے ہے اور ہر پریشانی اللہ کی طرف ہے میرے آنسو اس بات کو ظاہر کررہے ہیں کہ اللہ نے میرے دل میں رحمت و شفقت رکھی ہے اور ہر بندے کے دل میں اللہ نے رحم رکھا ہے۔

حضور ﷺ نے عافیت اور آسانی کیلئے دعا کی جب انتقال ہوگیا حضور ﷺ نے حضرت زینبؓ سے ان الفاظ کے ساتھ تعزیت فرمائی وَاَعْظَمُ اللّٰہُ اَجْرَکُ وَاَحْسَنُ اَذَاکَ وَغَفِرَ لَکَ. اے زینب اللہ تعالیٰ تجھے بے حد اجر عطا فرمائے اور جو کچھ تو نے مصیبت اٹھائی ہے اس پر تجھے اللہ تعالیٰ صبر عطا فرمائے اور تیرے بچے کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے یہ حضور اکرم کا اندازہ تھا ہر مصیبت اور پریشانی پر۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی کے بچے کا انتقال ہوجاتا ہے اللہ تعالی سب کچھ جانتے ہیں، پھر بھی پوچھتے ہیں کہ اے فرشتو! تم نے میرے بندے کے بچے کو لے لیا فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہاں لے لیا اس کی جان قبض کرلی، تو پھر اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ میر بندے نے کیا کہا تو فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ اس نے صبر کیا پھر

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعونَ پڑھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک میں اس بندے سے راضی ہوں میں نے اس بندے کو جنت میں ایک محل عطا فرمادیا اور اس کا نام بیت الحمد رکھدیا یعنی تعریف والا گھر، جب بندہ صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی بدلہ عطا فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی۔

تعزیت کا اظہار

ایک صحابی قرۃ ابن عیاضؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بیٹھتے تو چاروں طرف صحابہ آپ کے پاس بیٹھ جاتے تھے، ایک صحابی کا چھوٹا بچہ بھی تھا جو حضور اکرم کے پیچھے سے آتا تھا آپ ﷺ اس کو شفقت سے ہاتھ پکڑ کر سامنے بیٹھا لیتے تھے پھر چند دن کے بعد معلوم ہوا کہ اس بچے کے والد مجلس میں حاضر نہیں ہورہے ہیں، حضور ﷺ نے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو بچہ آپ کے پاس بیٹھتا تھا اس کا انتقال ہوگیا ہے اس کے غم میں وہ آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہیں۔ آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ ان کے گھر پر تشریف لے گئے ان کو دلاسہ دیا، فرمایا ہر مصیبت اور ہر راحت اللہ کی طرف سے ہے، مصیبت پر صبر کرو تو اس پر بھی اجر ہے۔ عیش و آرام پر اظہار تشکر کرو تو اس پر بھی اجر ہے، اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ یہ بچہ تم سے پہلے جنت میں چلا جائے اور تمہیں اَھْلاً وَسَھْلاً مَرْحَباً کہے کہ آؤ ابا جان آپ کیلئے جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ یہ بچہ مجھ سے پہلے جاکر جنت کا دروازہ کھولے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس پھر تم صبر کرو تو معلوم ہوا کہ صبر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے بڑی رحمت ہے انسان کو حد سے زیادہ غم نہیں کرنا چاہئے، جب کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ نہ کہے کہ فلاں آدمی کی وجہ سے میرے اوپر مصیبت آئی ہے، اور

فلاں آدمی کی طرف سے مجھے یہ نقصان ہوا ہے، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدر میں رکھا تھا اس لئے ہوا ہے اور اس پر صبر کرے، ہمارے ایک بزرگ تھے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ان کا انتقال ہوگیا وہ ایک مرتبہ سڑک کے کنارے کھڑے تھے، ادھر سے ٹریکٹر آرہا تھا ایک آدمی نے ان کو پیچھے سے دھکہ دیا مذاق میں کہ لاؤ تمہیں ٹریکٹر کے سامنے ڈال دیتا ہوں جیسے ہی دھکہ دیا فوراً ٹریکٹر آگیا اور ان کے پاؤں پر چڑھ گیا ادھر مذاق کررہے تھے وہ سچ مچ ہوگیا۔

ان کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی۔لوگوں نے کہا کہ فلاں آدمی نے آپ کو دھکہ دیا تھا، انہوں نے کہا اس بے چارے کی غلطی نہیں، لکھا تھا مقدر میں، اس کو برامت کہو اس کی غلطی نہیں ہے، آج مجلسوں میں میٹھی میٹھی باتیں کرنے کا ہمیں ذوق ہے، ہر وہ بات جو کانوں کو اچھی لگے اس پر واہ واہ ہوتی ہے، لیکن جو باتیں فطرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ذہن میں آجائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دشمنی نہیں ہوسکتی۔

حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے ساری دنیا مل کر اگر نقصان پہونچانا چاہے تو ایک بال کے برابر نقصان نہیں پہونچ سکتا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اگر چاہیں، اسی طرح اگر ساری دنیا مل کر راحت پہونچانا چاہے تو راحت نہیں پہونچ سکتی، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو راحت دینا چاہیں، معلوم ہوا راحت و مصیبت سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور اس پر صبر کرنا مؤمن کی عادت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو صحیح معنوں میں نعمتوں کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

اولاد سے محبت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم "رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم. قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. اَوْکَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

نغمۂ بلبل ہو یا آوازِ خاموشِ ضمیر
ہے اسی زنجیرِ عالم گیر میں ہر شئے اسیر

بزرگو دوستو اور عزیز طلباء! آج ایک خاص موضوع پر آپ سے کچھ بات کرنا ہے اور اس سلسلے میں ہماری اپنی جو کوتاہیاں ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہے در اصل اسلام ایک فلسفہ یا ایک کہانی نہیں بلکہ اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے اور اسلام کی اسی خوبی نے اسلام کے دشمنوں کو بھی حیران کردیا جو لوگ اسلام کو پنپتا اور پھیلتا

ہوا دیکھنا نہیں چاہتے اور اس کی بیخ کنی اور اس کی جڑوں میں ہمیشہ زہریلے انجکشن لگانا چاہتے ہیں وہ بھی اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں مسلمان کو بڑا خوش قسمت بنایا ہے پیدا ہونے سے لیکر مرنے کے بعد یعنی عقبیٰ والی زندگی جس کو ہم آخرت کہتے ہیں، وہاں تک کی رہنمائی کے لئے ہمارے پاس احکام موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو بڑا ہی خوش نصیب بڑا دھنی بنا یا ہے کہ جب چاہے، جس وقت چاہے اپنے دینی سماجی معاشرتی معاملات کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرسکتا ہے، قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے علم کی ضرورت ہے۔

آقائے مدنی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علم مومن کی میراث ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ۔علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ہر بچہ پر، ہر نوجوان پر، ہر بوڑھے پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔ جتنا وہ حاصل کرسکتا ہو اور اگر اس سے زیادہ حاصل نہیں کرسکتا جتنی اس کو ضرورت ہے تو پھر دوسرے سے رہنمائی حاصل کرے میں یہ عرض کررہا تھا ایک خاص موضوع پر بات کرنا ہے، وہ ہے اولاد، جن لوگوں کو اولاد نہیں ہوتی اور جن لوگوں کی گودیں اولاد سے خالی ہیں ان سے پوچھا جائے کہ اولاد کی کیا اہمیت ہے؟

اولاد اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا ،ہم جس کو چاہیں لڑکا دیں جس کو چاہیں لڑکی دیں اور جس کو چاہیں دونوں دیں اور جس کو چاہیں دونوں نہ دیں، یہ ہمارے اپنے اختیار میں نہیں ہے، کسی ڈاکٹر کسی وید کا اس میں دخل نہیں، جس طرح سے غیر مسلم مندروں میں جاکر منتیں مانتے ہیں کہ ہمیں اولاد ہوجائے اسی طرح ہمارے

مسلمان بھائی بھی (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے) درگاہوں پر اور اللہ والوں کی قبروں پر جاکر منتیں مانتے ہیں، جان لینا چاہئے کہ وہ بھی اللہ ہی کے محتاج ہیں ان کو بھی اولاد دینے کا اختیار نہیں، معلوم ہوا کہ اولاد کا ہونا اللہ کی جانب سے ہے۔

دودھ پلانے پر ماں کو اجر

نبی ﷺ کا ارشاد ہے قربان جایئے واللہ حضور اکرم ﷺ کی ایک ایک بات پر مر مٹنے کو جی چاہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو خوش خبری دی ہے، جب تک بچہ ماں کا دودھ پیئے گا، ہر قطرے کے بدلے دس نیکیاں اس کے ماں کے اعمال نامے میں لکھی جائیں گی۔ ایک صحابیہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ بعض دفعہ ماں کو دودھ نہیں آتا ہے لیکن بچہ دودھ پینے کی کوشش کرتا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بچہ کے دودھ پیتے وقت جس طرح ماں کو ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح ماں بچے کو سینے سے لگا کر دودھ پلا رہی ہے لیکن دودھ نہیں نکل رہا ہے تب بھی اللہ تعالیٰ دودھ پلانے کا ثواب دیتے ہیں اب اس بات پر وہ حضرات غور کریں جو آج انگریزی تہذیب میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ہر معاملے میں انگریز کی متابعت اور مطابقت کرتے ہیں کہ آج دودھ کے ڈبے سے اپنے بچے کو پالتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک قطرے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، دو سال تک عورت دودھ پلائے گی کروڑ ہا کروڑ نیکیاں اسکے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ ماں کا دودھ نہ پینے کی وجہ سے اولاد میں ماں باپ کے اطوار واخلاق نہیں آرہے ہیں اور اولاد بد دین اور گمراہ ہوتی جارہی ہے۔ اسی کو اکبر الہ آبادی نے کہا تھا۔ ؎

طفل میں خو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ ہے ڈبے کا اور تعلیم ہے سرکار کی

ماں بچے کو اپنا دودھ پلائے

دین پر عمل کرنے سے کتنا بڑا فائدہ ہے ایک تو یہ کہ بچہ ماں کا دودھ پیتا ہے اس کی صحت بنتی ہے ماں کا دودھ پینے سے ماں کی محبت بچے کے دل میں پیدا ہوتی ہے تیسرے یہ کہ ماں کا اعمال نامہ اس کی نیکیوں سے بھر جاتا ہے اور فرمایا کہ دو سال دودھ پلانے کے بعد جب ماں دودھ چھڑا دیتی ہے تو فرشتہ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ شاباش تو نے اللہ کا حکم پورا کر دیا، ہمارے معاشرے میں کتنی عورتیں ایسی ہیں اور کتنے مرد ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ صحت خراب ہو جائیگی ڈبے کا دودھ پلاؤ بکری کا دودھ پلاؤ، گائے کا دودھ پلاؤ ہاں اگر نہ ہو تو بات الگ ہے، آج فیشن بن گیا ہے کہ ماں اپنے بچہ کو دودھ پلانا عیب سمجھتی ہے جبکہ اللہ کے نبی اس کے لئے خوشخبری دے رہے ہیں اور اگر بچہ پیدا ہوتے ہی انتقال کر جائے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ماں نو مہینے تک اس کا وزن ڈھوتی ہے لیکن بچہ دنیا میں آتے ہی انتقال کر جائے تو سب سے بڑا صدمہ اسی ہستی کو ہوتا ہے، جس نے اتنی مشقتیں جھیلیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو میں نے اپنے بندی کا بچہ لے لیا اس نے کیا کہا فرشتے عرض کرتے ہیں۔ الٰہ العالمین اس نے صبر کیا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ پڑھا فرمایا کہ تم گواہ رہو کہ ہم نے بچے کے والدین کی مغفرت کر دی، ہم نے ایک محل بنا دیا جس کو بیت الحمد کہتے ہیں تعریف والا گھر، ابھی بچہ پیدا ہی ہوا تھا نہ ماں نے اسے دودھ پلایا نہ اس کی پرورش کی انتقال ہو گیا تو والدین نے کفنایا اور نماز جنازہ پڑھ کر قبر میں رکھ دیا، اللہ نے اس پر اجر دیا کہ ماں اور باپ دونوں کی مغفرت کا سامان کر دیا، یہ اولاد اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے سے لے کر اخیر تک اللہ تعالیٰ نے اس میں بھلائیاں رکھی ہیں، اگر بچے کی پیدائش کے وقت ماں کا انتقال

ہو جائے تو یہ حسن خاتمہ ہے یعنی مرنے والی زچہ کو اللہ تعالیٰ شہادت کا مقام عطا فرماتے ہیں، اللہ اکبر مسلمان کا کوئی عمل ایسا نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر نہ ہو لیکن میرے دوستو! ہم نے معلومات کرنا چھوڑ دیا ہے ہم سمجھتے ہیں جیسے غیر مسلموں کی زندگی ہے ویسے ہی ہماری بھی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما تھے، آپ کے نواسے امام حسینؓ آتے ہیں، حضور ﷺ ان کو پیار کرتے ہیں ان کے کان اور گردن کے پاس اپنا منہ رکھ کر چومتے ہیں سونگھتے ہیں۔

بچے جنت کے باغوں کے پھول ہیں

ایک صحابی اقرع بن حابسؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی بچوں کو پیار کر رہے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بچے تو جنت کے باغوں کے پھول ہیں فرمایا کہ جوان سے پیار کرتا ہے اللہ اس سے پیار کرتے ہیں اور جوان سے پیار نہیں کرتے اللہ اس سے پیار نہیں کرتا کیسی عجیب وغریب بات ہے، آپ ﷺ کے نواسے نماز پڑھتے ہوئے لپٹ جاتے اور آپ ﷺ سجدے میں ہوتے تو اِدھر سے اُدھر آر پار ہوتے رہتے کھیلتے رہتے تھے آج بچہ اگر نماز پڑھتے ہوئے تھوڑی شرارت کر دے۔ تو اسے چپت لگا دیتے ہیں کہ نماز خراب کر رہا ہے، حضور اکرم ﷺ کی بیٹی حضرت زینبؓ اونٹنی پر سوار ہو رہی تھیں تو ایک مشرک ہبار بن اسود نے آپ کی کوکھ میں لکڑی ماری جس کی وجہ سے آپ اونٹنی پر سے گر گئیں اور حمل ساقط ہو گیا، ان کے بطن سے ایک بیٹی امامہ تھیں، حضور ﷺ ان سے بڑی محبت فرماتے تھے، آج حال یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنے بچوں سے محبت ہی نہیں رکھتے پوتے پوتی نواسہ اور نواسی سے محبت کون کرے آقا سے مدنی ﷺ نے ہم کو سکھایا کہ بیٹا اور بیٹی سے زیادہ پوتوں سے اور نواسوں سے محبت ہوتی ہے۔

پوتوں اور نواسوں سے محبت

میرے استاذ محترم تو بڑی ہی عجیب وغریب بات کرتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت اپنے بچوں سے زیادہ پوتوں اور نواسوں سے محبت ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے، انہوں نے فرمایا اولاد ایسی ہے جیسے بادام اور اولاد کی اولاد ایسی ہے جیسے بادام کا مغز، اسلئے ان سے زیادہ محبت ہوتی ہے، اولاد کی تعلیم وتربیت پیار محبت شفقت ومہربانی یہ سب دین میں شامل ہیں، بشرطیکہ نیت درست ہو، مائیں بچیوں کو ڈانس پہلے ہی سکھا دیتی ہیں کہ فلاں ایکٹرس ایسا لباس پہنتی ہے تو ہماری بچی بھی ایسا ہی پہنے گی، اسی طرح فلاں ایکٹرس ایسا پہنتا ہے تو ہمارا بچہ بھی ایسا ہی پہنے گا، جب ایسی تربیت ہوگی تو یہ عذاب کا سبب بنے گا، بہرحال میں یہ عرض کررہا تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے بچیوں سے پیار کرنا سکھایا ہے حضرت زینبؓ کی بیٹی امامہ کو حضور اکرم ﷺ اپنے کندھے پر بیٹھاتے اور نیت باندھ کر نماز پڑھتے جب رکوع میں جاتے تو کندھے سے اتار دیتے اور کھڑے ہوتے تو پھر ایک ہاتھ سے کندھے پر بٹھا لیتے، دنیا میں ہے کہیں ایسی مثال؟ اتنے مہربان نانا اتنے مہربان باپ دنیا میں کہیں ایسا نمونہ نہیں مل سکتا۔ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ حسینؓ کے رونے کی آواز آئی نالی میں گر گئے تھے حضور اکرم ﷺ ممبر سے اتر کر مسجد سے باہر تشریف لائے اور حضرت حسینؓ کے ہاتھ پیر دھلائے پھر مسجد میں لاکر ایک جگہ بٹھایا پھر دوبارہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

بچوں سے محبت کی عظیم مثال

حضور ﷺ بچوں پر بہت زیادہ مہربان تھے ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ بچوں کو پیار کررہے ہیں، عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ بھی بچوں سے پیار

کرتے ہیں، مجھے اللہ نے دس بیٹے دیئے ہیں۔ لیکن آج تک میں نے کسی کو بھی پیار نہیں کیا، حضور ﷺ نے فرمایا اگر اللہ نے تیرے دل سے رحمت کو دور کردیا ہو تو میں کیا کروں۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جب کسی بچے کو دیکھتے ضرور پیار کرتے تھے۔

ایک انگریز نے پوچھا کہ مولانا اشرف علی تھانوی حکیم الامتؒ بہت سخت مزاج ہیں غلطی پر ڈانٹتے ہیں لیکن یہ بتاؤ کہ بچوں کے ساتھ کیسے پیش آتے ہیں؟ بتایا کہ بچوں کے ساتھ بچے بن جاتے ہیں جیسے وہ کھیلتا ہے ویسے ہی کھیلتے ہیں اور بچوں کیساتھ بچوں جیسی بات کرتے ہیں، اس نے اپنا ہیٹ اتار دیا اور کہا خدا کی قسم تھانوی بہت بڑا آدمی ہے اس سے پوچھا کہ یہ کونسی صفت ہے اس نے کہا کہ یہ نبیوں والی صفت ہے بچوں کے ساتھ بچوں کی عقل کے مطابق گفتگو کرنا اللہ کو زیادہ پسند ہے۔

حضور اکرم ﷺ اپنے گھر سے نکلتے ہیں ابوجہل اپنے گھر کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھتا ہے کہ محمد ﷺ کہاں جارہے ہیں ہر وقت تاک جھانک میں رہتا تھا، اس نے سوچا دیکھتا ہوں کہاں جاتے ہیں، آہستہ آہستہ پیچھے پیچھے چلا حضور ﷺ ایک محلے سے دوسرے محلے میں دوسرے سے تیسرے محلے میں یہاں تک کہ مکہ سے باہر نکل گئے۔ ابوجہل دور سے دیکھ رہا ہے، جب حضور اکرم جھونپڑ پٹی علاقے میں پہونچے تو چاروں طرف سے بچے نکل کر آگئے، رسولؐ آگئے رسولؐ آگئے کی صدا چاروں طرف گونجنے لگی اور محلے کے سارے بچے حضور اکرم ﷺ سے لپٹ گئے۔ ابوجہل کھڑا دیکھتا رہا پھر آپ ﷺ نے اپنی جیب سے نکال کر کھانے پینے کی چیزیں بچوں کو دیں، ابوجہل واپسی پر کہتا ہے خدا کی قسم جو صفات اور خوبیاں محمد ﷺ کو دی گئی ہیں وہ کسی کو نہیں دی گئیں۔ بچوں سے محبت کرنے کا اور بچوں کے ساتھ پیش آنے کا انداز میں آپ سے عرض کررہا ہوں۔ بچے جب چلنے پھرنے کے لائق ہوتے ہیں پڑھنے کے

لائق ہوتے ہیں اور اسکول اور کالج جانے کے لائق ہو جاتے ہیں مدرسوں میں پڑھنے کے لائق ہوتے ہیں، بے راہ روی سے بچانے کی تدبیر کرنی چاہیئے۔

آج کا ماحول ہے کہ مسلم نوجوانوں کو پولیس جہاں دیکھتی ہے کسی نہ کسی بہانے گولی مار دیتی ہے الزام لگا دیتی ہے دہشت گردوں میں شامل کر دیتی ہے۔ اور اس الزام کی وجہ سے برسوں جیل میں پڑا رہتا ہے۔ ان حالات میں اپنی اولاد کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ انشاء اللہ آئندہ پھر اسی سلسلے میں گفتگو کی جائے گی دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اولاد کی صحیح رہنمائی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور اولاد کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

سب سے بڑی نیکی کیا ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً، وَقَالَ تَعَالٰى رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً اِلٰى آخِرِالْاٰيَةِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

یہی ہر چیز کی تقویم، یہی اصلِ نمود
گرچہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے مستور

بزرگو، دوستو اور عزیز طلباء! اللہ تعالیٰ نے مومن اور غیر مؤمن میں فرق رکھا ہے کہ مومن کا ہر کام اللہ کی رضا کیلئے ہوتا ہے اور غیر مومن کے کام اپنے لئے اور اپنی خواہشات کے لئے ہوتے ہیں، کوئی کام مومن کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہو مسلمان کے ہر کام میں اللہ نے اجر و ثواب رکھا ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً ہر مسلمان اللہ سے یہ دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتے

ہیں کہ ایمان والے کی دنیا اچھی ہو فِی الدُّنیَا حَسَنَةً دنیا میں ایسی زندگی گذرے جو دنیاوی اعتبار سے باعزت ہو اور آخرت بھی اس زندگی کے ذریعہ بہتر ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ چاہتے تو صرف رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الآخِرَةِ نازل فرماتے لیکن ایسا نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ دنیا بھی اچھی اور آخرت بھی اچھی ہو، معلوم ہوا کہ دنیا میں عزت کے ساتھ رہنے کا طریقہ اسلام نے سکھایا ہے، دوسری جگہ فرمایا کہ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔ تمہارے اعمال اتنے اچھے ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو پسند کریں۔

اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے

اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کسی پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کو ستانے والے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہارے اندر طاقت اور صلاحیت رکھی ہے، اس کے ذریعے تم سے جتنے کام اچھے ہو سکیں کر لو لیکن برائی سے بچتے رہو یہی سب سے بڑی نیکی ہے، حضور اکرم ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ بتاؤ سب سے بڑی نیکی کیا ہے کسی نے کہا کہ سخاوت کرنا، کسی نے کہا کہ غریبوں کی مدد کرنا، کسی نے کہا کہ بیماروں کی تیمارداری کرنا اور کسی نے کہا کہ تہجد کی نماز پڑھنا، کسی نے کہا کہ ماں باپ کی خدمت کرنا کسی نے کہا کہ جہاد کرنا حضور پاک ﷺ نے ان ساری باتوں کو سن کر ارشاد فرمایا سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے بچ جائے، بتایئے کتنا آسان اور صحیح نسخہ حضور ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان گناہوں سے بچ جائے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بتاؤ مفلس کون ہے؟ غریب کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہماری نظر میں مفلس اور غریب آدمی وہ ہے جس کے پاس گھر بار نہ ہو روزگار نہ ہو، مال و دولت نہ ہو، باغ باغیچہ نہ ہو ایسا آدمی ہماری نظر میں مفلس ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے کیسی عجیب وغریب بات ارشاد فرمائی، خدا کی قسم ہم اس بات کو گرہ میں باندھ لیں تو کبھی کوئی گناہ نہ کریں۔

مفلس کون ہے؟

آقا مدنی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مفلس وہ آدمی ہے کہ قیامت کے دن اتنی نیکیاں لیکر آئے گا اللہ کے دربار میں کہ احد پہاڑ سے بھی زیادہ اس کے پاس نیکیاں ہوں گی عرب کے اندر احد پہاڑ بہت مشہور ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ احد پہاڑ مجھ سے محبت کرتا ہے اور میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں، اور فرمایا کہ میں نے نبی اور بندہ بننا پسند کیا ہے نبی اور بادشاہ بننا پسند نہیں کیا۔ اگر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ احد پہاڑ کو سونے کا بنا دے تو اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے، محققین فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس پہاڑ کو سونے کا بنا دیا۔ شاہ فیصل کے زمانے میں احد پہاڑ کو سائنٹسٹوں نے بتایا کہ یہ خالص سونا ہے، یہ پہاڑ خالص سونا ہے۔ شاہ فیصل نے کہا کہ اللہ کے نبی جس پہاڑ سے محبت کرتے ہوں میں اس پہاڑ کو کھودنا اچھا نہیں سمجھتا بہرحال اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک آدمی اتنی نیکیاں لیکر آئے گا کہ احد پہاڑ کے برابر اس کی نیکیاں ہوں گی بڑے عابدین صالحین، زاہدین بڑے بڑے علماء مشائخ اللہ والے اس کی نیکیوں کو دیکھ کر رشک کریں گے۔ کہ سبحان اللہ کتنی نیکی لایا ہے، جب اس بندے کو اللہ کے روبرو پیش کیا جائے گا کچھ لوگ سامنے آئیں گے اور کہیں گے کہ یا الٰہ العالمین اس آدمی نے دنیا میں ناحق گالی دی تھی۔ ارشاد ہوگا کہ اس کو گالیوں کے بدلے میں اس کی اتنی نیکی دیدی جائے، دوسرا آدمی آگے بڑھے گا، وہ کہے گا کہ اس نے مجھے دنیا میں دھوکہ دیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کی نیکیوں میں سے اتنی اس کو

دیدی جائے۔اس طرح ہوتے ہوتے پہاڑ کے برابر نیکیاں ختم ہوجائیں گی، اس کے پاس صرف گناہ رہ جائیں گے اورلوگوں کا تانتا بدھا ہوگا لوگ کہیں گے ابھی ہمارا حق باقی ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب ان لوگوں کے گناہ اس کے کندھوں پر ڈال دیئے جائیں اوران لوگوں کو بخش دیا جائے گا پہاڑ کے برابر نیکی ختم ہوجائیگی، دوسروں کے گناہ اسکے کندھوں پر لاد دیئے جائیں گے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اس کو دوزخ میں ڈال دو، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہے مفلس کہ اتنی ساری نیکیاں اللہ کے دربار میں لے کر حاضر ہوا پھر بھی بخشش نہیں ہوئی۔

حقوق العباد کے متعلق

آج ہم خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے پانچ وقت کی نماز پڑھ لی، تہجد پڑھ لی۔ ہم نے فلاں کام کرلیا ہے، یہ کرلیا وہ کرلیا، لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ کسی کو ناحق مارا تو نہیں، ہم نے کسی کو ستایا تو نہیں، ہم نے کسی کو ناحق گالی تو نہیں دی ہم نے کسی کو دھوکہ تو نہیں دیا، اس چیز کی طرف ہمارا کوئی دھیان نہیں ہے، حضور اکرم ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں جو آدمی دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے حالانکہ دھوکہ دینا معاشرہ اور کلچر میں اچھی چیز سمجھی جاتی ہے۔ عقلمندی اور ہنرمندی تصور کیا جاتا ہے، دیکھا کس طرح سے مال دے دیا گاہک کو، پتہ ہی نہیں چلا، ہمارے اور آپ کے امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ؒ کپڑے کی تجارت کرتے تھے، بازار میں ملازم کو کپڑے کے تھان فروخت کرنے کیلئے بھیجا، ایک تھان میں کچھ نقص تھا، وہ بھی بتلا دیا کہ گاہک کو یہ نقص دکھلا دینا کہ یہ نقص ہے، اگر پسند ہے تو لے لو۔ اس زمانے میں وہ تھان پچیس ہزار درہم میں فروخت ہوئے، نوکر رقم لیکر آیا حضرت امام صاحب ؒ نے نوکر سے پوچھا کہ ایک تھان میں جو نقص تھا وہ گاہک کو بتلا دیا تھا، نوکر نے کہا کہ حضرت بھول گیا، بتلایا

ہی نہیں فرمایا کہ تمہیں اس کا گھر معلوم ہے کہا کہ نہیں فرمایا اس پیسے کا استعمال کرنا میرے نزدیک جائز نہیں، وہ سارا پیسہ اللہ کی راہ میں خیرات کردیا، فرمایا کہ جو مال دھوکہ سے بیچا جائے اس مال کو مسلمان کھا نہیں سکتا، آج ناپ تول میں کمی کرنا بہت معمولی سی بات ہے، یا گھٹیا چیز کو اچھی چیز بتا کر پیش کرنا معمولی سی بات ہے یا جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنا عقلمندی سمجھا جاتا ہے۔

قسم کھانے سے مال میں برکت ختم ہوجاتی ہے

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مال قسم کھا کر بیچا جاتا ہے چاہے سچی ہی قسم کھائی ہے، اللہ تعالیٰ اس مال کی برکت کو سلب کرلیتے ہیں، اس مال میں برکت نہیں ہوتی جس مال کو بیچتے وقت سچی قسم کھائی جائے اور جب جھوٹی قسم کھائے تو مال میں برکت کیسے آئے گی۔ یہ وہ برائی ہے جو ہمارے معاشرے میں داخل ہوگئی ہے، برکت کیا چیز ہے؟ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے راضی ہوتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ برکت دیتے ہیں، برکت ہر کسی کو نہیں دیتے بلکہ جس سے راضی ہوتے ہیں اس کو برکت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہماری برکت کی کوئی انتہا نہیں، رزق سب کو دیتے ہیں جو اللہ کو نہیں مانتا اس کو بھی دیتے ہیں، جو شرک کرتا ہے اس کو بھی عطا کرتے ہیں، لیکن برکت نہیں دیتے، برکت اس کو دیتے ہیں جس بندے سے راضی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی لعنت

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس بندے سے ہم راضی ہوتے ہیں اس کو ہم برکت عطا فرماتے ہیں اور ہماری برکت کی کوئی انتہا نہیں اور جس

بندے سے ہم ناراض ہوتے ہیں اس پر ہم لعنت کرتے ہیں اور ہماری لعنت قیامت تک چلتی ہے، نیکیاں کرنا آسان، نیکیوں کو سنبھالنا بڑا مشکل، آدمی جب روپے لے کر باہر سے آتا ہے، بس میں سوار ہوتا ہے تو پیسے کو بہت سنبھال کر رکھتا ہے، بار بار جیب چھو کر دیکھتا ہے اور جو حفاظت نہیں کرتا وہ جیب کٹوا کر واپس آتا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی گناہ سے بچے، گناہ کیا ہے؟ ہر اس عمل کو گناہ کہتے ہیں جو ورسول کو ناپسند ہو۔

دوستو! ہماری کوئی گفتگو ایسی نہیں ہے جس میں ہم اللہ کو ناراض نہ کرتے ہوں، کیسا ہی اچھا دوست ہو کہ صبح سے شام تک اس کے ساتھ کھا پی رہے ہیں، لین دین کر رہے ہیں۔ لیکن جب وہ ہمارے پاس سے اٹھ کر جاتا ہے اس کی برائی شروع کر دیتے ہیں، ارشاد خداوندی ہے۔ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتاً فَکَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ. کہ غیبت کرنا اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔

غیبت سے تباہی

حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم یہی ہے کہ ایک آدمی چور ہے اس کے پیچھے کہا جا رہا ہے کہ فلاں آدمی چور ہے لیکن جب وہ سامنے آتا ہے تو جھک کر سلام کرتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں، تو یہی غیبت ہے، یہ بات عام ہے، اسی سے معاشرے میں بگاڑ آتا ہے، نہ حق بات کہنے کا مزاج رہا نہ حق بات سننے کا مزاج رہا، جب سچی بات کہنے کی طاقت نہ ہو اور سچی بات سننے کی ہمت نہ ہو تو معاشرے میں بگاڑ ہی آئے گا۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے کہہ دیا کہ صفیہ ایسی ہیں یعنی پستہ قد ہیں ناٹی ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ تم نے ایسا جملہ کہہ دیا خدا

کی قسم اگر اس کو سمندر میں ڈال دیا جائے تو سمندر کا پانی کڑوا ہو جائے۔ حضرت صفیہؓ پستہ قد تھیں، لمبی نہیں تھیں، کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے دانتوں میں فلاں فلاں آدمی کا گوشت لگا ہوا ہے، آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا تھا کہ انہوں نے فلاں فلاں کی غیبت کی ہے۔ غیبت اعمال کو اس طرح ختم کر دیتی ہے جس طرح سوکھی لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے۔ سب سے خطرناک بات تو یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک مرتبہ غیبت کرنا اپنی ماں سے بتیس مرتبہ (نعوذ باللہ) زنا کرنے کے برابر ہے، دنیا میں شریف آدمی ایسی بات سوچ بھی نہیں سکتا لیکن غیبت کرنے میں شیطان نے جو مزہ رکھا ہے اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ گناہ سے رک جائے۔ یہ ایک فارمولہ ہے اگر اس پر عمل کر لیں تو پوری زندگی بن جائے ہر آدمی یہ ارادہ کر لے تو نیکی کی خود بخود توفیق ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

سلمان فارسیؓ نے حق کیلئے ظلم سہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدَہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَلَمَّا یَاْتِکُمْ مَثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ مستھم الْبَاْسَاْ وَالضَّرَّاءِ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

کیا تم لوگوں نے خیال کر رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور اب تک تم پر گذرے ہوئے لوگوں کی طرح حالات پیش نہیں آئے ان کو سختی اور

تکلیف پہونچی اور ہلا دیئے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور ایمان لانے والے کہنے لگے کب اللہ کی مدد آئے گی، سن لیجئے اللہ کی مدد قریب ہے۔

ضمیر پاک ونگاہِ بلند ومستیٔ شوق
نہ مال ودولتِ قاروں، نہ فکرِ افلاطوں
سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ ؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

بزرگو دوستو اور عزیز طلباء! تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان والوں کو بہت زیادہ تکلیفیں جھیلنی پڑیں اور مشقتیں برداشت کرنی پڑیں، لیکن جس کو ایمان کی حلاوت وچاشنی مل گئی اس کے لئے ہزار تکالیف بھی آسان ہیں، اس لئے کہ اسلام ہی وہ سچا مذہب ہے جس کی وحدانیت اور حقانیت کا اقرار کرنے کے بعد خواہ کتنی ہی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے، اسے بخوشی برداشت کرلیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ کے دل میں بھی اللہ پاک نے اس مذہب کی حقانیت واضح کردی اور وہ اسے اختیار کرنے کیلئے ہر قسم کے مصائب وآلام کو برداشت کرکے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

سلمان فارسیؓ کی حالت

زمانۂ شباب میں صرف آتش پرست ہی نہیں بلکہ آتشکدہ کے پجاری اور مندر کے نگراں بھی تھے آپ کے دل میں ایمان کا داعیہ اس وقت پیدا ہوا جبکہ ایک نصاریٰ کی عبادت سے آپ متاثر ہوئے اور وہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ آپ کے والد محترم ایک روز مکان بنانے میں منہمک ہوگئے اور انہیں کاشت کی دیکھ ریکھ کیلئے کھیت میں بھیج دیا، راستے میں نصاریٰ کے گرجا گھر سے گذر رہوا، ان کو دیکھنے کی غرض سے اس

میں داخل ہوگئے ،اس وقت وہ لوگ نماز میں مشغول تھے،ان لوگوں کی عبادت آپؓ کے دل پر اثر انداز ہوئی اور آپ کو یہ دین پسند آ گیا پورا دن وہیں گذار کر شام کو گھر واپس آئے۔اور پدر بزرگوار سے کھیت نہ جانے کی وجہ نیز گرجا گھر کا پورا ماجرا کہہ سنایا اور یہ بھی بتادیا کہ مجھے ان ہی لوگوں کا مذہب اچھا معلوم ہورہا ہے، باپ نے سمجھانا شروع کیا کہ پیارے بیٹے تونے غلط سمجھا، ہمارے آباؤ اجداد کا دین ہی سب سے بہتر ہے،مگر سلمان فارسیؓ کے بھاگ جانے کا خوف والد کے دل میں سما گیا،اس لئے سلمان فارسیؓ کے پیروں میں بیڑی ڈال دی گئی ،لیکن آپؓ نے اس رکاوٹ کی پرواکئے بغیر نصاریٰ کو یہ خبر بھیج دی کہ جب شامی تاجر آکر واپسی کا ارادہ کرلیں تو مجھے ضرور خبر کردینا تاکہ میں بھی کسی طرح ان لوگوں کے ہمراہ شام چلا جاؤں اور وہاں کے پادریوں سے دین کی باتیں سیکھوں۔

چنانچہ جب وقت آ گیا تو انہیں اطلاع دی گئی ،اطلاع ملتے ہی ان کی بے چینی میں اضافہ ہوگیا انہوں نے شامی پادریوں سے ملاقات کے لئے بیڑی توڑنے کی کوشش کی ،رب العزت کی امداد سے بیڑی بھی ٹوٹ گئی اور وہ ان لوگوں کے ساتھ ملک شام چلے گئے ،وہاں ایک گرجا گھر کے پادری کی زیر تربیت رہنے لگے، کچھ دنوں بعد اس پادری کا انتقال ہوگیا تو وہ دوسرے پادری سے فیض یاب ہوتے رہے، مگر جب ان کی بھی جانکنی کا وقت آیا تو ان سے کسی تیسرے پادری کے سلسلے میں دریافت کیا گیا، جواب میں انہوں نے شہر موصل کے ایک پادری کے یہاں جانے کا حکم دیا، اس طرح پے درپے چار پادریوں کے پاس وقت لگانے کی نوبت آئی ،آخری راہب دارفانی سے کوچ کرتے وقت حضرت سلمان فارسیؓ سے یوں خطاب کرتے ہوئے رخصت ہوا کہ بیٹا اب کوئی اہل ایمان نہیں ہے،بس اب نبی آخرالزماں کا انتظار کرو

اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی چند علامتیں بھی بتلادیں کہ ان کے لئے صدقہ کھانا جائز نہ ہوگا، وہ ہدیہ قبول فرمائیں گے،ان کے مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

سلمان فارسیؓ کا غلامی کا زمانہ

سلمان فارسیؓ اس وقت تک کافی بکریوں اور اونٹنیوں کے مالک بن چکے تھے، اسی دوران عرب سے قبیلہ بنی کلب کے کچھ لوگ آئے ،تو حضرت سلمان فارسیؓ نے ان لوگوں سے ملاقات کی اور اپنی ساری اونٹنیاں اور بکریاں دے دینے کی شرط پر عرب لے چلنے کی درخواست کی ،ان لوگوں نے اس شرط کو بخوشی منظور کرلیا،مگر ان کے ساتھ غداری کرکے دونوں چیزیں بھی لے لیں اور اپنا غلام ثابت کرکے انہیں کسی کے ہاتھ فروخت کردیا۔

وہ یکے بعد دیگرے کئی شخصوں کے ہاتھ بکتے رہے،ایک دن وہ دسویں آقا کے باغ میں کام کررہے تھے، دریں اثناء آقا کے چچازاد بھائی ان کے پاس آئے اور یوں کہنے لگے کہ ایک شخص کو چند لوگ مدینہ میں گھیرے ہوئے ہیں،اور وہ شخص ببانگ دہل نبی آخرالزماں ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میرے بدن میں عجیب کیفیت اور پاؤں میں اس طرح کپکپی طاری ہوئی کہ میں درخت سے گرنے کے قریب ہوگیا بہت سنبھل کر نیچے اترا اور اپنے آقا کو سارا حال سنایا۔انہوں نے مجھے الٹے ایک طمانچہ رسید کیا، میں مایوس ہوکر پھر کام میں مشغول ہوگیا۔

شام کو کچھ اچھی کھجوریں لیکر حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا، میں نے آزمائش کے طور پر وہ کھجوریں صدقہ کہہ کر پیش کیں،آپ ﷺ نے ہاتھ روک لیا اور صحابہ کرام کو کھانے کا حکم صادر فرمایا، مجھے ایک نشانی مل گئی ، پھر دوسرے دن کچھ

کھجوریں بطور ہدیہ پیش کیں، آپ ﷺ نے قبول فرمالیں، مجھے بتائی گئی دوسری نشانی بھی صحیح نکلی، پھر میں تیسرے دن آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھنے کے لئے کوشاں رہا اور اسے دیکھنے کی غرض سے پیچھے ہٹا تو آپ میری مراد سمجھ گئے اور اپنی چادر مبارک ہٹادی، مہر نبوت دیکھ کر مجھے یقین کامل ہوگیا کہ واقعی یہی نبی آخر الزماں ہیں لہٰذا میں نے اسلام قبول کرلیا اور خدا کا شکرادا کیا، علماء نے لکھا ہے کہ سو سال کی عمر میں آپ نے اسلام قبول کیا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا مشورہ

حضرت سلمان فارسیؓ ایک زیرک وعقلمند تجربہ کار صحابی تھے۔ دین حق کی تلاش میں جس قدر حیران وسرگرداں رہے شاید اتنا کوئی نہ رہا ہوگا۔ بالآخر آپ کو اللہ نے دولت ایمان سے نوازا اور صحابیت کا اعلیٰ مقام عطا کیا اور غزوہ خندق سے لے کر جتنے غزوات ہوئے ان تمام میں شریک ہوئے اور خندق کھودنے کا مشورہ انہوں نے ہی دیا ۵ھ میں جب کفار مکہ دس ہزار کا جم غفیر لیکر چلے کہ اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکیں اور اس وقت مسلمان ایک قلیل تعداد میں بے سروسامانی کے عالم میں تھے اور پھر مدینہ کے منافقین بھی فتنہ پروری سے باز نہیں آتے تھے۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کہ کیا کیا جائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ لمبی چوڑی خندق کھودی جائے۔ چنانچہ انہیں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے خندق کھودی گئی، کفار مکہ پہونچے اور جنگ کا ایسا نقشہ دیکھ کر حواس باختہ ہوگئے، آپ ﷺ نے زمین کے ایک ایک ٹکڑے کو دس دس صحابہ کرام پر تقسیم کردیا تھا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو کوئی ساتھی نہیں ملا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلمانؓ میرے اہل بیت میں سے ہیں یہ میرے ساتھ رہیں گے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کیلئے کئی بڑی فضیلتیں ہیں آپ ﷺ ان کو اپنے اہل بیت سے قرار دے رہیں۔

حضرات صحابہ کرام میں ان سے زیادہ کسی بھی صحابی کی عمر نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو دین پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

حسینؓ کی شہادت میں وطن سے محبت کا درس

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: ” وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ “ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

پتھروں کو توڑ کر بڑھتا ہے دریا پُر جوش
اس کی موجوں کے تھپیڑوں میں ہے کہنۂ روزگار
یونہی دریا شان سے بہتا رہے گا تا ابد
آئیں گے ارضِ کہن میں انقلاب تازہ کار

بزرگو، دوستو اور عزیز طلباء! دنیا میں آئے دن طرح طرح کے حوادث و انقلابات آتے رہتے ہیں لیکن بعض حوادث وواقعات ایسے بھی ہوئے ہیں کہ دنیا

انہیں یادرکھتی ہے اچھا ہے تو اچھائی کے ساتھ برا ہے تو برائی کے ساتھ انہیں عظیم اور حولناک حوادث میں سے وہ بھی ہے جو دس محرم الحرام کو نواسہ رسول ﷺ جنت کے نوجوانوں کے سردار حضرت حسین بن علیؓ کے ساتھ پیش آیا، آج کی اس عظیم الشان مجلس میں اسی واقعہ کا تذکرہ کررہا ہوں۔

چار مہینے اشہر حرم کہے جاتے ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب المرجب، ماہ محرم بجائے خود ایک محترم مہینہ ہے سن ہجری کا آغاز اسی مہینے سے ہوتا ہے اس کے لئے بڑے فضائل ومناقب ہیں۔ اور احادیث میں کثرت سے ماہ محرم کے ابتدائی دس دنوں کی فضیلتیں بیان فرمائی گئی ہیں ان ایام میں جو عبادتیں کی جاتی ہیں ان کے اجروثواب تقریباً اتنے ہوتے ہیں جس قدر ماہ رمضان المبارک میں کی جانیوالی نیکیوں پر ملتے ہیں اگر کوئی شخص پورے عشرہ اول کے روزے رکھتا ہے تو سبحان اللہ ورنہ نویں اور دسویں کی دو تاریخوں میں روزے رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے، یہ روزے اگرچہ نہ فرض ہیں نہ واجب اور نہ سنت مؤکدہ بلکہ مستحب ہیں، چونکہ ان روزوں کی اہمیت اور اجروثواب کو حضرت رسول اللہ ﷺ نے بار بار بیان فرمایا اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان دنوں میں روزے رکھیں اور عاشورہ یعنی دسویں تاریخ کو اپنے اہل وعیال کو حسب مقدور اچھے سے اچھا کھلائیں پلائیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر دسترخوان وسیع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سال بھر کی وسعت عطا فرماتے ہیں۔

حضرت حسینؓ کی تعلیم

حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی کے صاحبزادے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے تینوں پیشرو خلفاء حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ

عنہم کے برخلاف کوفہ کو دارالسلطنت بنایا اور پہلے کے تین خلفاء نے مدینہ منورہ کو پایۂ تخت بنایا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور بڑا ہی اختلاف وانتشار اور آپسی خانہ جنگی اور جنگ وجدال کا دور تھا، جنگ جمل اور جنگ صفین انہیں کے دور میں واقع ہوئی اور کچھ کم وبیش چار سال کی خلافت رہی بالآخر خارجیوں نے آپؓ کو شہید کر ڈالا آپ کوفہ کی سرزمین میں آسودۂ خواب ہیں۔

یوم عاشورہ ہی سے متعلق تاریخ اسلام کا ایک اہم واقعہ بھی ہے اور وہ حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت اور معرکہ کربلا ہے، ہمیں اس واقعہ کو بھی ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے اور اس کی روشنی میں اپنے لئے لائحہ عمل مرتب کرنا چاہئے۔ حضرت حسینؓ نے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھ اپنے احباب واعزہ خواتین اور بچوں کو خدا کی راہ میں قربان کرکے درحقیقت ہمیں اس کی تعلیم دی ہے کہ ہم زندہ رہیں تو خدا کے لئے اور جب ہم جان دیں تو اسی کی راہ میں۔ سب سے زیادہ قیمتی اور قابل رشک جان وہی ہے جو خدا کی راہ میں کام آئے اور اسے صرف اس جرم میں ختم کیا گیا ہو کہ وہ خدا کی نام لیوا تھی۔ ہماری زندگی کا صرف ایک نصب العین اعلاء کلمۃ الحق ہو ایک مومن کے دل میں صرف خوف خدا ہونا چاہئے اور اس کے قلب میں کسی اور کا بھی خوف ہے تو پھر صاف لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا دل نور ایمان سے روشن نہیں۔ اگر عملی طور پر دنیا میں یہ ناممکن ہے کہ ایک گلاس میں دو طرح کے پانی بیک وقت الگ الگ رہ سکیں تو یہ بھی ناممکن ہے کہ ایک دل میں خدا کے ساتھ غیر اللہ کا بھی خوف ہو، اس کا ثبوت ہمیں واقعہ کربلا سے ملتا ہے۔

محض ۷۲ نفوس کا مقابلہ یزید کی فوج بیکراں سے ہو رہا تھا، حضرت حسینؓ آخر ناسمجھ تو نہیں تھے کہ انجام سے بے خبر ہوں۔ لیکن انہوں نے جان دینا آسان سمجھا مگر

یہ گوارہ نہ کیا کہ اسلام کی شکل وصورت کو مسخ ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور خاموش رہ جائیں چنانچہ باطل سے مقابلہ کیا اور بقول حضرت خواجہ اجمیریؒ۔ ؎

سرداد نہ داد در دست یزید
حقا کہ بناء لاالہ است حسینؓ

اس لئے اگر آج ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں باعزت زندگی گزاریں تو ہمیں حضرت حسینؓ کا کردار اپنانا اور اختیار کرنا ہوگا۔

کوفہ جانے کا سبب

سیدنا حضرت حسینؓ کوفہ از خود تشریف نہیں لے گئے بلکہ کوفیوں نے سیکڑوں خطوط بھیجے اور ان کے دست مبارک پر بیعت کا عہد لکھا۔ تاریخ طبری کے حوالے سے ایک خط سناتا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حسین بن علی کو سلیمان بن صرف اور مسبب بن لحیہ اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے شیعہ مومنین ومسلمین کی طرف سے سلام علیک ہم لوگ حمد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی سزاوار اور پرستش کے لائق نہیں۔ بعد اس کے شکر ہے اللہ کا کہ اس نے آپ کے سرکش وگمراہ دشمن کو خاک میں ملا دیا جس نے امت کی حکومت کو دبا لیا تھا غنائم کو چھین لیا تھا ان کی مرضی کے بغیر ان کا حاکم بن بیٹھا تھا نیک بندوں کو اس نے قتل کر ڈالا تھا اور بدکاروں کو رہنے دیا، مال خدا کی دست بدست ظالموں میں وہ پھراتا رہا عذاب اس پر نازل ہو جس طرح دشمنوں پر نازل ہوا۔ ہم لوگوں کا ہدایت کرنیوالا کوئی نہیں آپ تشریف لائیں شاید آپ کی وجہ سے خدا ہم سب کو حق پر مجتمع کر دے، نعمان بن بشیر قصر امارت میں موجود ہیں نہ ہم جمعہ میں ان کا ساتھ دیتے ہیں، نہ عیدگاہ میں ان کے ساتھ جاتے

ہیں ہمیں اتنا معلوم ہو جائے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لا رہے ہیں تو ہم ان کو اس طرح نکال دیں کہ انہیں شام میں انشاءاللہ چلا جانا پڑے، وَالسَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

ایک اور خط عبداللہ بن سبیع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ساتھ روانہ کیا اور انہیں حکم کیا کہ جلد پہنچادیں دونوں شخص بہ تعجیل روانہ ہوئے یہ خط دسویں تاریخ میں مکہ میں حضرت حسینؓ کو پہونچا اس خط کے روانہ کرنے کے دو دن بعد اہل کوفہ نے قیس بن مسہر حیدادی اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارجبی اور عمارہ بن عبید سلولی کے ساتھ قریب قریب (53) خط روانہ کئے ایک شخص کی طرف سے دو کی طرف سے چار کی طرف سے پھر دو دن کے بعد ہانی بن ہانی سبعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ساتھ یہ خط روانہ کیا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حسین بن علی کو ان کے شیعہ مومنین اور مسلمین کی طرف سے جلد روانہ ہو جایئے لوگ آپ کے منتظر ہیں سب کی رائے بس آپ کے اوپر ہے جلدی کیجئے! وَالسَّلَامُ

کربلا جانے سے منع کیا

شیث بن ربعی وغیرہ نے لکھا کہ نواحی کوفہ لہلہا رہے ہیں۔ میوہ پختہ ہو گئے ہیں، آپ جب چاہے آیئے آپ کا لشکر یہاں تیار موجود ہے یہ سب پیامبر ایک ہی وقت میں حضرت کے پاس پہونچ آپ نے ان خطوط کو پڑھا اور پیامبروں سے لوگوں کا حال دریافت کیا۔ پھر لکھا کہ جو کچھ تم لوگوں نے لکھا اور تمہارا یہ قول کہ ہمارا کوئی ہدایت کرنیوالا نہیں ہے۔ آپ آیئے شاید اللہ آپ کے سبب سے ہم کو حق وہدایت پر مجتمع کردے۔ مجھے معلوم ہوا میں نے اپنے چچازاد بھائی کو جن پر مجھے بھروسہ ہے اور میرے اہل بیت میں سے ہیں بھیج رہا اور ان سے کہہ دینا کہ تم لوگوں کی رائے لکھ کر بھیج دیں، اگر ان کی تحریر سے تمہاری بات کی تصدیق ہوگئی تو بہت جلد

انشاءاللہ آؤنگا، بالآخر اہل کوفہ کے خطوط اور بھائی کی تصدیق سے جب انہیں یقین ہو چلا اور عراق جانے کا ارادہ کرلیا تو عمر بن عبدالرحمٰن حضرت حسین کے پاس آئے اور کہا برادر میں آپ کے پاس ایک کلمۂ خیر لے کر آیا ہوں اسے میں بیان کرنا چاہتا ہوں آپ ہی کی خیرخواہی کا کلمہ ہے اگر آپ چاہیں تو بیان کردوں ورنہ اپنے ارادے سے باز آؤں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بیان کرنے کی اجازت دی تو عمر بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ سنتا ہوں آپ عراق کی طرف جانا چاہتے ہیں اس سفر میں مجھے آپ کیلئے اندیشہ ہے آپ اس شہر میں جاتے ہیں جہاں عہدے دار اور امراء ہیں ان کے پاس خزانے ہیں اور لوگ درہم و دینار کے بندے ہیں مجھے اس بات کا ڈر ہے جن لوگوں نے آپ سے نصرت واعانت کا وعدہ کیا ہے وہ آپ کے مخالفین کا ساتھ دینا آپ کا ساتھ دینے سے بہتر سمجھیں گے۔

جو مقدر میں ہے وہی ہوگا

حضرت حسینؓ نے فرمایا اللہ تمہیں جزائے خیر دے تم نے ایک خیر کا کلمہ کہا جو مقدر میں ہے ہوگا وہی میں تمہاری رائے پر عمل کروں یا نہ کروں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جب حضرت حسینؓ کی روانگی کا حال سنا تو ان کے پاس آئے اور کہا بھائی لوگوں میں چرچا ہے کہ آپ عراق جارہے ہیں حضرت حسینؓ نے کہا انشاءاللہ اسی دو دن کے اندر روانہ ہو جاؤنگا۔ ابن عباسؓ نے کہا خدا کا واسطہ دیتا ہوں ایسا نہ کیجئے کوفیوں نے اپنے حاکم کو مار ڈالا ہوتا، شہروں کا انتظام کرلیا ہوتا اپنے دشمن کو نکال دیا ہوتا تب تو آپ ان کے پاس جاتے اور اگر وہ صرف آپ کو بلا رہے ہیں تو آپ کو جنگ وجدال کے واسطے بلا رہے ہیں یہ لوگ آپ کو دھوکہ دیں گے اور آپ پر حملہ کریں گے اور ان کا حملہ تیز تر ہوگا۔ حضرت حسینؓ نے جواب دیا میں خدا

سے خیر کا طالب ہوں اور دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے افراد خاندان کو لے کر چل دیئے اور میدان کربلا میں پہنچ گئے بالآخر ابن زیاد کی فوج سے آل رسول ﷺ کی گھمسان لڑائی ہوئی جس میں اکثر آل رسول شہید ہو گئے۔ حضرت حسین کے سر کو جدا کر کے حمید بن مسلم کے ساتھ کوفہ قصر امارت بھجوایا گیا اور وہ جسم مبارک جس کو رسول اللہ ﷺ بوسہ دیا کرتے تھے دس لعنتیوں نے اپنے گھوڑوں سے روند ڈالا، آسمان وزمین نے اس سے زیادہ دردناک واقعہ کبھی نہیں دیکھا تھا اس کو تفصیل سے بیان کرنا میرے لئے بڑا ہی مشکل ہے مجھ میں طاقت نہیں ہے کہ البتہ واقعہ کربلا سے ہم کو نصیحت ملتی ہے کہ ظالم کے سامنے گردن کبھی نہ جھکائیں، حق کیلئے اپنی جان قربان کردیں۔

واقعہ کربلا میں نصیحتیں

واقعہ کربلا میں ہمارے لئے بہت سی نصیحتیں ہیں۔ اس کا ایک ایک لمحہ ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ ہم ظلم کسی پر نہ کریں، کسی کو ہرگز نہ ستائیں اور کسی پر عرصۂ حیات تنگ نہ کریں، لیکن اگر وقت آئے اور حق وناحق، ظلم وانصاف کا سوال ہو، تو حق کیلئے جان تک دے دیں، یہ حضرت حسینؓ کا اسوہ ہے۔

حضرت حسینؓ نے حق کا اعلان کیا، حق کی طرف سے دفاع کیا اور حق کیلئے اپنی جان دینا گوارہ کیا، مگر باطل کے آگے سرنگوں نہ ہوئے، جب باطل نے للکارا تو مقابلہ کرنے کیلئے نکلے، حضرت حسینؓ نے کسی پر لشکر کشی نہیں کی، کسی پیاسے کو نہ تڑپایا، کسی کو بھوکا نہ رکھا، کسی کی زندگی سے کھیلنے کی کوشش نہ کی، لیکن یہ سارے مظالم آپ رضی اللہ عنہ پر ڈھائے گئے، حضرت حسینؓ نے ان کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور جب وقت آیا تو جان دینے سے دریغ نہ کیا۔

حضرت حسینؓ کی سیرت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے، ان واقعات کی روشنی میں اپنے لئے کوئی صحیح راہ متعین کرنی ہے آج ہمارا جرم یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں، اسی لئے ہم پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، ہر زمانہ میں حق پرستوں پر عرصہ حیات تنگ کیا گیا ہے انہیں بڑی بڑی مصیبتوں کو برداشت کرنا پڑا ہے، یہی صورت حضرت حسینؓ کی زندگی میں پیش آئی تھی۔

آج کے اس نازک دور میں ہمیں پہلے تو اپنا جائزہ لینا ہوگا، اور ایمان وعمل میں جو خامیاں ہیں انہیں دور کرنی ہوں گی اور یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہمیں زندہ رہنا ہے تو باعزت طور پر زندہ رہنا ہے، مسلمان ذلت کی زندگی گزارنے کو تیار نہیں، ہمیں نقصان پہنچانے اور برباد کرنے کی کوشش کی جائے گی تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے، ذلت کی موت نہیں مریں گے، موت زندگی میں ایک بار آتی ہے وہ وقت پر آ کر رہے گی، وہ جس طرح مقدر ہو چکی ہے اسی طرح آئے گی خواہ کوئی صورت اختیار کی جائے اور کتنی ہی محفوظ جگہ میں کیوں نہ پناہ لی جائے موت بہرحال آئے گی، اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

ہمارا فیصلہ ہے کہ ہم اسی ہندوستان میں رہیں گے، اپنے حقوق حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کریں گے، ہوسکتا ہے ملک وملت کیلئے افراد کی قربانیاں دینی پڑیں، ملت کی باعزت زندگی کے لئے چند افراد کی قربانیاں قابل قدر سہی مگر غیر معمولی نہیں ہوا کرتیں، ہندوستانی مسلمانوں کو بہرحال خود اپنی راہ نکالنی ہوگی، اگر یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے ممالک مدد کریں گے تو غلطی میں مبتلا ہیں، ہر ملک اپنے مسائل میں الجھا ہوا ہے، کسی کو بھی اپنے معاملات سے فرصت نہیں ہے اور نہ اس کا موقع ہے کہ وہ دوسروں کی طرف دیکھیں۔

آپ کو ہر چار جانب سے نگاہ ہٹا کر اور ہر طرف سے منہ موڑ کر اپنے کو سنبھالنا اور اپنے حقوق کیلئے جدوجہد کرنی ہوگی۔

اب کے جو فیصلہ ہوگا وہ یہیں پر ہوگا
ہم سے اب دوسری ہجرت نہیں ہونے والی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت حسینؓ جیسا جوش وجذبہ اور ہمت واستقامت اور دین پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

رمضان المبارک کے فضائل اور اعمال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَھِدَ مِنکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

عبادت اپنے رب کی میں نہیں ہوں چھوڑنے والا
عبادت سے بتوں کی تو نہیں منہ موڑنے والا
بتوں سے تری چاہت اور رب سے چاہ میری ہے
وہ تیری راہ تیری ہے یہ میری راہ میری ہے

بزرگو، دوستو اور عزیز طلباء! رمضان المبارک کا مہینہ قریب آرہا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے متعلق کچھ اہم اور ضروری فضائل ومسائل پیش خدمت

کروں۔ میں نے سورۂ بقرہ کی ایک آیت تلاوت کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ رمضان کا مہینہ وہ (فضیلت و برکت والا مہینہ) ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور راہ پانے کی روشن دلیلیں ہیں، کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے وہ ضرور روزہ رکھے۔ جتنی بھی آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں ان سبھی میں مقدم، معزز و محترم کتاب قرآن کریم ہے جس نے گذشتہ ساری کتابوں کو منسوخ کر دیا اور یہی وہ کتاب ہے جو رہتی دنیا تک سرچشمۂ ہدایت اور ایمان و اسلام کی داعی و محرک ہے یہ وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ ایسی عظیم الشان اور عظیم المرتبت کتاب اللہ تعالیٰ نے اس مبارک مہینہ میں نازل فرمائی جس میں عبادت نافلہ کا ثواب فرائض کے برابر اور فرائض کا ثواب دیگر ایام کے ستر فرائض کے برابر ہیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی ایک طویل حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! ایک باعظمت مہینہ آپہونچا جو ماہ مبارک ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینہ سے بہتر ہے، اس کے روزے اللہ نے فرض فرمائے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام کرنا نفل قرار دیا ہے، اس ماہ میں جو شخص کوئی نیک کام کرے گا اس کو ایسا اجر و ثواب ملے گا جیسے دوسرے مہینوں میں فرض ادا کرنے کا ملتا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں ایک فرض ادا کرے دوسرے مہینوں کے ستر فرائض کے برابر ثواب ملے گا یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ آپس کی غمخواری کا مہینہ ہے اس میں مومن کا وزن بڑھا دیا جاتا ہے اس ماہ میں جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کرا دے تو یہ اس کی مغفرت کا اور دوزخ سے اس کی گردن کی آزادی کا سامان بن جائے گا اور اس کو اسی قدر ثواب ملے گا۔ جتنا روزہ دار کو ملے گا مگر روزے

دار کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔ حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم میں ہر شخص کو اتنا مقدور نہیں جو روزہ دار کو افطار کرائے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ثواب اسے بھی ملے گا جو کسی کو کھجور یا پانی یا لسی پلا دے۔ خدا کی دین کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے لیکن افسوس ہم پر کہ رحمت سے دور بھاگے جا رہے ہیں۔ اللہ اتنے بڑے شفیق و رحیم ہیں کہ نیکی اور ثواب کا شوق دلا کر ہم کو جنت میں لے جانا چاہتے ہیں اور نفلوں کا ثواب فرضوں کے برابر کر دیتے ہیں مثلاً تراویح کو لیجئے۔

نماز تراویح کی فضیلت

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی مخصوص عبادات، روزے اور قیام اللیل کو کسی نہ کسی صورت میں قرآن مجید پر مرکوز کر دیتا ہے، اس مہینہ کا حاصل ہی قرآن کو سننا اور پڑھنا، سیکھنا اور اس پر عمل کی استعداد پیدا کرنا ہے، اس لئے آپ کو سب سے زیادہ اہتمام، جس چیز کا کرنا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ وقت قرآن مجید کی صحبت و معیت میں بسر کریں، یہ وقت اس طرح بسر کریں کہ ایک طرف آپ کا دل اور آپ کی سوچ قرآن کو جذب کر لے، اور آپ کا ضمیر اس کے مطابق عمل کے لئے آمادہ ہو۔

نماز تراویح کی پابندی سے کم سے کم اتنا ضرور حاصل ہوتا ہے کہ آپ پورا قرآن ایک بار سن لیتے ہیں، اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اللہ کا کلام سننے کا روحانی فائدہ اپنی جگہ پر بہت قیمتی ہے، لیکن عربی نہ جاننے کی وجہ سے آپ اس عبادت سے فائدہ نہیں حاصل کر پاتے کہ آپ قرآن کے پیغام اور مضامین سے واقف ہو جائیں، ان کو تازہ کر لیں، اس لئے ضروری ہے کہ آپ اس مقصد کیلئے کچھ زیادہ محنت کریں اور کچھ اس سے زیادہ وقت قرآن کیلئے لگائیں، جتنا وقت آپ تراویح کی نماز میں صرف کریں اور قرآن سنیں اور خود پڑھنے کی کوشش کریں۔ کتنا حصہ روزانہ پڑھیں؟

مقدار کا ایک تعین تو تراویح کی صورت میں کیا گیا ہے، اتنا پڑھنا چاہئے کہ رمضان کے مہینے میں قرآن مجید کا ایک دور مکمل ہو جائے، سب سے بہتر تو یہ ہے کہ قرآن کا جتنا حصہ تراویح میں سنیں اتنا ہی ترجمے سے پڑھ لیں۔ لیکن یہ کام سب کے لئے ذرا مشکل ہے۔ قرآن مجید نے خود ان لوگوں کو جو کمزور ہیں، اس معاملے میں سہولت دی ہے، فرمایا ہے کہ جتنا آسانی سے پڑھ سکو اتنا پڑھو۔

ہمارے حضرت حاذق الامت مولانا حکیم زکی الدین احمدؒ پر نامبٹی فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید کی تلاوت پابندی سے کرتے رہو چاہے پاؤ پارہ ہی کیوں نہ پڑھا جائے۔ ایک دن تو کئی پارے تلاوت کر لئے اور پھر ناغہ کر دی یہ مقبولیت کی علامت نہیں۔ عبادت اور وظائف میں دوام اور استقلال کی اشد ضرورت ہے۔

تراویح میں پورا قرآن سننے کا اہتمام کیجئے، ایک بار رمضان میں پورا قرآن پاک سننا مسنون ہے، تراویح کی نماز خشوع وخضوع اور ذوق وشوق کے ساتھ پڑھئے اور جوں توں بیس رکعت کی گنتی پوری نہ کیجئے، بلکہ نماز کو نماز کی طرح پڑھئے تا کہ آپ کی زندگی پر اس کا اثر پڑے اور خدا سے تعلق مضبوط ہو اور خدا توفیق دے تو تہجد کا بھی اہتمام کیجئے۔

رمضان میں قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں کا نزول

پورے مہینے کے روزے نہایت ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ رکھئے اور اگر کبھی مرض کی شدت یا شرعی عذر کی بناء پر روزے نہ رکھ سکیں تب بھی احترام رمضان میں کھلم کھلا کھانے سے سختی کے ساتھ پرہیز کیجئے اور اس طرح رہئے کہ گویا آپ روزے سے ہیں۔ تلاوت قرآن کا خصوصی اہتمام کیجئے، اس مہینے کو قرآن پاک سے خصوصی مناسبت ہے، قرآن پاک اسی مہینے میں نازل ہوا اور دوسری آسمانی

کتابیں بھی اسی مہینے میں نازل ہوئیں، حضرت ابراہیم کو اسی مہینے کی پہلی تاریخ کو صحیفے عطا کئے گئے، حضرت داؤد کو اسی مہنے کی بارہ یا اٹھارہ تاریخ کو زبور دی گئی۔ حضرت موسیٰ پر اسی مبارک مہینے کی دس تاریخ کو تورات نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰؑ کو بھی اسی مبارک مہینے کی بارہ یا تیرہ تاریخ کو انجیل دی گئی۔ اس لئے اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک پڑھنے کی کوشش کیجئے۔ حضرت جبرائیل ہر سال رمضان میں نبی کریم ﷺ کو پورا قرآن سناتے اور سنتے تھے اور آخری سال آپ نے دوبارہ رمضان میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا۔

شب قدر اور اعتکاف کی فضیلت

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیجئے، نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رمضان کا آخری عشرہ آتا تو نبی کریم ﷺ راتوں کو زیادہ سے زیادہ جاگ کر عبادت فرماتے، اور گھر والوں کو بھی جگانے کا اہتمام کرتے اور پورے جوش اور انہماک کے ساتھ خدا کی بندگی میں لگ جاتے۔

رمضان میں لوگوں کے ساتھ نہایت نرمی اور شفقت کا سلوک کیجئے۔ ملازمین کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دیجئے اور فراخدلی کے ساتھ ان کی ضرورتیں پوری کیجئے اور گھر والوں کے ساتھ بھی رحمت اور فیاضی کا برتاؤ کیجئے۔

نہایت عاجزی اور ذوق وشوق کے ساتھ زیادہ دعائیں کیجئے، درمنثور میں ہے کہ جب رمضان کا مبارک مہینہ آتا تو نبی کریم ﷺ کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے، اور خوف بہت زیادہ غالب ہو جاتا تھا۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان میں عرش اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ رکھنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہو۔

شب قدر میں زیادہ سے زیادہ نوافل کا اہتمام کیجئے اور قرآن پاک کی تلاوت کیجئے، اس رات کی اہمیت یہ ہے کہ اس رات میں قرآن پاک نازل ہوا، قرآن پاک میں ہے کہ ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا، اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتہ اور حضرت جبرائیل اپنے پروردگار کے حکم سے ہر کام کے انتظام کیلئے اترتے ہیں، سلامتی ہی سلامتی یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ (سورۃ القدر) حدیث میں ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔

افطار کی فضیلت

نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث جو مشکوٰۃ شریف میں ہے، کا مفہوم ہے کہ اگر کوئی روزہ دار افطار کرا دے تو اس کے صغیرہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جہنم کی آگ سے نجات ملتی ہے اور اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا روزہ دار کو روزہ رکھنے کا اس پر مزید لطف اور خدائے پاک کا احسان کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی، بلکہ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے اپنی طرف سے روزہ افطار کرانے والے کو روزہ دار کے برابر ثواب مرحمت فرماتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر کسی میں روزہ کھلوانے کی گنجائش نہ ہو تو وہ کیسے اس ثواب کو حاصل کریگا، کیوں کہ ہم میں سے ہر ایک اس لائق نہیں ہے کہ کسی کو افطار کرائے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ثواب تو اللہ پاک ایک گھونٹ لسی پلانے یا ایک کھجور کھلانے یا ایک گھونٹ پانی پلانے سے بھی دے

دیتے ہیں، اور جس نے پیٹ بھر کھانا کھلا دیا، اس کو اللہ جل شانہ میرے حوض کوثر سے ایسا پانی پلائیں گے جس کی ادنیٰ تاثیر یہ ہوگی کہ جنت میں داخل ہونے تک پھر کبھی اس کو پیاس نہ لگے گی۔

بعض لوگ کسی کے یہاں روزہ افطار نہیں کرتے، اور یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ کا ثواب جاتا رہے گا، اور اگر کسی کے یہاں دعوت قبول کر لیتے ہیں تو افطار کرنے کیلئے اپنے گھر سے کوئی چیز لے جاتے ہیں، یہ بہت بڑی جہالت اور کم علمی کی بات ہے، یہ عقیدہ فاسد ہے کہ دوسرے کی افطاری سے روزہ نہ کھولا جائے کہ روزہ کا ثواب افطار کرانے والے کو پہنچ جائے گا، حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے، اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور افطار کرانے والے کو روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنی چاہئے اور افطار میں جلدی کرنے والے اللہ کو بہت پیارے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ جب تک مسلمان روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے، دین کا غلبہ رہے گا۔

افطار میں جلدی کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے ہی روزہ کھول لیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب سورج کا غروب ہونا متحقق و یقینی ہو جائے تو پھر محض شبہ اور وہم کی بناء پر افطار میں دیر نہیں کرنی چاہئے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں زیادہ محبوب بندہ وہ ہے جو افطار میں جلدی کرے۔

افطار میں جلدی کرنے کو غلط نہ سمجھا جائے، اس لئے آپ نے عام فہم قاعدہ یہ بنایا کہ جب رات آ جائے، اور دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو افطار کا

وقت ہوگیا، یہ تین کلمات تاکید اور توضیح کے لئے ارشاد فرمائے گئے ہیں تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ سورج کا صرف کنارہ غروب ہونے سے یا اس کے بغیر رات کی سی تاریکی ہوجانے سے افطار درست ہوجائے گا۔

آج کل لوگ افطار اور ایسی ہی مغرب کی نماز میں محض شبہ اور وہم کی بناء پر بڑی تاخیر کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حضرت مولانا محمد یحیٰؒ صاحبؒ کے پاس سہارنپور گئے، رمضان کا مہینہ تھا حضرت مولانا یحییٰؒ اپنے دوست واحباب کے ساتھ افطار کیلئے بیٹھے ہیں ساتھ میں حضرت تھانویؒ بھی ہیں حضرت تھانویؒ نے پوچھا کہ آپ کب افطار کرتے ہیں تو حضرت مولانا یحیٰؒ صاحب نے کہا کہ اتنا پہلے افطار کرتا ہوں کہ رات بھر شبہ رہتا ہے کہ روزہ ہوا کہ نہیں تو حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ میں اس وقت افطار کرتا ہوں جب پورے طور پر یقین ہوجائے کہ سورج صحیح سے غروب ہوگیا ہوگا۔ مولانا یحییٰؒ نے اپنی رائے کے مطابق افطار کیا تو تھوڑی دیر بعد مولانا تھانویؒ نے بھی شروع کردیا۔

سحری کھانے میں برکت ہے

اللہ پاک کے قانون کا بھی عجیب وغریب معاملہ ہے، اس کے یہاں ہر چیز کے خزانے ہیں، وہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے، وہ اپنے متعلق فرماتا ہے کہ وہ کھاتا نہیں، بلکہ کھلاتا ہے۔

مشہور ہے ''رحمت خدا بہانہ می جوید'' کہ خدا کی رحمت بہانے تلاش کرتی ہے، اب سحری کو ہی دیکھئے جب کہ سحری کھانا بندوں کے اپنے اغراض ومقاصد میں سے ہے لیکن چونکہ روزہ کی نسبت صرف خدا ہی کی طرف ہے، اس میں بھی مسلمانوں کے لئے اجر وثواب رکھ دیا گیا ہے، سحری کھانا مسنون ہے، حدیث شریف میں اس کی بڑی

فضیلت آئی ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ اور ہمارے روزوں میں صرف سحری کا فرق ہے، یعنی وہ سحری نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں، اگر بھوک نہ ہو اور کھانے کی خواہش نہ بھی ہو تو اس سنت پر عمل کرنے کیلئے وہ ایک چھوہارہ کھالے یا صرف پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے تاکہ سنت پر عمل ہوجائے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ یعنی بدن میں چستی اور قوت قائم رہتی ہے۔

سحری میں تاخیر مستحب ہے، سحری کھانے میں تاخیر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو، اس وقت تک کھاتے پیتے رہنا چاہئے اور جب صبح صادق نمودار ہوجائے تو پھر کھانا پینا ترک کردینا چاہئے۔ صبح صادق کی پہچان یہ ہے کہ جب صبح صادق نمودار ہوتی ہے تو مشرق میں افق کے کناروں پر روشنی کی دھاری نمایاں ہوتی ہے اور پھر روشنی غالب آکر تاریکی مٹ جاتی ہے، بس یہی صبح صادق ہے۔

صاحب کشاف نے سحری کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ رات کو چھ حصوں میں تقسیم کرکے آخری حصے میں سحری کھاؤ، مثلاً اگر غروب آفتاب سے صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو آخر کے دو گھنٹے سحری کھاؤ اور ان میں بھی تاخیر بہتر ہے، بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزے میں شک ہونے لگے، لغت میں سحری اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے۔ بعض حضرات تراویح پڑھ کر کھا کر سوجاتے ہیں یا بغیر سحری کے روزے رکھتے ہیں، اگرچہ اس طرح تو ان کا روزہ ہوجائے گا مگر سحری کے ثواب سے محروم رہیں گے، روزے دار کو سحری کا اہتمام کرنا چاہئے کہ اس میں اپنی ہی راحت ونفع اور سنت کا ثواب ہے، مگر اتنا ضرور ہے کہ افراط وتفریط ہر چیز میں مضر ہے کہ نہ اتنا کم کھاؤ کہ عبادت میں کمزوری محسوس ہونے لگے، اور نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ

دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں، کیوں کہ احادیث میں زیادہ کھانے کی ممانعت آئی ہے۔روزہ دار کو رات کے آخری حصے میں صبح صادق سے پہلے پہلے سحری کھانا مسنون ہے اور باعث برکت وثواب ہے، نصف شب کے بعد جس وقت بھی کھائیں، سحری کی سنت ادا ہو جائے گی، لیکن بالکل آخری شب میں کھانا افضل ہے، اگر مؤذن نے صبح کی اذان وقت سے پہلے دے دی تو سحری کھانے کی ممانعت نہیں ہے، جب تک صبح صادق نہ ہو جائے، کھا سکتے ہیں، سحری سے فارغ ہو کر روزے کی نیت دل میں کرنا کافی ہے، زبان سے بھی الفاظ کہہ لے تو اچھا ہے۔

زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر آپ نماز کیلئے کھڑے ہوگئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ اذان اور سحری میں کتنا وقفہ ہوتا تھا، حضرت زید نے کہا کہ پچاس آیت کے پڑھنے کے برابر کا۔ سحری کھانے کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں اس طرح ٹھونس لے کہ شام تک بھوکا رہنا ہے، اور کھٹی کھٹی ڈکاریں افطار تک آتی رہیں۔ امت کے اکابر واسلاف رمضان المبارک میں بہت ہی معمولی کھانا تناول فرماتے تھے۔ حضرت رائپوریؒ سحری میں صرف دو ڈیڑھ پیالی چائے پر اکتفا کرتے۔ جب کھانا کم کھائیں گے تو باطنی نور حاصل ہوگا لیکن اب لوگوں کے قویٰ اتنے مضبوط نہیں رہے اس لئے اتنا کم بھی نہ کھائیں کہ عبادت میں پریشانی واقع ہو۔

شب قدر کا شانِ نزول

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے بنی اسرائیل کے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا جس نے ایک ہزار سال تک اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور اس کے گھوڑے کا نمدہ کبھی خشک نہیں ہوا، صحابۂ کرام نے جب یہ سنا تو

عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو بھی اس طرح کی فضیلت اور ثواب حاصل ہوسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ قدر نازل فرمائی جس میں یہ سنایا گیا کہ ”ہم نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں نازل کیا اور لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔“ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل واحسان ہے امت محمدیہ پر کہ اس کی عمریں کم رکھی ہیں، لیکن ایک ایسی رات عطا فرمائی کہ اگر اس رات جاگ کر اللہ کی اطاعت وعبادت میں گذارے تو گذشتہ امتوں کے ثواب سے اس کا ثواب بڑھ جائے اور یہ کتنا بڑا احسان وکرم ہے۔ کہ ہر سال یہ رات اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ہر سال یہ راتیں میسر ہوتی رہیں اور اس رات کے انوار وبرکات سے مستفیض ہوتے رہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس رات کو حاصل کرنے کیلئے ایک مرتبہ پورے مہینہ کا اعتکاف فرمایا پھر آپ نے فرمایا کہ شب قدر کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ شب قدر ستائیس کی رات ہے۔ لیکن ستائیس کو شب قدر سمجھ کر دیگر راتوں میں عبادت نہ کرنا اور غفلت سے گذارنا یہ رمضان کی ناقدری ہے کہ اللہ نے عبادتوں کا موسم دیا ہے لیکن ہماری حرمان نصیبی کہ اس میں بھی سو کر غفلت سے گذار دیں اور موسم سے فائدہ نہ اٹھائیں۔

اللہ ہم تمام کو رمضان المبارک کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

زکوٰۃ کے دینی اور مادی فوائد

حقوق الناس کی ادائیگی کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "یُوْمَ یُحْمیٰ عَلَیْھَا فِی نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْویٰ بِھَا جِبَا ھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وظھورھم ھٰذا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسَکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ". صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ.

زکوٰۃ اللہ کی خوشنودی پانے کا ہے ذریعہ
غریبوں کو خوش حال بنانے کا ہے ذریعہ

بزرگو، دوستو اور عزیز طلباء!

میں نے قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ تلاوت کی ہے جس میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کو بڑی وعید اور دھمکی دی گئی ہے کہ جس دن دوزخ کی آگ دہکائیں

گے اس مال پر پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے اور پہلو اور پشت (اور کہا جائے گا) یہی ہے وہ مال جو تم نے گاڑ رکھا تھا۔ اپنے لئے تو اپنے گاڑے کا مزہ چکھو، شریعت مطہرہ نے زکوٰۃ کی ادائیگی پر بڑا زور دیا ہے چنانچہ اس آیت کریمہ سے پہلے اہل کتاب کے علماء و مشائخ کا طرز عمل ذکر کر کے اس امت محمد یہ کو تنبیہ کی گئی ہے تم ایسی حرکت نہ کرنا۔ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلاَ یُنْفِقُوْنَھَا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْم اور جو لوگ سونا چاندی گاڑ کر رکھتے ہیں اور اسے خرچ نہیں کرتے اللہ کے راستے میں سو ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ امتوں کی خرابی اور گمراہی کا بڑا سبب جماعتوں کا گمراہ اور خراب ہو جانا ہے، علماء، مشائخ، اغنیا، ورؤساء۔ پچھلی امتوں کے علماء عوام کو صدقہ وخیرات کا حکم کرتے مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ جو لوگ صدقہ خیرات لے کر آتے اس سے اپنا پیٹ پالتے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

دوستو! زکوٰۃ نہ دینے کیلئے حیلے بہانے کرنا یہ کوئی اچھی چیز نہیں جب ہم مسلمان ہیں اللہ ورسول پر ایمان رکھتے ہیں تو آخر کیوں اللہ رسول کی باتوں پر یقین نہیں کرتے ارشاد باری تعالیٰ ہے اللہ صدقات کو بڑھاتے ہیں اور آپ ﷺ فرماتے ہیں جس نے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا حلال اور پاکیزہ کمائی سے تو اللہ اس کی پرورش کر کے پہاڑ کے برابر کر دیتے ہیں، زکوٰۃ نہ دینے سے طرح طرح کی بیماری پیدا ہوتی ہیں۔ بالآخر زکوٰۃ کا کئی گنا مال خرچ ہوتا ہے لیکن اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

زکوٰۃ، فقراء اور اہل حاجت کا حق ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگتی ہوں اور ہر بالی

کے اندر سوسو دانے ہوں اور اللہ جس کو چاہے مزید دیتا رہتا ہے، اللہ بڑا وسعت والا ہے بڑا علم والا ہے کہ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ خرچ کر چکے ہیں اس کے عقب میں احسان واذیت سے کام نہیں لیتے ان کے لئے اس کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف واقع ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جو لوگ اپنا مال رات اور دن پوشیدہ اور آشکارا خرچ کرتے رہتے ہیں سو ان لوگوں کے لئے ان کے پروردگار کے پاس اجر ہے نہ ان کے لئے کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (سورۃ بقرہ)

صدقہ رضائے الٰہی کا ذریعہ

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ دی ان کے لئے ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، ایک جگہ اور ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی بندہ ہے جو اللہ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر اللہ اسے اس شخص کے لئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لئے اجر پسندیدہ ہے، بلاشبہ صدقہ دینے والے اور صدقہ دینے والیاں (یہ جو) اللہ کو خلوص کیساتھ (قرض دیں) تو وہ صدقہ ان کے لئے بڑھایا جائے گا اور ان کیلئے اجر پسندیدہ ہے۔

اور تم جو صدقہ دو گے جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے تو ایسے ہی لوگ عنقریب بڑھاتے رہیں گے ان خوشخبریوں اور بشارتوں کے ساتھ (جو انسان کی ضرورت اور فطرت بشری کا تقاضا ہے)، مال جمع کرنے، فقراء واہل حاجت کی حق تلفی کرنے، حقوق اللہ میں کوتاہی، محض لالچ اور خرچ اور اپنا دل خوش کرنے کے لئے سرمایہ جمع کرنے کے شوق اور مال سے محبت پر بار بار تنبیہ اور وعیدوں سے کام لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں، آپ انہیں ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے، اس روز جبکہ اس کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو ان کی پشتوں کو داغا جائے گا، یہی ہے وہ جسے تم اپنے واسطے جمع کر رہے تھے، سو اب مزا چکھو اپنے جمع کرنے کا۔ (سورۃ توبہ)

صدقہ سے مال بڑھتا ہے

اسی طرح لسان نبوت نے زکوٰۃ دینے والوں کو مختلف بشارتیں سنائی ہیں اور اس کو مال اولاد اور دنیا و آخرت دونوں جگہ باعث برکت اور باعث نجات بتایا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے راویت کرتے ہیں کہ، جب کوئی اپنے پاک مال سے کچھ صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، اگرچہ وہ کھجور ہی ہو، تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں بڑھتا رہتا ہے، اور اتنا بڑھ جاتا ہے کہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے یا بکری کی پرورش کرتا ہے۔ انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ایک آدمی کھلے میدان میں جا رہا تھا کہ اس نے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سینچ دو، چنانچہ بادل اپنی جگہ سے ہٹا اور سب پانی کو ایک قطعہ آراضی میں انڈیل آیا، وہاں ایک تالاب یا گہرائی تھی، جہاں سارا پانی بھر گیا، اس نے اس پانی کی طرف چلنا شروع کیا تو دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اس پانی سے اپنے کھیت سینچ رہا ہے، اسنے پوچھا اللہ کے بندے تمہارا نام کیا ہے، اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا، اس نے پوچھا کہ اللہ کے بندے تم نے ہمارا نام کیوں پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے اس بادل سے جس کا یہ پانی ہے اس نام کیساتھ ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سینچ دو، اب مجھے

بتاؤ کہ تم اس کھیت میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا اب جبکہ تم پوچھ ہی رہے ہو تو سنو، میں اس کی پیداوار کا ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک تہائی سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتا ہوں اور ایک تہائی دوبارہ اسی میں لگا دیتا ہوں۔

صدقہ سے مال کی حفاظت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ کی وجہ سے آدمی کا مال کبھی ضائع نہیں ہوتا اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندہ کو عزت عطا فرماتا ہے اور جب کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع سے کام لیتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو رسول اللہ ﷺ نے بڑی وعید سنائی ہے، حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی اس کا مال قیامت کے دن ایک سانپ کی شکل میں لایا جائے گا جس کی دو زبانیں ہوں گی وہ اسکی گردن میں ڈال دیا جائے گا وہ اس کو اپنے دونوں جبڑوں میں جکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ'' اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس مال پر جو اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے ہرگز گمان نہ کریں کہ یہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ بخل ان کے حق میں بہت برا ہے جس مال میں وہ بخل کیا کرتے تھے وہ مال ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔ اللہ ہی کی ہے آسمان وزمین کی میراث اور اللہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

اسلام میں زکوٰۃ کے نظام کی بنیادی حیثیت

زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے دو شخصوں کو عامل بنا کر مسلمانوں کے مویشیوں کے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا، اور ان کو حکم دیا کہ

ثعلبہ ابن حاطب کے پاس بھی ضرور پہنچیں اور بنی سلیم کے ایک شخص کے پاس بھی جانے کا حکم دیا، یہ دونوں شخص جب ثعلبہ کے پاس پہنچے اور رسول کریم ﷺ کا فرمان سنایا تو ثعلبہ کہنے لگا کہ یہ تو جزیہ ہے، جو غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے اور پھر کہا کہ اچھا اب تو آپ جائیں اور جب واپس ہوں تو یہاں آ جائیں۔

وہ دونوں چلے گئے اور دوسرے شخص سلیمی نے جب آپ کا فرمان سنا تو اپنے مویشی اونٹ اور بکریوں میں سے جو سب سے بہترین جانور تھے، نصاب زکوٰۃ کے مطابق وہ جانور ان قاصدان رسول کے پاس لے کر پہنچ گئے، انہوں نے کہا کہ ہمیں حکم ہے کہ اعلیٰ قسم کے مال چھانٹ کر نہ لیں، بلکہ متوسط وصول کریں، اس لئے ہم یہ نہیں لے سکتے، سلیمی نے اصرار کیا کہ میں اپنی خوشی سے یہی پیش کرنا چاہتا ہوں، آپ یہی قبول کرلیں، پھر یہ دونوں حضرات دوسرے مسلمانوں سے صدقات وصول کرتے ہوئے واپس آئے، پھر یہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہنچے، وہ ان کو دیکھ کر پھر یہی کہنے لگے کہ یہ تو ایک قسم کا جزیہ ہے، جو مسلمانوں سے نہیں لینا چاہئے، اچھا اب تو آپ جائیں، میں غور کروں گا، اور پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔

بربادی کا سامان

بالآخر یہ دونوں حضرات مدینہ پہنچے اور رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے ان سے حالات دریافت کرنے سے قبل ہی فرمایا ثعلبہ پر افسوس ہے، اور تین دفعہ آپ ﷺ نے یہی کلمہ دہرایا اور سلیمی کے معاملے میں خوش ہو کر دعاء فرمائی۔ اسی مجلس میں ثعلبہ کا ایک رشتہ دار بھی موجود تھا، اس نے فوراً سفر کیا اور جا کر اس کو برا بھلا کہا اور غیرت دلائی۔ ثعلبہ واقعہ کی تفصیل جان کر بہت گھبرایا اور مدینہ میں پہنچ کر درخواست کی کہ میرا صدقہ قبول کرلیا جائے، آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے تمہارا

صدقہ قبول کرنے سے انکار کردیا ہے، یہ سن کر ثعلبہ اپنی بدبختی پر ندامت سے پانی پانی ہوگیا، اور سر پر خاک ڈالنے لگا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو تمہارا اپنا عمل ہے، میں نے تو تمہیں حکم دیا اور تم نے اطاعت نہ کی، اب ہرگز تمہارا صدقہ قبول نہ کیا جائے گا۔

چند دنوں بعد آپ ﷺ وفات پا گئے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ثعلبہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا، امیر المومنین نے فرمایا کہ جب رسول کریم ﷺ نے قبول نہیں کیا تو میں کیسے قبول کرسکتا ہوں۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ثعلبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ مگر انہوں نے بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح جواب دیا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی انکار کردیا، پھر خلافت عثمان کے ہی زمانہ میں ثعلبہ مرگیا۔

غور کیجئے! اس واقعہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بعد صدیق اکبر نے، فاروق اعظم اور عثمان غنیؓ نے زکوٰۃ جیسے بنیادی نظام سے انحراف کرنے والے کے ساتھ کیا اخلاقی، معاشرتی اور معاملاتی بائیکاٹ کیا تاکہ معلوم ہو کہ مذہب اسلام میں زکوٰۃ کا نظام کس بنیادی اہمیت وحیثیت کا حامل ہے۔

زکوٰۃ ایک ایسا قانون خداوندی ہے کہ اگر مسلمان اس پر عمل کریں اور مضبوطی سے پکڑ لیں تو مسلمانوں سے معاشی واقتصادی پسماندگی بہت ہی جلد دور ہوجائے۔ مسلمان ہندوستان میں ایک کثیر تعداد اقلیتی فرقہ ہے اور اس میں خاصی تعداد میں دولت وثروت کے بڑے مالک بھی ہیں، اگر بیکسوں، مجبوروں اور غریبوں بیواؤں کا خیال کریں اور ہر سال اپنی زکوٰہ شرعی اصولوں پر تقسیم کردیا کریں تو چند ہی سالوں میں یہ غرباء خود زکوٰۃ دینے والے بن جائیں اور پورے ملک کے مسلمان بڑی خوشحال زندگی گذاریں۔

زکوٰۃ مال کو پاک کردیتی ہے

حضور اکرم ﷺ نے بھی زکوٰۃ ادا کرنیکی بے حد تاکید فرمائی ہے، ارشاد گرامی ہے، اللہ نے زکوٰۃ صرف اس لئے فرض کی ہے کہ زکوٰۃ پاک کردے، اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے آدمی کا تمام مال پاک وصاف ہوجاتا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں چاہوں گا کہ تین دن میں سب خیرات کردوں۔

آپ ﷺ نے ایک بار حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ، اے بلال خرچ کرو عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کرو، یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے کمی نہیں ہوتی، یہی بات قرآن کریم کی ایک آیت میں بھی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے مال ضائع ہوجاتا ہے، جو لوگ صاحب نصاب ہوں اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتے قیامت کے دن ان کی تختیاں بنائی جائیں گی، اور دوزخ کی آگ میں ان کو گرم کر کے پھر اس کے دونوں پہلو، پیٹھ اور پیشانی کو داغا جائے گا اور جب یہ ٹھنڈی ہوجائے گی تو پھر ان کو گرم کر کے داغا جائے گا۔

عورتوں کو صدقہ کا حکم

حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ راہ خدا میں خرچ کرتی رہو اور گن گن کر مت رکھنا ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھے گن گن کر دیں گے، اور مال کو بند کر کے مت رکھنا ورنہ اللہ پاک بھی اپنی بخشش روک دیں گے، جہاں تک ہوسکے تھوڑا بہت حاجت مندوں پر خرچ کرتی رہو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ حضور ﷺ کے ساتھ عید کے موقع پر حاضر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا

کہ ہاں میں آپ ﷺ کے ساتھ عید میں موجود تھا۔ آپ نے عید کی نماز ادا فرمائی، اس کے بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے اور ان کو نصیحت فرمائی اور آخرت کی باتیں یاد دلائیں اور صدقہ کا حکم دیا، اس موقع پر آپ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی آئے تھے، انہوں نے اپنا کپڑا پھیلا دیا، اور عورتیں ان کے کپڑے میں اپنے اپنے زیورا تار اتار کر پھینکتی رہیں ان زیوروں میں موٹی موٹی انگوٹھیاں بھی تھیں اس کے بعد آپ حضرت بلالؓ کو ہمراہ لے کر اپنے دولت کدہ کی طرف تشریف لے گئے زیور کا مالک اگر مرد ہے تو وہ زکوٰۃ دے اور عورت مالک ہے تو اس کو زکوٰۃ کا انتظام کرنا چاہئے ہاں، اگر عورت نے مہر کی رقم سے زیور بنوایا ہو تو اس زیور کی زکوٰۃ عورت پر ہی واجب ہوگی۔

زکوٰۃ بے سہارا بندوں کی مدد ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعے محفوظ بناؤ اور اپنے بیماریوں کا صدقہ کے ذریعہ علاج کرو اور بلا ومصیبت کی موجوں کا دعا کے ذریعے اور اللہ پاک کے سامنے عاجزی سے استقبال کرو، حضرت علقمہؓ کی روایت میں تو یہاں تک ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے اسلام کی تکمیل اس میں ہے کہ مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو نیز ایک روایت میں آیا، آپ ﷺ نے فرمایا، جو شخص تین کام کرلے اس کو ایمان کا مزہ آجائے، پہلا صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اچھی طرح جان لے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، دوسرا اپنے مال کی ہر سال خوشدلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرے یعنی بوجھ نہ سمجھے اور تیسرا یہ کہ نماز کو اپنے اوقات کی پابندی کے ساتھ ادا کرے۔ حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتادیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے، حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ کی عبادت کرو، نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو، اور صلہ رحمی کرتے رہو۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، جب تو مال کی زکوٰۃ ادا کردے تو جو حق واجب تجھ پر تھا وہ تو ادا ہوگیا، اس کے علاوہ جو درجات ہیں وہ صدقات ونوافل کے ہیں جس کی طرف اشارہ قرآن مجید کی آیت میں ہے، کہ غریبوں اور مسکینوں کو اللہ کی محبت میں اپنا مال دے اور ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کرے۔

زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا حق ہے

ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں دو عورتیں آئیں جن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پڑے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا ان کی زکوٰۃ دی ہے؟ بولیں نہیں، آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو یہ پسند ہے کہ اس کے بدلے تمہیں آگ کے کنگن پہنائے جائیں؟ بولیں نہیں یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا اس کی زکوٰۃ دیا کرو۔ عورتوں کو زیورات سے بڑی محبت ہوتی ہے ان کو اس حدیث پر غور کرنا چاہئے۔

زکوٰۃ خدا کا حق بھی ہے اور بندوں کا بھی، حضور ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن روانہ کرتے وقت توحید و نماز کی ہدایت کرنے کے بعد فرمایا کہ زکوٰۃ کا ایک مقصد بے سہارا بندگان خدا کی مدد ہے، دوسرے وہ اللہ کا مقرر کردہ فریضہ ہے اس لئے اللہ کا حق ہوا، زکوٰۃ ادا کرنے سے جہاں اللہ کے حکم کی تکمیل اور اخروی فائدہ ہے وہیں دنیاوی فائدہ بھی ہے کہ دنیوی آفات و بلاؤں سے مال محفوظ ہوجائے گا۔

زکوٰۃ کے مسائل مقامی علماء سے معلوم کریں

چاند کے اعتبار سے پورا سال گذر جانے پر ڈھائی روپے فی صد یا پچیس روپے فی ہزار زکوٰۃ ادا کرے یہ چالیسواں حصہ بنتا ہے، غور کیجئے اللہ پاک نے کتنا کم فریضہ رکھا

ہے، اور وہ بھی بندے کے فائدے کے لئے ہی ہے اللہ کے کام تو نہیں آتا وہ بے نیاز ہے اسی نے سب کچھ دیا ہے اور بندہ اپنے خرچ کردہ مال کا ثواب آخرت میں پالے گا، اور دنیا میں زکوٰۃ دینے کے سبب مال کی حفاظت ہوجائے گی۔ اور مال میں ترقی بھی ہوگی حضور اقدس ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ صدقہ یا زکوٰۃ سے مال کم نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مستورات کو خطاب فرماتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ اے عورتو! صدقہ دو اگرچہ اپنے زیور ہی سے ہو کیونکہ قیامت کے روز اکثر اہل دوزخ تم ہی ہوں گی۔ اس حدیث سے صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ اور صدقہ نافلہ دونوں مراد ہوسکتے ہیں۔

چاندی سونا اور ان سے بنی ہوئی چیزیں، زیورات، برتن، سکے وغیرہ

ہر قسم کا مال تجارت نقد روپئے کی شکل میں ہو یا نوٹ، پاؤنڈ، ڈالر، سیونگ، سرٹیفکٹ اور سرکاری سند کی شکل میں ہو۔

زمین کی پیداوار غلہ ہو یا پھل یا ترکاری وغیرہ۔

مویشی ہو جو تجارت کی غرض سے پالے جائیں یا نسل بڑھانے یا دودھ حاصل کرنے کی غرض سے رکھے گئے ہوں اگر ان میں تجارت کی نیت ہو تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

ترکاری اور معدن یعنی زمین سے ملے ہوئے خزانے وغیرہ ان اشیاء میں جن کا کوئی شخص مالک ہو اس کی تفصیل مقامی علماء سے معلوم کرکے زکوٰۃ ادا کرنا چاہئے۔

زکوٰۃ کے مسائل قدرے پیچیدہ اور تشریح طلب ہیں اگر میں اس بھرے مجمع میں مسائل زکوٰۃ بیان کروں تو ممکن ہے کہ کچھ اسے یاد کرلیں مگر اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گا، اس لئے زکوٰۃ کے مسائل بالتفصیل علماء کرام سے بالمشافہ معلوم کرلیا

کریں دنیا کی معمولی کوڑیوں کی خاطر دوسروں کے در کی خاک چھانتے ہیں اور خوشامد کرتے ہیں کیا احکام شرعی معلوم کرنے کیلئے ہمارے پاس وقت نہیں؟ محدثین کرام نے ایک ایک حدیث کی خاطر مہینوں کا سفر کیا تب جاکر آج حدیث کی بہت ساری کتابیں وجود میں آئیں اور دین اصلی شکل میں موجود ہے۔ کیسے کیسے حوادثات زمانہ آئے جنہوں نے ملکوں ملکوں کو تہ وبالا اور زیروزبر کردیا، قومیں اور سلطنتیں تباہ وبرباد ہوکر رہ گئیں۔ لیکن پھر بھی علماء امت نے احکام شرع کو سینے سے لگایا اور باطل طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کسی طرح کی مداہنت اور لَوْمَةِ لاَئِمٍ کی قطعاً پروا نہیں کی اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرماتے۔

ہمارے قلوب میں بخل آ گیا

حضرات! آج ہمارے قلوب میں اتنا بخل آ گیا ہے کہ فریضۂ خداوندی ہونے کے باوجود زکوٰۃ بھی نہیں ادا کر پاتے۔ اسلامی تاریخ میں ایسے ادوار بھی گذرے ہیں کہ ہر فرد زکوٰۃ ادا کرنے والا بن گیا پھر ایسا بھی دور آ گیا کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملا، لوگ زکوٰۃ دینے کے لئے پریشان ہوتے کہ کس کو زکوٰۃ دیں یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ آدمی میں خوف خدا ہو، دین کا پاس ولحاظ بھی ہو، ورنہ ایک دنیادار کو ہزار وعیدیں کیوں نہ سنائی جائیں مگر زکوٰۃ کے نام سے ایک روپیہ نہیں نکل سکتا، آج کل کچھ لوگ ایسے ہیں کہ مال تو خرچ کرتے ہیں لیکن شہرت ونا موری کیلئے اور جب انہیں لوگوں سے زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے کہا جائے تو ناک بھوں چڑھاتے ہیں اسی طرح لوگ غیروں پر تو خرچ کرنے سے نہیں ہچکچاتے مگر اپنے عزیزوں، رشتہ داروں میں جو فاقہ کشی اور غربت وافلاس کے شکار ہیں اور غیرت وحمیت کی وجہ سے سوال نہیں کرتے ان پر یہ مالدار پڑوسی خرچ نہیں کرتے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ غریب رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں دوگنا ثواب ملتا ہے، اس لئے پہلے اپنے عزیز وقریب کو دیکھنا چاہئے، اگر وہ مستحق ہے تو اسی کو ترجیح دینا چاہئے، البتہ ہر طرح کے رشتہ داروں کو دینا صحیح نہیں ہے، اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد، ایسے ہی نواسی وغیرہ کو اور بیوی شوہر بھی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے اور نہ ہی والدین کو دے سکتا ہے، زکوٰۃ اپنے بہن بھائی بھانجا بھتیجی پھوپی زاد بہن بھائی وغیرہ کو دے سکتا ہے، اس کی پوری تفصیل مقامی علماء سے معلوم کر لینا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ بھی ادا کر رہے ہوں لیکن پھر بھی فرضیت جوں کی توں باقی رہے، اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

روزہ اللہ تعالیٰ کے حضور قربت کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِن قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُون . صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

روزہ رکھنے سے قربِ الٰہی ہوتا ہے حاصل
زنگ آلود دل مصفّٰی ہوتا ہے اے مومن

بزرگو، دوستو اور عزیز طلباء! جو آیت کریمہ میں نے پڑھی اس میں روزے کی فرضیت کا تذکرہ کیا گیا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تک جتنے بھی انبیاء ورسل مبعوث ہوئے ہر ایک کے دین وشریعت میں روزہ فرض قرار دیا گیا۔ کوئی بھی قوم ایسی نہیں گذری جس پر روزہ کسی نہ کسی درجہ میں فرض نہ کیا گیا ہو شکلیں الگ الگ ہیں، مگر نفس روزہ ہر قوم وملت میں فرض رہا خود مذہب

اسلام میں بھی ابتداء میں سونے سے پہلے کھانے پینے اور جماع کرنے کی اجازت تو تھی مگر جب سو گئے تو اب دوسرے دن غروب آفتاب پر ہی افطار کر سکتے تھے، لیکن اس میں حرج ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی کہ غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر یعنی صبح صادق تک کھانے پینے اور جماع کرنے کی اجازت ہے، رمضان ہی کا وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا نزول فرمایا بلکہ ساری ہی آسمانی کتابیں اسی ماہ مبارک میں اتاری گئیں، اس مہینہ کے بے شمار فضائل و برکات ہیں، بس یوں سمجھئے کہ جیسے تجارت وغیرہ کا ایک سیزن ہوتا ہے اسی طرح سے رمضان کا مہینہ نیکیوں کے جمع کرنے اور کثرت سے عبادت الٰہی میں مصروف رہنے کا مہینہ ہے جس میں آدمی کو کثرت سے عبادت کرنی چاہئے، اور گناہوں سے معافی مانگنی چاہئے اب اگر ایسے وقت بھی آدمی غفلت برتے اور موسم سے فائدہ نہ اٹھائے تو اس سے بڑا بیوقوف اور کون ہوسکتا ہے۔

تقویٰ روزے کی غرض وغایت ہے

رمضان وہ متبرک ومقدس مہینہ ہے، جو ہر سال ہم پر اپنی رحمت کا سایہ کرتا ہے، اس کی برکتیں اور فضائل اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا کوئی شمار نہیں ہے، حضور پاک ﷺ نے اس شخص کے ساتھ بخشش کا وعدہ کررکھا ہے، جو کہ رمضان میں پورے روزے رکھے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ماہ رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں، یہ بات تو سب کو پتہ ہے کہ تمام عبادات واعمال صرف اور صرف رب تعالیٰ کے لئے ہی ہیں، اور یہ سب اسی کی پاک ذات سے وابستہ ہے، اس بابرکت مہینے میں ایک نیکی کا ثواب سات سو گنا تک ہوتا ہے، اس مہینے کی فضیلت یہ ہے کہ اس میں روزہ دار کی دعا

قبول ہوتی ہے اسے رد نہیں کیا جاتا، اس مہینے میں بڑی لگن سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ مظلوم کی دعا تو بادلوں کو عبور کرتی ہوئی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتی ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ روزہ دار کے جواب میں فرماتے ہیں ”مجھے میری عزت کی قسم! میں تیری ہر حال میں مدد کروں گا، خواہ اس میں کچھ وقت لگے۔“ (رواہ احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

روزہ اسلام کا رکن

روزہ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے، جس کا منکر کافر ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کئے گئے ہیں، جس طرح کہ پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔“ (القرآن)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو بندہ روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو، اسے مجبور کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو رحیم وکریم ہے، وہ اپنے بندے سے ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے، وہ شخص جس کو بڑھاپے یا مرض کا عارضہ ہے اور وہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، اس کو چاہئے کہ ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے، گلوکوز چڑھانے مسو پر دوا لگانے، کان میں پانی پہنچنے، سر میں تیل لگانے سے، آنکھ میں سرمہ اور دوا لگانے سے، مسواک کرنے سے خون نکلوانے سے، شدت تکلیف سے منہ میں دوا لگوانے سے اور دانت نکلوانے سے، لپ اسٹک لگانے سے، بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بے شمار سہولتیں رکھیں ہیں۔

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا، جو لوگوں کے لئے سرچشمہ ہدایت اور حق وباطل میں فرق کرنے والی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے۔ (البقرہ)

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو خود بھی قرآن سیکھے اور دوسروں کو بھی سکھائے۔'' (بخاری)

یہ وہ متبرک کتاب ہے کہ اگر پہاڑ پر نازل ہوتی تو وہ خشیت الٰہی سے ریزہ ریزہ ہوجاتا، لیکن اس کے باوجود بہت سے ایسے دل ہیں، جو زنگ آلود ہیں، جن کے دلوں میں ڈر نہیں، اَسْتَغْفِرُ اللّٰه! اللہ تعالیٰ انہیں نیکی کی ہدایت دے۔ (آمین)

حضور پاک ﷺ نے فرمایا رمضان میں صدقہ سب اعمال سے افضل ہے۔ (ترمذی) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جناب جبرئیل، رسالت مآب ﷺ سے رمضان کی ہر رات ملتے اور قرآن کی پڑھائی کرتے۔ تب آپ تیز ہوا سے بھی بڑھ کر سخی ہوتے تھے۔'' (بخاری)

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو رمضان میں ہو'' (ترمذی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر مجھے لیلۃ القدر نصیب ہوجائے تو میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعاء پڑھو ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ'' ''اے اللہ! بیشک تو معاف کرنے والا ہے، بخشش کو پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھ کو بخش دے''۔ (رواہ احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''جناب رسالت مآب ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کے لئے جس قدر متحرک ہوتے، دوسرے دنوں میں نہیں ہوتے تھے۔'' (رواہ مسلم)

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''جس نے لیلۃ القدر کا قیام ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے کیا، اس کے گزشتہ سارے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں''۔ (متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ''ہم نے قرآن لیلۃ القدر میں نازل کیا'' (القرآن)

اللہ تعالیٰ سے دعا طلب کریں

اے میرے اللہ! تو سراپا بخشش ہے، بخشش کو پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان میں سے بنائے، جن کو لیلۃ القدر سے فیضیاب ہونے کی سعادت نصیب ہوتی ہے، ہمیں رمضان المبارک میں اپنے رب تعالیٰ کو منانے کی توفیق ملے، اللہ تعالیٰ ہم سب کے روزے اور عبادات قبول فرمائے آمین!

آپ ﷺ یوں تو سارے مہینوں میں بکثرت عبادت کرتے تھے مگر رمضان کے مہینے میں کچھ زیادہ ہی عبادت کرتے تھے نمازیں بڑی کثرت سے پڑھتے تھے اور رکوع وسجود اتنا طویل کرتے تھے لوگ سمجھتے کہ آپ ﷺ کچھ رکن بھول گئے اور قیام اتنا طویل کرتے تھے کہ پاؤں مبارک میں ورم آجایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا اللہ نے آپ ﷺ کو معاف نہیں کردیا، پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ کیا میں خدا کا شکرگزار بندہ نہ بنوں، یعنی یہ نماز یہ عبادت کی کثرت خوف الٰہی سے نہیں بلکہ رضائے الٰہی اس کا منشاء ہے۔

تین بددعاؤں پر جبریل علیہ السلام کی آمین

روزہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، اللہ پاک نے قرآن مجید میں اس کی اہمیت یوں بیان فرمائی ہے کہ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے کی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گویا روزہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ مسلمانوں سے قبل بھی جتنی امتیں اور جتنے مذاہب گذرے ہیں، کسی نہ کسی درجہ میں ان کے یہاں روزہ ایک مذہبی رکن کی حیثیت رکھتا ہے، نیز روزہ رکھنے کا یہ مقصد بتایا جارہا ہے کہ لوگ تقویٰ او

رپرہیزگاری اختیار کریں۔تقویٰ اس بات کا نام ہے کہ انسان کا دل خدا کے خوف سے لبریز ہو، ہر وقت اس کے سامنے جوابدہی کا احساس زندہ ہو، اور وہ ہراس کام سے بچے جس سے اللہ جل شانہ ناراض ہوتا ہواور ہراس کام کی طرف لپکے جس سے اللہ پاک کی رضاء حاصل ہوتی ہو۔

اسی مبارک مہینے میں قرآن نازل ہوا، جس میں انسانوں اور جنات کے لئے ہدایت اور ہنمائی ہے، یہ حق کو باطل سے ممتاز کرتا ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ آگیا، اللہ جل شانہ نے تمہارے اوپر اس کا روزہ فرض کیا ہے، اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، شیطانوں کو مقید کر دیا جاتا ہے، اس میں ایک رات ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے، بدنصیب ہے وہ جو اس مہینے کی خیرو برکت سے محروم رہا۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ خطبہ دینے کیلئے منبر پر تشریف لے گئے، جب آپ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو بلند آواز میں فرمایا آمین۔ دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔

صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا بات ہے کہ آج آپ نے ممبر پر قدم رکھتے ہوئے خلاف معمول آمین کہا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیل امین نے میرے پاس آکر یہ کہا کہ وہ شخص تباہ وبرباد ہو، جس کے سامنے آپ کا نام مبارک لیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے ، تو اس کے جواب میں میں نے آمین کہا، جبرئیل نے پھر کہا کہ وہ شخص تباہ وبرباد ہوجائے، جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس میں نیکیاں اور اچھائیاں کر کے اپنے گناہوں کی مغفرت نہ کراسکا، میں نے کہا آمین، جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم

رکھا تو جبرئیل نے پھر فرمایا کہ وہ شخص ہلاک وبرباد ہوجائے جس نے بڑھاپے میں اپنے ماں باپ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو پایا اور ان کی خدمت کر کے خود کو جنت کا مستحق نہ بنا سکا تو میں نے کہا آمین۔

یعنی رمضان اتنی خیر وبرکت والا مہینہ ہے جس میں بکثرت اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتے ہیں اور والدین جن کا اتنا بڑا احسان ہے کہ ان سے عہدہ برآ کون ہوسکتا ہے، مگر اتنا بڑا محروم القسمت انسان کہ اس برکت والے مہینہ میں ان کی خدمت کر کے اپنے کو جنت کا مستحق نہ بنا سکا۔

روزہ کا مالداروں سے مطالبہ

روزہ مالداروں کو یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ اپنے غریب اور نادار بھائیوں کو ان کے حال پر نہ چھوڑیں بلکہ ان کے دکھ درد کو محسوس کریں، اور ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا سلوک کریں، اسی بناء پر نبی کریم ﷺ نے اس مہینے کو شَهْرُ الْمُوَاسَاتْ یعنی ہمدردی کا مہینہ کہا ہے، اس مہینے میں نبی کریم ﷺ غریبوں کی دیکھ بھال اور انسانوں سے ہمدردی اور ان کی اعانت کی طرف غیر معمولی توجہ فرماتے تھے۔

روزہ جہاں دینی عبادت ہے، جس سے اطاعت وفرمانبرداری کی عادت پڑتی ہے اور حرام کردہ چیزوں کو ترک کر دیتا ہے، وہیں جسمانی ریاضت بھی ہے، جس طرح حد سے زیادہ کھانا، انسان کے جسم کو مختلف امراض اور بیماریوں کا شکار بنا دیتا ہے، طب کے تجربے اور مشاہدے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اکثر حالتوں میں انسان کا بھوکا رہنا اس کی صحت کے لئے ضروری ہے، انسان کی دماغی اور روحانی یکسوئی اور صفائی کیلئے مناسب فاقہ بہترین علاج ہے، جو مسلمان رمضان کے روزے رکھتے ہیں، ان کو ذاتی تجربہ ہوگا کہ ایک مہینہ کا روزہ کتنی بیماریوں کو دور کر دیتا ہے، بشرطیکہ

انہوں نے از خود کھانے پینے اور افطار و سحر میں بے اعتدالی نہ کی ہو، اسی لئے یہ ایک قسم کا سالانہ جسمانی علاج بھی ہے، روزہ ایسا پرہیز ہے جو جسم کو صحت مند بناتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ رکھو، صحت مند رہو گے۔

رمضان المبارک اور تقویٰ

اللہ جل شانہ نے رمضان المبارک میں روزے فرض کر کے جس تقوے کی تعلیم دی ہے، یہ وہ تقویٰ ہے جس سے ہم بحیثیت جماعت رمضان میں نازل ہونیوالے قرآن مجید کے مشن کو پورا کرنے اور اس کا حق ادا کرنے کے اہل بن سکتے ہیں، یہ بات اس لئے جاننا ضروری ہے کہ ایسا ہوتا رہا اور ہو رہا ہے، کہ روزے رکھنے والے اور راتوں کو جاگنے والے روزے رکھتے رہتے ہیں اور راتوں کو جاگتے رہتے ہیں، مگر ایک قدم بھی اس راہ پر نہیں چلتے۔ جس پر رمضان کے روزے اور تلاوت قرآن انہیں چلانا چاہتے ہیں، حالانکہ اعمال صالحہ میں سب سے اہم عمل، فرائض میں سب سے بڑا فرض اور نفع کے لحاظ سے سب سے زیادہ خیر کثیر کا حامل عمل تو یہی ہے کہ ہم قرآن کا حق ادا کرنے کیلئے اور اللہ پاک کے دوسرے بندوں کو قرآن کی بتائی ہوئی راہ پر لگانے کے لئے اپنے کو تیار کریں۔

اس فرض کو ادا کرنے کی فکر ہم اسی وقت کر سکتے ہیں، جب ہم قرآن مجید، صوم رمضان اور تقویٰ کے باہمی تعلق کو اچھی طرح سمجھ لیں، ہم کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ رمضان کا مہینہ روزوں کے لئے صرف اس وجہ سے فرض کیا گیا کہ اس مہینے میں اللہ پاک کا کلام نازل ہوا، اس مہینے کی ساری برکت اور عظمت اس لئے ہے کہ اس میں اللہ نے اپنے بندوں کی ہدات کا ارادہ فرمایا اور اپنے فضل عظیم سے اپنی ہدایت کا آخری پیغام اپنے نبی کے ذریعہ دنیا والوں کے حوالے کیا۔

منشائے الٰہی

تقویٰ کے معنی اور مفہوم آپ ذہن میں رکھیں تو یہ بات سمجھنا کچھ دشوار نہیں ہوگا کہ یہ تقویٰ پیدا کرنے کے لئے، روزہ قیام لیل اور تلاوت قرآن سے زیادہ مؤثر کوئی اور نسخہ مشکل ہی سے ہوسکتا ہے، اس نسخے کے استعمال کے لئے رمضان المبارک ہی سب سے زیادہ موزوں مہینہ ہے، ہم روزہ رکھتے ہیں تو صبح سے شام تک اپنے جسم کے جائز مطالبات تک کو پورا کرنے سے رک جاتے ہیں، رات آتی ہے تو کھڑے ہو کر اس کا کلام سنتے ہیں، اور مہینہ بھر میں کم سے کم ایک بار پوری کتاب سن لیتے ہیں، یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ زبان نہ جاننے کی وجہ سے ہمارے پلے کچھ نہیں پڑتا کہ اللہ پاک نے ہم سے کیا فرمایا اور ہم نے تراویح کی رکعتوں میں کھڑے ہو کر کیا سنا۔ لیکن منشائے الٰہی بالکل واضح ہے کہ اس مہینے میں ہم ایک مرتبہ اس پوری ہدایت سے روشناس ہو جائیں، جو اس نے قرآن مجید کی صورت میں عطا فرمائی ہے، اور جس پر خود عمل کرنا اور جس کی طرف دوسروں کو بلانا ہمارا اولین فرض ہے۔

روزہ کا اجر وثواب

روزے میں جب اللہ پاک کا حکم ہوتا ہے تو ہم کھاتے ہیں اور جب اس کا حکم ہوتا ہے تو ہم رک جاتے ہیں۔ نہ کھانا حرام ہے نہ پینا، لیکن روزے میں ہم بالکل ان بنیادی ضروریات کو بھی اطاعت رب کی خاطر اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں، جن کو پورا کرنا دوسرے اوقات میں نہ صرف جائز بلکہ فرض ہوتا ہے، اس طرح ہم یہ قوت پیدا کرتے ہیں کہ ہر اس چیز سے رک جائیں جس سے اللہ جل شانہ نے روکا، خواہ اس کے لئے ہماری ضرورت اور خواہش کتنی ہی شدید ہو۔

روزے کی کوئی ظاہری شکل وصورت نہیں ہے، نفس اور پیٹ میں اٹھنے والی بھوک، پیاس اور جنسی خواہش کو کوئی دوسرا دیکھ سکتا ہے نہ محسوس کرسکتا ہے، اور نہ کوئی کسی کے احساس میں شریک ہوسکتا ہے، ان خواہشوں کو قربان کردینے کی بھی کوئی ظاہری شکل نہیں، لہٰذا اس ترک خواہش کو مادی پیمانوں سے نہیں ناپا جاسکتا ہے، روزہ تو خالص حضوری رب کے یقین ہی پر قائم ہوتا ہے، اور اسی کو راسخ کرتا ہے، اس کی یہی روح ہے کہ اللہ پاک ہر وقت ساتھ ہے ہم جہاں بھی ہوں وہ موجود ہے، دو ہوں تو تیسرا وہ ہے اور اکیلے ہوں تو دوسرا وہ ہے، اسی لئے حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ روزہ صرف میرے لئے ہے، صرف میں ہی اس کا بدلہ دے سکتا ہوں۔ تقویٰ اسی ایمان کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے، اسی ایمان سے غذا حاصل کرتا ہے اور اسی سے پھلتا پھولتا ہے۔

دیگر عبادتوں کا ثواب تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دلواتا ہے مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کا بدلہ میں ہی دوں گا، اس لئے آدمی روزے کی حالت میں گالی گلوچ نہ بکے، لڑائی جھگڑے نہ کرے۔ ارشاد نبوی ہے، وَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ اِنِّی امْرُءٌ صَائِمٌ ۔ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو گندی باتیں نہ کرے، شور نہ مچائے اگر کوئی شخص گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑا کرنے لگے (تو اس کو لڑائی جھگڑے اور تھپڑ سے جواب نہ دے) بلکہ یوں کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں گالی گلوچ کرنا یا لڑائی کرنا میرا کام نہیں ہے) جس طریقہ سے آدمی دن بھر بھوک پیاس کی شدت کو برداشت کرتا ہے اسی طرح اپنے نفس کو مزید قابو میں کرکے لڑائی جھگڑے سے بھی پرہیز کرے تاکہ پورا کا پورا ثواب حاصل کرسکے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم روزہ بھی رکھیں اور ثواب بھی نہ ملے اس لئے روزے کی حالت میں بہت ہی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

روزہ ڈھال ہے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے، جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے، اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے ایک روایت میں ہے کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے، فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے، ان دونوں روایتوں میں اسی طرح اور بھی متعدد روایات میں روزہ میں اس قسم کے امور سے بچنے کی تاکید آئی ہے، روزہ کا گویا ضائع کردینا اس کو قرار دیا ہے، ہمارے اس زمانے میں روزہ کے کاٹنے کیلئے مشغلہ اس کو قرار دیا جاتا ہے کہ واہی تباہی، میری تیری باتیں شروع کردی جائیں، بعض علماء کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک ایسی ہیں جیسے کہ کھانا پینا وغیرہ سب روزہ کو توڑنے والی اشیاء ہیں۔ جمہور کے نزدیک اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں مگر روزہ کے برکات جاتے رہنے سے تو کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

اس لئے اس اختلاف سے بچنے اور روزے میں مزید قوت پیدا کرنے اور رضائے الٰہی کیلئے جھوٹ اور گالی گلوچ سے ضرور احتراز کریں، روزے کے مسائل واحکام اور آداب سے پوری طرح واقف ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت ذوالقرنین

کی دینی اور ملی خدمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "یَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ قُلْ سَأَتْلُوْ عَلَیْکُمْ مِنْهُ ذِکْرًا." صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

اور لوگ آپ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں آپ ﷺ فرما دیجئے کہ میں تمہارے سامنے پڑھتا ہوں ان کے کچھ احوال۔

ذوالقرنین صاحبِ علم وعمل گذرا ہے دوستو
دل جس کا دردمندی سے معمور تھا دوستو

محترم سامعین، نوجوانانِ اسلام اور پس پردہ بیٹھی ہوئی معزز خواتین! جو آیت کریمہ میں نے تلاوت کی ہے، اس میں ایک اہم واقعہ ذکر کیا گیا ہے، جس میں مختلف

رائے ہیں اور محققین نے اپنی الگ الگ تحقیق پیش کی ہیں، اس سلسلے میں کچھ مفید اور معلومات افزا باتیں پیش کرتا ہوں، سب سے پہلے یہ بات قرآن کریم کے مطالعہ وتلاوت کے وقت ملحوظ رکھنی چاہئے کہ قرآن کریم رشد وہدایت کی کتاب ہے قصہ اور کہانی بیان کرنا اس کا مقصود نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں کوئی بھی قصہ ترتیب اور بسط وتفصیل سے نہیں بیان کیا گیا ہے صرف سورہ یوسف کے تعلق سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں مکمل اور ترتیب وار قصہ بیان کیا گیا ہے، جتنے قصہ کی ضرورت ہوتی ہے قرآن اتنا ہی بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہودیوں نے کفار قریش کے ذریعہ ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا اور قرآن نے جتنا بیان کیا یہودیوں کو اس سے تشفی ہوگئی۔ اسی طرح روح کے متعلق سوال کیا اور قرآن نے صرف اتنا بتایا کہ روح میرے رب کا حکم ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا۔ یہودیوں کو اس سے تشفی ہوگئی، قرآن کریم نے ذوالقرنین کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اور احادیث صحیحہ میں جو بھی تذکرہ ہے اور جو اوصاف ذوالقرنین اور یاجوج وماجوج کے بیان کئے ہیں، محققین کی رائے میں اختلاف ہے سب سے بہتر بات وہی ہے جو علامہ آلوسی نے ذکر کیا ہے کہ ہم کو اس کا موقع معلوم نہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام خشکی وتری پر محیط ہو چکے ہیں واجب التسلیم نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی پانچواں براعظم ہو جہاں یہ قوم یاجوج ماجوج آباد ہو اور اب تک دنیا کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی ہو اور آئندہ وہاں تک رسائی ہو جائے۔

ذوالقرنین کیوں کہتے ہیں

ذوالقرنین کا نام ذوالقرنین کیوں ہوا، اس کے بارے میں بے شمار اقوال اور بہت اختلافات ہیں، بعض نے کہا کہ ان کی دو زلفیں تھیں، اس لئے ذوالقرنین

کہلائے ، بعض نے کہا کہ مشرق ومغرب کے ممالک پر حکمران ہوئے اس لئے ذوالقرنین نام رکھا گیا، کسی نے یہ بھی کہا کہ ان کے سر پر کچھ ایسے نشانات تھے جیسے سینگ کے ہوتے ہیں، بعض روایات میں ہے کہ ان کے سر پر دونوں جانب چوٹ کے نشانات تھے اسلئے ذوالقرنین کہا گیا ، واللہ اعلم ،مگر اتنی بات متعین ہے کہ قرآن نے خود ان کا نام ذوالقرنین نہیں رکھا، بلکہ یہ نام یہود نے بتلایا ان کے یہاں اس نام سے ان کی شہرت ہوگی۔ واقعہ ذوالقرنین کا جتنا حصہ قرآن کریم نے بتلایا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ:''وہ ایک صالح عادل بادشاہ تھے جو مشرق ومغرب میں پہونچے اور ان کے ممالک کو فتح کیا اور ان میں عدل وانصاف کی حکمرانی کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ہر طرح کے سامان اپنے مقاصد پورا کرنے کے لئے عطاء کردیئے گئے تھے، انہوں نے فتوحات کرتے ہوئے تین اطراف میں سفر کئے ، مغرب اقصیٰ تک اور مشرق اقصیٰ تک ، پھر جانب شمال میں کوہستان سلسلے تک ، اسی جگہ انہوں نے دو پہاڑوں کے درمیان درے کو ایک عظیم الشان آہنی دیوار کے ذریعہ بند کردیا جس سے یاجوج ماجوج کی تاخت وتاراج سے اس علاقہ کے لوگ محفوظ ہوگئے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں بے شمار عجیب وغریب صفات کے مالک اور مزاج واطوار کے لوگوں کو پیدا فرمایا، ان ہی میں سے ایک ذوالقرنین اپنی نوعیت اور حیثیت کے اعتبار سے ایک جداگانہ شخصیت ہیں، جن کے متعلق تاریخ میں بہت سی باتیں مذکور ہیں اور جن کی تحقیق زمانہ کے اہل علم حضرات کرتے رہے ہیں، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین ایک ایسے جلیل القدر بادشاہ گذرے ہیں اللہ نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور اللہ نے ان کو ہر قسم کا سامان دیا تھا، جس سے وہ اپنے شاہی منصوبوں کو پورا کرسکیں۔

چنانچہ وہ بارادۂ فتوحات ملکِ مغرب کی ایک راہ پر ہوئے اور سفر کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ جب سفر کرتے کرتے درمیان شہروں کو فتح کرتے ہوئے غروب آفتاب کے موقع یعنی جانب مغرب میں انتہائی آبادی پر پہونچے، تو وہاں کے باشندوں نے ان سے درخواست کی کہ اے ذوالقرنین یہاں یاجوج وماجوج بستے ہیں جو ہمیں سخت تکالیف پہونچاتے ہیں، آپ ان سے بچاؤ کی کوئی شکل تجویز کریں چنانچہ ذوالقرنین نے دیوار آہنی تعمیر کرائی، قرآن کریم نے جس کا تذکرہ کیا ہے۔

یاجوج ماجوج کے متعلق مورخین کی آراء

قرآن مجید میں یاجوج اور ماجوج کا نام دو جگہ آیا ہے ایک سورہ کہف میں اور دوسرے سورہ انبیاء میں۔ یورپ کی زبانوں میں ان کے لئے Gog and Mogog (گاگ اور میگاگ) کے نام مشہور ہوگئے ہیں۔تمام تاریخی قرائین متفقہ طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ ان سے مراد شمالی مشرقی میدانوں کے وہ وحشی قبائل ہیں جن کا سیلاب ماقبل تاریخ سے لے کر نویں صدی عیسوی تک پر برابرا منڈتا رہا بائبل میں ان کو حضرت نوح کے بیٹے یافث کی نسل میں شمار کیا گیا ہے)ان کے مشرقی حملوں کی روک تھام کیلئے چینیوں کو سینکڑوں میل طویل دیوار بنانی پڑی، ان کی مختلف شاخیں تاریخ میں مختلف ناموں سے پکاری گئیں اور جن کا آخری قبیلہ یورپ میں ''میگر'' کے نام سے روشناس ہوا اور ایشیاء میں تاتاریوں کے نام سے مشہور ہوا، اس کی ہی ایک اور شاخ کو یونانیوں نے سیتھین کے نام سے پکارا اور اسی طاقتور وحشی قبیلہ کی روک تھام کیلئے ذوالقرنین نے سد کی تعمیر کی تھی۔شمال مشرق کے اس علاقے کا بڑا حصہ اب منگولیا کہلاتا ہے، ''لفظ منگول'' کی تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ قدیم نام ''موگ'' تھا یقیناً یہی موگ ہے جو چھ

سو برس ق م یونانیوں میں ''میگ'' اور میگاگ کے نام سے پکارا جاتا ہوگا اور یہی لفظ عرفی میں ماجوج بن گیا۔

منگولیا اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں سے یہ وحشی قبائل موقع بہ موقع غذا اور اپنے مویشیوں کو چارے کی تلاش میں مختلف ممالک کی جانب روانہ ہوئے۔ غالبًا ان کی پہلی شاخ انڈو یورپین آریائی کہلاتی ہے جو ہندستان، ایران اور اناطولیہ میں بس گئی۔ اور بعد ان کی وحشیانہ زندگی، تمدنی زندگی سے بدل گئی لیکن جو قبائل اپنے اصلی وطن میں تھیں وہ ابھی تک ہنوز جنگلی اور وحشی تھیں، یہی یاجوج اور ماجوج کہلائے۔ جو اپنی ضروریات زندگی کے لئے وقتاً فوقتاً تہذیب یافتہ اقوام پر حملہ آور ہوکر تباہی مچاتی تھیں، چنانچہ قرآن مجید نے سورۂ انبیاء میں ان کے جس خروج کی خبر دی ہے وہ منگولیا کے تاتاریوں کا آخری خروج تھا جس کی سرکردگی ایک منگولی قائد چنگیز خان نے کی تھی، اس نے تمام تاتاری قبائل کو اپنے تحت کرلیا اور پھر فتح و تسخیر کا ایک ایسا ہولناک سیلاب امنڈ آیا کہ جس کو اسلام کی کوئی متمدن قوت بھی روک نہ سکی، وسط ایشیاء سے لے کر عراق تک جو ملک اس کے سامنے آیا خس وخاشاک کی طرح بہہ گیا۔

دیوار چین اور سدِّ ذوالقرنین

اسی طرح پانچویں صدی عیسوی میں ان کے ایک قائد اٹیلا نے رومن امپائر کی اینٹ سے اینٹ بجادی غرض ان وحشی قبائل کے خروج کی طاقت ہیبت ناک تھی تباہی وبربادی ان کے ہم رکاب چلتی تھی۔ خود ہندوستان کے شمالی مغربی سرحدوں پر ان کے حملے مسلمانوں کے دور میں ہوتے رہے، سلطان بلبین نے سخت انتظامات کیئے کہ ان قبائل کی شاخیں پھر ہندوستان پر حملہ آور نہ ہوں اور اسی سلسلے میں بلبین کا

اکلوتا بیٹا محمد بھی انہیں لوگوں سے مارا گیا تھا، اسی طرح ان کے حملوں سے اپنے ملک کو بچانے کیلیئے شہنشاہ چین ہوانگ ٹی نے دیوار چین تعمیر کرائی تھی جس کی لمبائی 1500 میل ہے اس کی تعمیر 214 ق م میں دس برس تک ہوتی رہی، مورخین ان کے حملوں کے سات در بتاتے ہیں آخری حملہ کی سرداری چنگیز خان نے کی تھی، غرض یہ ظاہر ہے کہ ان ہی قبائل کی روک تھام کیلیئے سائرس نے سد بنائی تھی۔

اس سد کو ذوالقرنین نے کہاں تعمیر کیا تھا موجودہ زمانے کے نقشے میں اس کو کہاں ڈھونڈنا چاہئے ساؤتھ افریقہ کے مغربی ساحل پر ایک قدیم شہر دربند آباد ہے، یہ ٹھیک اسی مقام پر واقع ہے جہاں سے ایشیا کا سلسلہ کوہ ختم ہوتا ہے اور بحیرہ خزر میں مل جاتا ہے، اس مقام پر قدیم زمانے سے ایک عریض وطویل دیوار موجود ہے جو مسندر سے شروع ہوکر تقریباً 30 میل تک مغرب میں چلی گئی ہے، ساحل کی طرف یہ دیوار دہری ہے اس کو ایرانی، قدیم زمانے سے دوبارہ کہتے آئے ہیں۔

تاریخی انکشافات

ظہور اسلام سے قبل ساسانی عہدہ میں یہ مقام موجود تھا اور اسے مختلف مورخین نے بھی ''دربند'' ہی کہا ہے بعد ازاں مسلمانوں کی فتح کے بعد یہ ''باب الابواب'' یا الباب'' کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ کنجی کی حیثیت رکھتا تھا۔ کیوں کہ اچھا انتظام کیا جائے تو ہی مملکت کو امن وچین مل سکتا تھا ورنہ پھر حملہ۔

اس مقام سے جب مغرب کی طرف کا کیشیا کے اندرونی حصوں میں اور آگے بڑھنے پر ایک اور مقام ملتا ہے جو درۂ داریاں ''Darial Pass کے نام سے مشہور ہے اور موجودہ زمانے میں اس کا محل وقوع ''ولاڈی کیوکز'' اور ٹفلس'' کے درمیان ہے یہاں بھی قدیم زمانے سے ایک دیوار موجود ہے اور ارمنی روایتوں میں

اسے ''آہنی دروازہ'' کے نام سے پکارا جاتا ہے، عرب مورخین کہتے ہیں کہ اس دیوار کو نوشیرواں نے تعمیر کرایا تھا، لیکن جب ہم قبل از اسلام عہد کے تاریخی نوشتوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ نوشیرواں کے دور سے بہت پہلے ہی یہ دیوار موجود تھی، پہلی صدی عیسوی کا مورخ ''جوزیفس'' اس کا تذکرہ کرتا ہے اور اسی طرح دوسرے بھی کرتے ہیں۔

نوشیرواں کا زمانہ 531، سے 579ء تک رہا ہے، ذرہ داریال کی سد ہی وہ سد (یعنی دیوار) ہے جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے اور قرآن کی تصریحات کے مطابق فٹ بیٹھتا ہے، اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا ہے، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں آہنی دروازے کا نام قدیم سے مشہور چلا آتا ہے۔ اسکے بعد ذوالقرنین کے جانشینوں میں سے کسی نے (غالباً نوشیرواں ہی نے) کا کیشیا کے مشرقی ڈھلوانوں پر دیوار دربند 1796ء تک موجود تھی لیکن ۱۹۰۴ء جب پروفیسر جیکسن نے معائنہ کیا تو گو آثار باقی تھے لیکن دیوار گر چکی تھی۔

یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یاجوج ماجوج کے تعلق سے یہ باتیں میں پیش کر رہا ہوں، محققین و مورخین کی رائے اور تحقیقات ہیں نہ کہ میری بلکہ میری رائے اور محققین کی رائے وہی ہے جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں بیان کی گئی ہیں، کیونکہ جو کچھ صاف قرآن کریم نے بیان کئے ہیں ان مورخین و محققین کی رائے اس سے مختلف اور الگ ہیں۔

قرآن مجید کی روشنی میں ذوالقرنین کی شخصیت

اے محمد ﷺ یہ لوگ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں، ہم نے اس کو زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب اور وسائل بخشے تھے۔

کفار قریش کے تین سوالات

کفار قریش نے یہودیوں کے مشورہ پر آپ ﷺ سے پوچھا کہ اصحاف کہف کون تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ کیا تھا اور ذوالقرنین کون تھا، ان تینوں سوالوں کا جواب سورہ کہف میں دیا گیا ہے۔

ذوالقرنین کی شخصیت سے متعلق مفسرین میں شروع سے اختلاف رہا ہے جدید تاریخی معلومات کی بناء پر مفسرین کا میلان ایران کے فرماں روا خسرو کی طرف ہے قرآن مجید میں اس شخص کا ذکر جس طرح مذکور ہے اس سے چار باتوں کی وضاحت ہوتی ہے، پہلی بات اس کا لقب ذوالقرنین یعنی دو سینگوں والا ہونا بائیبل میں دانیال علیہ السلام نبی کا خواب بیان ہوا ہے، اس میں میڈیا اور فارس کی متحدہ ریاست کو مینڈھے کی شکل میں دکھا یا گیا ہے جس کے دو سینگ تھے۔ یہ دو سینگوں والا خورس یا خسرو تھا جس نے ۵۳۹ قبل مسیح میں نبی اسرائیل کو بابل کی اسیری سے نجات دلائی تھی۔ دوسری بات اس کی سلطنت کار قبہ بہت وسیع تھا جس کی وضاحت قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ تیسری بات اس نے یاجوج ماجوج کے حملوں سے لوگوں کو بچانے کے لئے ایک مضبوط دیوار کی تعمیر کی تھی۔ چوتھی بات یہ کہ وہ خدا پرست اور عادل حکمران تھا۔ نیز وہ مال و دولت کا حریص نہیں تھا۔

ذوالقرنین سے مراد کون ہے؟

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ فارس کے حکمران کو یونانی میں سارس اور عبرانی میں خورس اور عرب لوگ خسرو کے نام سے پکارتے ہیں ۱۸۳۸ء میں سائرس کے ایک مجسمے کا انکشاف ہوا ہے جس کے دونوں طرف عقاب کی طرح پر نکلے ہوئے ہیں اور سر پر مینڈھے کی طرح دو سینگ ہیں۔ (حوالہ: تفہیم القرآن ابوالاعلیٰ ترجمان القرآن از ابوالکلام آزاد صفحہ ۴۳۰)

قابیل ابن آدم سے متعلق بائیبل کا بیان

قابیل نے جب ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدمؑ نے اس کو عاق کر دیا، اس نے کہا میں تجھ سے اور تیرے رب سے روپوش ہو جاتا ہوں، چنانچہ وہ انسانی آبادی سے دور علاقے میں جا بسا' جہاں انسانی سہولتیں نہیں تھیں، جب اس کو شہوانی خواہش ہوئی تو اس نے انسانی شکل سے ملتی جلتی بندر مادہ سے جفتی کی اور وہ حاملہ ہوگئی، جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام حنوک رکھا اس کی چوتھی پشت میں مَلِک نامی شخص نے دو اسی قسم کی عورتوں سے نکاح کیا ہر ایک سے ایک ایک لڑکا پیدا ہوا۔

ان میں سے ایک بانسری بنانے اور بجانے والے کا باپ تھا اور دوسرا مہلک ہتھیار بنانے والے کا باپ تھا۔ اس طرح قابیل کی اولاد آلات موسیقی کی مؤجد ہوئی اور اسی طرح آلات حرب کی موجد بھی ہوئی یاجوج ماجوج نامی قوم انہیں کی نسل سے ہے۔

(تذکیر سورہ کہف از مولانا مناظر حسن گیلانی)

روئے زمین کا سب سے بڑا قاتل قابیل ہے جس نے ناحق اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو اس کا نتیجہ بڑا خراب ہوا اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا **لا تقتل نفس ظلماً الا كان على ابن آدم الاول كفل من دمها لانه اول من سن القتل** جو شخص ناحق قتل کیا گیا تو اس کے خون کا بوجھ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے ہی سب سے پہلے قتل کو ایجاد کیا رہتی دنیا تک جو بھی کوئی ناحق قتل کرے گا تو اس کا پورا پورا گناہ قابیل پر ہوگا، لیکن قتل کرنے والا بھی بری الذمہ نہیں ہوگا، بلکہ اس کو بھی مکمل گناہ ملے گا جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کوئی اچھا کام ایجاد کیا تو بعد میں آنے والے جو بھی اس پر عمل کریں گے تو اس کا ثواب ایجاد کرنے والے کو پورا پورا ملے گا اسی طرح اس پر عمل کرنے والے کو بھی

پورا ثواب ملے گا اور اگر کسی نے برا کام ایجاد کیا تو بعد میں اس پر عمل کرنے والے اور ایجاد کرنے والے کو پورا پورا گناہ ملے گا۔ (یاجوج ماجوج سورۃ انبیاء کی آیت نمبر ۹۵ کی روشنی میں)

جہنم کو بھرنے والے انسان

یاجوج ماجوج نسل انسانی میں سے ہیں ان کی تعداد دوسری نسلوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے انہیں لوگوں سے جہنم بھر دی جائی گی (بخاری)۔ یاجوج ماجوج زمین میں فساد پھیلائیں گے آسمانوں پر تیر چلائیں گے جو خون آلود ہو کر واپس ہوں گی۔ ان کا یہ ظہور حضرت عیسیٰؑ کی موجودگی میں ہوگا یہ اس قدر تیزی اور کثرت سے ہر طرف پھیل جائیں گے کہ ہر اونچی جگہ سے دوڑتے ہوئے محسوس ہوں گے ان کی شرا نگیزیوں سے مسلمان تنگ آ جائیں گے۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی دعا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر کوہ طور پر پناہ گزیں ہوں گے اور ایسی دعا کریں گے جس کے اثر سے فسادیوں کی گدیوں میں کیڑا پیدا ہوگا اور سب اسی سے ہلاک ہو جائیں گے۔ ان کی لاشوں کے ڈھیر سے زمین بھر جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ایسے پرندے روانہ فرمائے گا جو ان لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیں گے پھر ایک زور دار بارش ہوگی جس سے ساری زمین پاک صاف ہو جائے گی۔ (حوالہ: ابن کثیر' مسند احمد)

یاجوج ماجوج سے متعلق محققین کی مختلف رائیں

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں جو لوگ سورۂ کہف کی روشنی میں یہ سمجھتے ہیں کہ یاجوج ماجوج ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کے پیچھے تک محدود ہیں ان کے اس خیال کی سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۹۵ تردید کرتی ہے۔

روسی یاجوج برطانوی ماجوج

مولانا انور شاہ کشمیریؒ اپنی کتاب فیض الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں روس کے باشندے یاجوج کی نسل سے ہیں اور برطانوی لوگ ماجوج کی نسل سے ہیں۔

(حوالہ: کتاب فیض الباری جلد چہارم صفحہ ۴۳۷)۔

جغرافیہ کی کتاب میں ایشیائی روس کے زیر عنوان عبارت ہے سائبریا جو روس کے قبضے میں ہے بڑا وسیع علاقہ ہے ٹوبان سکسک ولادی واسٹاک کٹ سک نامی آبادیاں موجود ہیں، ان سب بستیوں کے باشندے یاجوج کی نسل سے ہیں۔ (حوالہ: فیض الباری صفحہ ۲۳، وتذکیر سورۂ کہف مناظر حسن) انگلستان میں نیگا نامی ایک پہاڑی ہے وہاں گاگ میگاگ کا میلہ لگتا ہے، یہ یاجوج ماجوج کا بدلا ہوا تلفظ ہے۔

گلڈہال کے دروازے پر گاگ میگاگ کے مجسمے

لندن کارپوریشن کا صدر دفتر جس عمارت میں ہے وہ گلڈہال کہلاتی ہے اس عمارت کے دروازے پر گاگ میگاگ نام کے مجسمے کھڑے کئے گئے ہیں۔ یہ بات اس کی علامت ہے کہ برطانیہ کے باشندے ماجوج کی نسل سے ہیں۔ روس اور مغربی ممالک نے زمین میں فساد پھیلانے میں کافی رول ادا کیا ہے آئندہ بھی امکانات ہیں کہ یہ لوگ زمین کو فساد سے بھر دیں گے۔ (تذکیر سورۂ از مناظر حسن گیلانی صفحہ ۲۱۵)

یاجوج ماجوج

یاجوج ماجوج سے متعلق ابن حجرؒ نے اپنی کتاب فتح الباری میں لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج آدم کی اولاد ہیں حوا کی نہیں۔ دادیال آدم سے ہے نانیال آدم سے نہیں۔

(تذکیر سورۂ کہف صفحہ ۲۹۷

یاجوج ماجوج ایک برزخی مخلوق

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یاجوج ماجوج کی قوم عالم انسان اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جیسا کہ کعب احبار نے فرمایا اور نوویؒ نے فتاویٰ میں جمہور علماء سے نقل کیا ہے ان کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حواء تک نہیں پہونچتا گویا عام آدمیوں کے وہ باپ شریک بھائی ہوئے، کیا عجب ہے کہ دجال اکبر جسے تمیم داری نے کسی جزیرے میں مقید دیکھا تھا اسی قوم سے ہو جب حضرت مسیح علیہ السلام جو محض ایک آدم زاد کے بطن خاتون سے متوسط نفخہ ملکہ سے پیدا ہوئے۔ نُزُولَ مِنَ السَّمَاءِ کے بعد دجال کو ہلاک کریں گے اس وقت یہ قوم یاجوج ماجوج دنیا پر خروج کرے گی اور وہ آخر کار حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا سے غیر معمولی موت مرے گی۔ سو یہ قوم کہاں ہے اور ذوالقرنین کی دیوار آہنی کہاں ہے، جو شخص ان سب اوصاف کو پیش نظر رکھے گا جس کا ثبوت اس قوم اور دیوار آہنی کے متعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ملتا ہے، اس کو ماننا پڑے گا کہ جن قوموں، ملکوں اور دیواروں کا لوگوں نے رائے سے پتہ دیا ہے یہ مجموعہ اوصاف ایک میں بھی نہیں پایا جاتا ہے اس لئے یہ سب خیالات صحیح معلوم نہیں ہوتے اور احادیث صحیحہ کا انکار اور قرآن کریم کی تاویلات بعیدہ دین کے خلاف ہے۔

یاجوج ماجوج کا خروج

سورۂ انبیاء کی آیت ۹۶ میں یاجوج ماجوج کے خروج کی جو خبر دی گئی ہے۔ وہ ان کا آخری خروج تھا۔ یہ منگولیا کی بلندیوں سے اُمڈ پڑا اور چھ صدیوں کے اندر

اسلامی تمدن نے جو کچھ تعمیر کیا تھا، جیحون سے دجلہ تک چشم زدن میں پامال کر دیا، اس آیت میں اسکو فتح کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اس کے معنی اشیاء کیلئے ہوں تو "کھلنے" کے ہیں لیکن حیوانات کیلئے ہوں تو کھلنے کے ہی نہیں بلکہ اچانک کھل پڑنے کے ہوں گے اس طرح اس ایک لفظ نے پوری تاریخی نوعیت آشکارا کر دی۔

چھٹی صدی ہجری میں منگول قبائل کی تعداد بہت بڑھ گئی ان قبائل کو منظّم کرنے اور طاعت کے ایک ہی شیرازہ میں پرونے کیلئے مشہور چنگیر خان جیسا لیڈر بھی ملا۔ بعد میں اس کے بیٹے اوکتائی خان کے عہد میں ان قبائل کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ یہ پورے بند کو توڑ کر سیلاب کی طرح بہہ نکلے اور اچانک اس طرح چہار طرف پھیل گئے گویا دینا اپنی بربادی کیلئے اسی بند کے ٹوٹنے کی منتظر تھی!!

ان قبائل کی زندگی گھوڑوں پر بسر ہوئی تھی۔ اور سو سو میل تک بغیر دم لیے چلے جاتے تھے۔ جب ان کے جتھے اسلامی ملکوں پر گرتے تو ان کی برق رفتاری کا یہ عالم تھا کہ ایک شہر کی تباہی کی خبر دوسرے شہر تک بھی پہنچ نہ پاتی تھی کہ وہ خود اس کے دروازے پر نمودار ہو جاتے تھے۔ اس لئے اس عہد کے علما اور اکثر اصحاب نظر ان ہی منگول قبائل کو یا جوج ماجوج کہتے تھے۔ ان میں امام ذہبی' حافظ علم الدین' مقریزی' حافظ سیوطی' وغیرہ شامل ہیں۔

خود شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے جد مجد الدین ابن تیمیہ کہا کرتے تھے اگر یہ خود یاجوج و ماجوج نہیں ہیں تو ظاہر ہونے والے یاجوج و ماجوج ایسے ہی ہوں گے۔

حدیث پاک کا حوالہ:۔ اس سلسلہ میں حدیث زینب بنت جحش (بخاری) بھی پیش نظر رہے " آنحضرت ﷺ ایک دن سو کر اٹھے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک شدت تاثر سے سرخ ہو رہا تھا۔ اور فرما رہے تھے "لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اس شر سے جو

قریب آ گیا ہے' عرب کے لئے افسوس!! آج یاجوج و ماجوج کی روک کھل گئی پھر انگلیوں سے حلقہ بنا کر بتایا ابھی صرف اتنی راہ کھلی ہے، یہ حلقہ روپئے کے برابر یا اس سے کچھ چھوٹا تھا۔ اس پر عرض کیا گیا کہ "کیا ہم ہلاکت میں پڑ جائیں گے حالانکہ ہم میں صالح انسان بھی ہوں گے" فرمایا" ہاں جب گندگی بڑھ جائے گئ" اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں) آنحضرت ﷺ کے زمانے میں یعنی ساتویں صدی عیسوی میں یاجوج و ماجوج کی روک کھلنا شروع ہوگئی لیکن اتنی نہیں کہ قدم باہر پڑ سکیں۔ یہ حقیقت خواب میں اس طرح دکھائی گئی جیسے ایک دیوار ہے اس میں ذرا سا سوراخ ہے چنانچہ تاریخ اس کی شہادت فراہم کرتی ہے۔ اسی زمانے میں منگول قبائل نے سد ذوالقرنین کے علاوہ ایک دوسری راہ کا سراغ پا لیا تھا۔ اور اس نئی راہ سے (جو بحیرہ یورال اور بحیر خزر کے درمیان تھی) یہ قبائل باہر کی طرف بڑھ آئے اور دریائے جیحون کی وادیوں میں آباد ہو گئے۔

یاجوج و ماجوج کے ظہور کو عربوں کی ہلاکت کہا گیا۔ مسلمانوں کی ہلاکت نہیں! چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ عربی اقتدار اور شان و شوکت کو تباہ و تاراج کرنے والی قوم یہی منگولین تھی، اس لئے یقیناً یاجوج و ماجوج سے مقصود یہی منگول نسل تھی، عربی اقتدار کی ابتدا بھی اسی نسل کی مختلف شاخوں' ترکوں اور سلجوقیوں سے ہوئی اور انتہا بھی اس کے نئے ظہور سے ہوئی یعنی منگولی تاتاریوں سے (واضح رہے کہ ترک اور سلجوق وغیرہ بھی اسی نسل کے تھے جو اپنے علاقوں سے نکل کر باہر آ گئے اور مسلمان بھی ہو گئے)

فرقہ بندی کا ہولناک انجام

یہاں عبرت کیلئے اس تاریخی واقعہ کو یاد رکھنا چاہئے مورخ اسلام اس واقعہ کے ماتم سے کبھی فراغت نہیں پا سکتا کہ تاتاریوں کی ابتدائی تخت و تاراجی خود مسلما

نوں کی فرقہ بندی اور جاہلی عصبیت کے سبب تھی۔ بربادی کا پہلا دروازہ حنفیوں اور شافعیوں کے باہمی جھگڑوں سے کھلا اور بربادی کی آخری تکمیل یعنی بغداد کا قتل عام سنیوں اور شیعوں کے اختلاف کا نتیجہ تھا، چنگیز اور ہلاکو خاں اسلامی مملکتوں پر حملہ کرنے کی جرات نہ رکھتے تھے کیوں کہ اسلامی سلطنت کی (۶۰۰) سالہ دھاک ان کے دلوں پر بیٹھی تھی۔ اس اثنا میں یہ ہوا کہ خراسان میں حنفیوں اور شافعیوں میں باہمی جنگ وجدل شروع ہوگئی تھی طوس' کے حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آکر ہلاکو کو حملہ کی دعوت دی اور شہر کے دروازے کھول دیئے۔ پھر جب تاتاریوں کی تلوار نیام سے نکلی تو نہ شافعی بچے اور نہ حنفی! دونوں تہہ تیغ ہوگئے۔ یہ تھی ابتدائی تباہی! خراسان کی تسخیر کے بعد بغداد کا راستہ بھی کھل گیا تھا لیکن ہلاکو اس لئے جرات نہ کرسکا کہ عباسی خلفا کا رعب مانع تھا۔ لیکن فرقہ بندی کے بعد بغداد سنیوں اور شعیوں کے باہمی جنگ وجدال کا میدان بن چکا تھا۔ خلیفہ مستعصم کا وزیر ابن علقمی شیعہ تھا۔ اور سنیوں کے ہاتھوں اذیتیں برداشت کرچکا تھا۔ اس لئے خواجہ نصیرالدین طوسی (جو ہلاکو کا وزیر تھا) کے ذریعہ بغداد آنے کی دعوت دی اور اس طرح تاریخ اسلام کی سب سے بڑی بربادی اپنی پایہ تکمیل کو پہنچی۔

اللہ تعالیٰ امتِ محمدؐیہ کو ایسی تباہی اور ہلاکت سے بچائے اور اتحاد واتفاق پیدا فرمائے۔ میں نے آپ حضرات سے جو کچھ عرض کیا ہے یہ تو اوراق تاریخ کے اوراق ہیں، باقی واللہ اعلم بالصواب۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

صدقہ اور صدقۂ فطر کی اہمیت

صدقہ گناہوں کا کفارہ اور مستحقین کی کفالت کا ذریعہ ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُوْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَةً تُطَھِّرُ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

(اے نبی ﷺ) ان کے اموال میں سے آپ صدقہ لیجئے تا کہ آپ پاک کریں ان کو اور بابرکت کریں اور ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کا ان کے لئے دعا کرنا تسکین ہے اور اللہ بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے۔

صدقۂ فطر سے ہوتی ہے ناداروں کی کفالت
صدقہ میں محمدؐ کے ملا ہے تجھے صدقۂ فطر

برادرانِ اسلام! آج کے اس عظیم الشان اجلاس میں صدقہ اور صدقۂ فطر کی اہمیت کے عنوان سے کچھ اہم معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں، میں نے ابھی ابھی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کو حکم فرمارہے ہیں کہ جو مسلمان صدقہ لے کر آرہے ہیں ان کا صدقہ قبول کریں تاکہ ان کا مال پاک صاف اور بابرکت ہوجائے اور آپ ان کیلئے دعا کیجئے آپ کے دعا کرنے سے ان کو سکون واطمینان حاصل ہوگا اس آیت کا انتخاب میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ آپ کو بتاؤں کہ صدقۂ فطر اور زکوٰۃ جیسے آپ ﷺ کے زمانہ میں تھا اسی طرح آج بھی صدقۂ فطر اور زکوٰۃ ضروری ہے بعض کم ذہن اور قرآن وحدیث کا مطالعہ نہ کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرمائے گئے اس لئے اب صدقۂ فطر اور زکوٰۃ نہیں یہ خیال گمراہ کن ہے ایسے لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ تاریخی جملہ یاد رکھنا چاہئے جو انہوں نے مانعین زکوٰۃ کے متعلق فرمایا تھا جبکہ آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرماگئے تھے، اَیَنْتَقَصَ الدِّیْنِ وَاَنَاحِیَ (کیا میرے جیتے جی دین میں کمی ہو) دین پر مضبوطی سے عمل اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ چھوٹے چھوٹے احکام کو بھی سینے سے لگایا جائے کسی بھی حکم شرعی کو معمولی سمجھنا انسان کو کفر کے غار کی طرف ڈھکیل دے گا اور صدقہ فطر تو دین کا ایک اہم حکم ہے جس سے غریبوں کی حاجت روائی اور مراد برائی ہوتی ہے اور غرباء وفقراء بھی امیروں اور مالداروں کی طرح خوشی ومسرت میں حصہ لے سکتے ہیں اور یہ اسلام ہی ہے جس نے ایسی تعلیم فرمائی جس سے معاشرتی اور اقتصادی پسماندگی اور غربت کی وجہ سے جو ذہنی انتشار ہے وہ دور ہو لیکن افسوس آج

مسلمانوں نے اپنے نبی کے احکام سے روگردانی اختیار کرلی اور خوف خدا اور محبت رسول دلوں میں نہیں رہی ورنہ کیا بعید ہے آج لمبے چوڑے بیان سن کر لچھے دار تقریریں سن کر ہمارے دل نہ پسیجیں صدقہ کے فضائل سے متعلق ہم کتنی حدیثیں آئے دن سنتے رہتے ہیں لیکن افسوس کہ ہم میں شوق وجذبہ پیدا نہیں ہوتا، اور نہ دینے والوں کے متعلق ہم کتنی وعیدیں سنتے رہتے ہیں مگر ہمارے دلوں کا زنگ دور نہیں ہوتا، صحابہ کرام فضائل سن کر اس کی طرف لپک پڑتے تھے اور وعید سن کر کانپ اٹھتے تھے۔

راہ خدا میں خرچ کرو اور کمی کا خوف نہ کرو

نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ کے پاس داخل ہوئے تو ان کے سامنے کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا، نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ بلال یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! آئندہ کی ضروریات کیلئے ذخیرہ کے طور پر رکھ لیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بلال تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اس کی وجہ سے کل قیامت کے دن جہنم کی آگ کا دھواں تم دیکھو، بلال خرچ کر ڈالو......اور عرش والے جل شانہ سے کمی کا خوف نہ کرو۔

ہر شخص کی ایک شان اور ایک حالت ہوا کرتی ہے، ہم جیسے کمزور ضعفاء، ضعیف الایمان، ضعیف الیقین لوگوں کے لئے شرعاً اس کی گنجائش ہو بھی کہ وہ ذخیرہ کے طور پر آئندہ کی ضروریات کے لئے کچھ رکھ لیں، لیکن بلالؓ جیسے جلیل القدر، کامل الایمان اور کامل الیقین کی یہی شان تھی کہ ان کو اللہ جل شانہ سے کمی کا ذرا بھی خوف یا واہمہ نہ ہو۔ ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ کا رات میں حضور ﷺ کے ساتھ گذر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر اگر احد کا یہ پہاڑ میرے لئے سونا بن جائے تو میں یہ پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گذر جائیں اور اس میں سے کچھ تھوڑا بہت

میرے پاس موجود ہو ہاں اگر کسی کا قرض ہو تو اس قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ تھوڑا بہت رکھ چھوڑوں گا۔ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد خلاف معمول حضور ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور فوراً باہر آئے صحابہ کرام کو بڑی حیرت ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا نماز میں یاد آیا کہ گھر میں کچھ اشرفیاں پڑیں ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ رات آجائے اور وہ پڑی رہیں، حضور ﷺ نے عمر بھر کسی سوال کے جواب میں نہیں کا لفظ نہیں فرمایا اور کبھی کوئی چیز آپ ﷺ نے تنہا نہیں کھائی خواہ کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔

ایک بدو کی حرکت کا برا نہیں مانا

ایک دفعہ ایک بدو نے آکر کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ مال تیرا ہے نہ تیرے باپ کا، اسے میرے اونٹ پر لاد دے حضور ﷺ نے اس کی اونٹ کو کھجوروں سے لاد دیا اور اس کے کہنے کا برا نہ مانا، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ خَازِن واللہ یعطی. میں تو بانٹنے والا اور خزانچی کی حیثیت رکھتا ہوں، اصل دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ میرے عزیزو مال خرچ کرنے سے کبھی نہیں گھٹتا بلکہ وہ ہمیشہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔ہمیں اس کا خاص اہتمام کرنا چاہئے تاکہ غریبوں کا خیال کرسکیں اور وہ بھی ہم لوگوں کی طرح عید کی خوشی منائیں۔

صدقۂ فطر امت کیلئے ضروری

صدقۂ فطر دل کی رغبت کے ساتھ پورے اہتمام سے ادا کیجیے، اور عید نماز سے پہلے ادا کر دیجئے، بلکہ اتنا پہلے ادا کیجیے کہ حاجت مند اور نادار لوگ بہ سہولت عید کی ضروریات مہیا کرسکیں اور وہ بھی سب کے ساتھ عیدگاہ جاسکیں اور عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صدقۂ فطر امت کیلئے اس

لئے ضروری قرار دیا تاکہ وہ ان بے ہودہ اور فحش باتوں سے جو روزہ میں روزہ دار سے سرزد ہو گئی ہوں کفارہ بنے، اور غریبوں اور مسکینوں کے کھانے کا انتظام ہو جائے۔

رمضان کے مبارک دنوں میں خود زیادہ سے زیادہ نیکی کمانے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی نہایت سوز، تڑپ، نرمی اور حکمت کے ساتھ نیکی اور خیر کے کام کرنے پر ابھاریئے۔تاکہ پوری فضاء پر خداترسی، خیر پسندی اور بھلائی کے جذبات چھائے رہیں، اور سوسائٹی زیادہ سے زیادہ رمضان کی بیش بہا برکتوں سے فائدہ اٹھاسکے۔

صدقہ فطر کس پر واجب ہے

جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر صدقۂ فطر بھی واجب ہے۔لیکن فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب میں تو سونا، چاندی یا تجارت کا مال ہونا ضروری ہے، اور صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے صرف یہی تین چیزیں نہیں، بلکہ اس کے نصاب میں ہر قسم کا مال حساب میں لیا جاتا ہے، ہاں یہ بات دونوں نصابوں میں شرط ہے کہ اپنی روزمرہ کی ضرورتوں سے زائد ہو اور قرضے سے بچا ہوا ہو۔

چنانچہ اگر ایک شخص کے پاس روزانہ پہننے کے کپڑوں کے علاوہ کچھ اور کپڑے رکھے ہوں یا روزمرہ کی ضرورت سے زائد تانبے، پیتل، اسٹیل اور چینی وغیرہ کے برتن ہوں یا اس کا کوئی مکان خالی پڑا ہو، یا بڑی بڑی دیگیں، بڑے بڑے فرش، قالین اور شامیانے وغیرہ جن کی کبھی کبھی تقریب وشادی وغیرہ کے موقع پر ضرورت پڑ جاتی ہے، ہمیشہ ان کی ضرورت نہیں پڑتی، یا اور کسی قسم کا سامان ہے، روزانہ کی ضرورت سے زائد ہے تو اگر ان چیزوں کی قیمت مل کر نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو جاتی ہے تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں ہوتی لیکن صدقۂ فطر واجب ہو جاتا ہے، اسی طرح صدقۂ فطر کے نصاب پر سال گذرنا بھی ضروری نہیں بلکہ اگر اسی دن اتنے مال کا

مالک ہوا ہوتب بھی صدقۂ فطر کا ادا کرنا واجب ہے۔مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں آج کل بہت کم ایسے مسلمان ہیں جن پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہوتا۔

صدقہ صرف اپنی ہی طرف سے نہیں بلکہ نابالغ اولاد کی طرف سے بھی ادا کرے البتہ بالغ اولاد پر خود صدقۂ فطر ادا کرنا لازم ہے،لیکن باپ ادا کرے تو ادا ہوجائے گا اور یہ انہیں لوگوں کو دیا جائے گا جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔اور جس طرح زکوٰۃ قریبی مستحقین رشتہ داروں کو دینا زیادتی ثواب کا باعث ہے اسی طرح صدقۂ فطر بھی ان کو دینا مزید ثواب کا باعث ہے ہاں اگر اپنے رشتہ داروں میں سب مالدار ہیں تو دوسروں کو دے۔

رمضان کے اعمال میں صدقۂ فطر معاون اور مددگار

صدقۂ فطر کی مصلحت ہے کہ عید کا دن خوشی کا ہے،اس دن اسلام کی شان وشوکت کثرت جمعیت کے ساتھ دکھائی جاتی ہے اور صدقہ دینے سے یہ مقصد خوب کامل ہوجاتا ہے،اس کے علاوہ اس میں روزہ کی تکمیل ہے،صدقہ دینے سے روزہ مقبول ہوجاتا ہے اور اس صدقہ میں اللہ جل شانہ کا عظیم الشان احسان کہ اس ماہ مبارک سے مشرف فرمایا اور اس میں روزہ رکھنے کی ہم کو توفیق بخشی،اس کے علاوہ سب سے اہم بات اور حکمت صدقۂ فطر میں یہ ہے کہ عید کا دن غریب مسلمان اپنے کام دھندے سے بے پرواہو،کھانے کے لئے کمانے کی پریشانی سے الگ ہوکر کھانے پینے کا انتظام کرلیں،اور یہ صدقۂ فطر کی ادائیگی سے ممکن ہوسکتا ہے،اسی لئے صدقہ فطر عیدگاہ جانے سے قبل ادا کرنا ضروری ہے،اور آج کے مصروف زمانے میں ایک دو دن پہلے بھی صدقہ فطر ادا کردیا جائے تو جائز ہے،بلکہ زیادہ بہتر کہا جاسکتا ہے، درمختار میں ہے کہ صدقۂ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے،حضرت عبداللہ بن عمرؓ

سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عید کی نماز کے لئے جانے سے قبل صدقۂ فطر نکالنے کا حکم دیا ہے،اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ عیدگاہ جانے سے قبل ادا کردینا ضروری ہے،حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صدقۂ فطر کا اس لئے بھی حکم فرمایا کہ روزہ دار سے رمضان المبارک کے متبرک ماہ میں کچھ چھوٹی موٹی غلطیاں بھی ہوجاتی ہیں،صدقہ سے ان غلطیوں کا کفارہ ہوجاتا ہے اور صدقہ کے ذریعہ غرباء اور مساکین کو مادی راحت نصیب ہوجاتی ہے۔

صدقۂ فطر واجب ہے

صدقۂ فطر واجب ہے،اس کے ادا کرنے کا حکم نبی کریم ﷺ نے اس سال دیا جس سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے،صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔مسلمان ہونا......آزاد ہونا۔نا بالغ ہونا۔

کسی ایسے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی ضرورتوں اور ضروری حاجتوں سے فارغ ہو،قرض سے بالکل یا بقدر ایک نصاب محفوظ ہو،البتہ صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے نصاب پر سال کا گذرنا شرط نہیں ہے،نہ مال کا تجارتی ہونا شرط ہے،نہ صاحب مال کا بالغ اور عاقل ہونا شرط ہے،یہاں تک کہ نابالغ بچوں اور مجنونوں پر صدقۂ فطر واجب ہے،ان کے اولیاء کو ان کی طرف سے ادا کرنا چاہئے،صدقۂ فطر کا ادا کرنا اس شخص کے ذمہ واجب ہے،جو صاحب نصاب اور مالدار ہو،یعنی جس کے پاس ساڑھے سات تولہ یعنی 78 گرام یا 479 ملی گرام چاندی ہو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر نقد روپے یا مال تجارت ہو۔

پھر جس آدمی کے ذمہ صدقۂ فطر ہے اس کو چاہئے کہ عید سے اتنا پہلے ادا کردے کہ بیچارے غرباء اپنے کھانے پینے کا صحیح سے نظم کرسکیں لیکن اگر کسی وجہ سے

صدقۂ فطر وقت پر نہیں ادا کر سکا تو بعد میں بھی دے سکتا ہے ادا ہو جائے گا۔ اگر آدمی کے پاس غلہ وغیرہ نہیں ہے صدقہ کے لئے صرف پیسے ہی ہیں تو بہتر یہ ہے کہ پیسے دیدے تاکہ ضرورت مند اپنی صوابدید کے مطابق جو خریدنا چاہے خرید لے۔

رمضان میں حضور ﷺ کی فیاضی اور سخاوت

صدقہ اور خیرات کیجئے، غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کیجئے اور ناداروں کی سحری اور افطار کا اہتمام کیجئے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ یہ مواسات کا مہینہ ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سخی اور فیاض تو تھے ہی مگر رمضان میں تو آپ کی سخاوت بہت ہی بڑھ جاتی تھی، جب حضرت جبرئیلؑ ہر رات کو آپ کے پاس آتے اور قرآن پاک پڑھتے اور سنتے تھے تو ان دنوں نبی کریم ﷺ تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہوتے تھے۔

گویا اپنے دونوں ہاتھوں سے لٹاتے تھے اور کسی آنے والے کو یا کسی ضرورت مند کو خالی ہاتھ نہ بھیجتے کچھ ایسے لوگ بھی آپ ﷺ کے پاس آتے جو شرم کی وجہ سے زبان سے کچھ نہ کہتے لیکن آپ ان کو بھی خوب نوازتے تھے۔ صدقۂ فطر مسلمانوں کی آپس کی ہمدردی کا وہ کم سے کم اور گرے سے گرا حصہ ہے کہ اتنا بھی نہ ہو تو مالداروں پر خدائی قہر اترتا ہے ان کی کمائیوں کی برکتیں ختم ہو جاتی ہیں، خدائے قہار وجبّار ان کے پیچھے ایسی الجھنیں لگا دیتا ہے کہ صدقہ فطر سے کہیں زیادہ پیسہ برباد ہو جاتا ہے اور کسی غریب کے ایک دن کے رونے کی پرواہ نہ کرنے کی سزا میں خدائے غیور اس بے غیرت دولتمند کو بھی برسوں گھٹنوں میں سر دے کر رلاتا ہے اور جب یہ بندے خوشیوں اور مسرتوں میں دوسروں کو اپنا شریک نہیں کرتے تو خدائے دانا وبینا غموں تکلیفوں، آنسوؤں اور ہچکیوں میں دونوں کو شریک کر کے اپنے تمام بندوں کو یکساں کر دیتا ہے۔

عورتوں کو کثرت سے دوزخ میں دیکھا

بعض احادیث میں معمولی معمولی رقم ایک دو دینار کسی شخص کے پاس نکلنے پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہنم کی آگ کی وعید وارد ہوئی ہے، حساب کا معاملہ تو ہر شخص کے لئے ہے، کہ جتنا مال زیادہ ہوگا، اتنا ہی حساب طویل ہوگا، نبی کریم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا، میں نے دیکھا کہ اس میں کثرت سے داخل ہونے والے فقراء ہیں اور وسعت والے ابھی ٹھہرے ہوئے ہیں، اور جہنمی لوگوں کو جہنم میں پھینک دیا گیا، میں جہنم کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو میں نے اس میں کثرت سے داخل ہونے والی عورتیں دیکھیں، عورتوں کے جہنم میں کثرت سے داخل ہونے کی بات دیگر احادیث بھی میں آئی ہے۔

اولاد کو بددعا نہ دیں

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عید کے دن عیدگاہ میں تشریف لے گئے، جب عورتوں کے مجمع پر گذر ہوا تو نبی پاک ﷺ نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم صدقہ بہت کثرت سے کیا کرو، میں نے عورتوں کو بہت کثرت سے جہنم میں دیکھا ہے، انہوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ کیا بات ہے؟ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں لعنت (بددعائیں) بہت کرتی ہیں اور خاوند کی ناشکری بہت کرتی ہیں، یہ دونوں باتیں عورتوں میں ایسی کثرت سے ہیں کہ حد نہیں، جس اولاد پر دم دیتی ہیں، ہر وقت اس کی راحت وآرام کی فکر میں رہتی، ذرا ذرا سی بات پر اس کو ہر وقت بددعائیں، تو مر جا، تو گڑ جا، تیرا ناس ہو جا وغیرہ الفاظ ان کا تکیہ کلام ہوتا ہے اور خاوند کی ناشکری کا تو پوچھنا ہی کیا ہے، وہ غریب

جتنی بھی ناز برداری کرتا رہے، ان کی نگاہ میں وہ لا پرواہی رہتا ہے، ہر وقت اس غم میں مری رہتی ہیں کہ اس نے ماں کو کوئی چیز کیوں دے دی، باپ کو تنخواہ میں سے کچھ کیوں دے دیا؟ بہن بھائی سے سلوک کیوں کر دیا؟ ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے **صلوٰۃ الکسوف** میں دوزخ جنت کا مشاہدہ فرمایا تو دوزخ میں کثرت سے عورتوں کو دیکھا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب اس کی وجہ دریافت فرمائی تو فرمایا کہ وہ احسان فراموشی کرتی ہیں، خاوند کی ناشکری کرتی ہیں، اگر تو تمام عمر بھی ان پر احسان کرتا رہے، پھر کوئی ذرا سی بات پیش آجائے تو کہنے لگتی ہیں کہ میں نے تجھ میں کبھی کوئی بھلائی نہ دیکھی۔ صرف شوہر ہی نہیں بلکہ بچوں کو بھی بات بات پر کوستی رہتی ہیں اور بددعائیں دیتی پھرتی ہیں اگرچہ زبان ہی سے سہی مگر اولاد کو کبھی برا نہیں کہنا چاہئے کبھی غفلت میں کوئی بات نکل جاتی ہے، اور وہ قبول ہو جاتی ہے پھر ساری عمر روتی پھرتی ہیں کہ میرے سے کیا ہو گیا، آخر یہ مصیبت خود ہی تو پالی ہے، اس لئے ہمیشہ اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

عید کے دن روزہ حرام کیوں؟

عید کا دن بے حد مبارک اور اللہ پاک کی طرف سے مہمان کا دن ہے، اس دن تمام مسلمان اللہ کے مہمان ہوتے ہیں، اسی لئے شریعت نے عید کے دن کا روزہ حرام کیا ہے، عید کے دن روزہ رکھنا گویا اللہ جل شانہ کی مہمانی کو رد کرنا ہے، جو نا مناسب ہے۔ عیدالفطر ہمارے لئے بہت بڑی خوشی کا دن ہے، ہماری عید میں ناچ گانا اور کھیل تماشہ نہیں ہوتا کسی کو تکلیف دینا یا ستانا نہیں ہوتا بلکہ جس کو اللہ پاک نے دیا وہ دوسرے ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرتا ہے، اور ایک دوسرے کے ساتھ غم خواری کرتے ہیں۔

صدقۂ فطر سے متعلق چند مسائل

فقہائے کرام اور علمائے عظام نے صدقۂ فطر کے کچھ اہم ضروری مسائل وضع فرمائے ہیں، جن کو اجمالاً عرض کرتا ہوں، آج کے مادی دور میں صدقۂ فطر کی اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے ہمیں اپنے گھروں میں بھی ان مسائل اور فضائل کو پڑھ کر سنانا چاہئے، لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں اس پر صدقۂ فطر بھی واجب نہیں، حالانکہ بہت سے لوگوں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی مگر صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔

جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہو، یا زکوٰۃ تو فرض نہ ہو لیکن اس کے پاس ضروری سامان سے زائد اتنا سامان ہو کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے، چاہے وہ سامان تجارت کا ہو یا تجارت کا نہ ہو، (مثلاً گھریلو سامان ضرورت سے زائد ہو) اور چاہے اس پر پورا سال گزرا ہو یا نہ گزرا ہو۔ (مراقی الفلاح)

کسی کے پاس اپنی رہائش کا بڑا قیمتی مکان ہے اور پہننے کے قیمتی کپڑے ہیں مگر ان میں سچا گوٹہ ٹھپہ نہیں نیز گھریلو سامان ہے جو استعمال میں آتا رہتا ہے مگر زیور اور روپے نہیں، یا کچھ سامان ضرورت سے زیادہ بھی ہے اور کچھ سچا گوٹہ ٹپہ زیور اور روپے بھی ہیں، مگر ان کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہے تو ایسے شخص پر صدقہ فطر واجب نہیں۔ (مراقی الفلاح)

کسی کے پاس زیور اور روپے نہیں نہ سامان تجارت ہے مگر کچھ اور سامان ضرورت سے زیادہ ہے جس کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہے تو ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں مگر صدقہ فطر واجب ہے۔ (مراقی الفلاح)

کسی کے پاس دو مکان ہیں، ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دیا ہوا ہے، تو شرعاً یہ دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے اگر اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس شخص پر صدقۂ فطر واجب ہے، البتہ اگر اسی مکان کے کرایہ پر اس کا گزارہ ہو تو یہ مکان بھی ضروری سامان میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خان)

کسی کے پاس ضروری سامان سے زائد مال اور سامان ہے مگر وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہکے علاوہ زائد مال اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد بچتا ہو تو صدقہ فطر واجب ہے اور اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔ (درمختار)

عید الفطر کے دن صبح صادق کے وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے۔ لہذا اگر فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی کسی کا انتقال ہو گیا تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں، اس کے مال میں سے نہ دیا جائے اور جو بچہ فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔ (عالمگیر)

مرد پر صدقہ اپنی طرف اور اپنی چھوٹی (نابالغ) اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے، بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں، اگر بیوی یا بالغ اولاد کے پاس اتنا مال ہو کہ جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو وہ اپنا صدقہ فطر خود ادا کریں۔ البتہ اگر مرد اپنی بیوی اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی ان کو بتا کر ادا کر دے تو یہ بھی درست ہے۔ ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ (ہدایہ)

اگر چھوٹے (نابالغ) بچے کی ملکیت میں اتنا مال ہو جتنے کے ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، مثلاً اس بچہ کو حصہ ملا، یا کسی اور طرح سے بچے کو مال مل گیا تو باپ اس بچہ کا صدقہ فطر اس کے مال میں سے ادا کرے اپنے مال میں سے دینا ضروری نہیں۔ (قاضی خان)

جس نے کسی وجہ سے روزے نہیں رکھے اس پر بھی یہ صدقہ واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ (عالمگیر)

بہتر ہے کہ عید الفطر کی نماز کو جانے سے پہلے ہی یہ صدقہ ادا کر دیا جائے اگر پہلے نہ دیا تو بعد میں ادا کر دیں۔ (عالمگیری)

کسی نے عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں صدقہ فطر دے دیا تب بھی ادا ہو گیا اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔ (درمختار)

اگر کسی نے عید کے دن صدقۂ فطر نہ دیا تو معاف نہیں ہوا، اب کسی دن دے دینا چاہئے۔ (ہدایہ) صدقۂ فطر میں اگر گندم دیں یا خالص گندم کا آٹا دیں تو ایک شخص کی طرف سے ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک دیں، بلکہ احتیاطاً پورے دو کلو یا، کچھ زیادہ دیدینا چاہئے کیونکہ زیادہ دینے میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے اور اگر جو یا خالص جو کا آٹا دینا ہو تو اس کا دوگنا دینا واجب ہے۔ (ہدایہ)

اگر گندم اور جو کے علاوہ کوئی اور اناج دینا ہو مثلاً چنا، جوار یا چاول وغیرہ تو اتنا دیں کہ اس کی قیمت اتنے خالص گندم یا اتنے خالص جو کے برابر ہو جائے جتنا اوپر بیان ہوا۔ (درمختار)

اگر گندم اور جو نہیں دیئے بلکہ اتنے خالص گندم یا اتنے خالص جو کی قیمت دے دی تو یہ سب سے بہتر ہے (عالمگیر) قیمت چونکہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے لہذا ہر سال ادا کرنے کے وقت بازار سے خالص گندم کی قیمت معلوم کر کے کیا جائے آج کل راشن کا آٹا چونکہ خالص گندم کا نہیں ہوتا لہٰذا اس کی قیمت کا اعتبار نہیں۔ میں نے جو مقدار بیان کی ہے یہ ایک شخص کا صدقہ فطر ہے جس مرد پر صدقہ فطر واجب ہوا گر اس کی نابالغ اولاد بھی ہے تو ہر بچہ کی طرف سے بھی اتنا ہی صدقہ فطر دینا واجب ہے۔

ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دیدیں۔ دونوں طرح جائز ہے۔(درمختار)

اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطر اک ہی فقیر کو دے دیا تو یہ بھی درست ہے۔(درمختار)

صدقۂ فطر ان ہی لوگوں کو دیا جا سکتا ہے جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔

ایک ضروری وضاحت

آج کل پیشہ ور مانگنے والوں کی زیادتی ہے، ایسے میں دروازے پر آنے والوں سے زیادہ اپنے غریب رشتہ داروں کو ترجیح دیں۔

آپ کے رشتہ داروں میں کچھ تو ایسے ہوں گے جو اپنی ضرورت آپ تک پہنچا دیتے ہیں، آپ ان کو بلا جھجک اپنی صدقۂ فطر کی رقم سے فراہم کر سکتے ہیں، نیز کچھ رشتہ دار خود دار بھی ہوتے ہیں، جو لوگوں کے سامنے ذلت کی وجہ سے اپنی ضرورت کا اظہار نہیں کرتے اور مانگتے نہیں ہیں، چاہئے کہ ایسے رشتہ داروں کی ٹوہ میں رہیں، اپنے ذرائع استعمال کر کے ایسے خود دار رشتہ داروں یا عام مسلمانوں تک پہنچ کر اپنی صدقۂ فطر کی رقم یا زکوٰۃ وخیرات کی رقم پہنچائیں یہ بے حد اہم کام ہے، پیشہ وارانہ طور پر مانگنے والوں کی وجہ سے ایسے خود دار ضرورت مندوں کا حق آج کل ادا نہیں ہو رہا ہے جس کی بناء پر کہتے ہیں کہ ایسے گھرانے اور خاندان ہیں جن کے گھروں میں عید کے دن بھی یا تو چولہا نہیں جلتا یا جلتا ہے تو عام دنوں کی طرح صرف دال روٹی پر گذران ہو جاتا ہے، اس کے لئے رمضان کے آخری عشرہ میں عبادتوں کے ساتھ دو چار دن قبل ہی صدقۂ فطر کی رقم ادا کر دی جائے تو بہت زیادہ مناسب ہے، فتاویٰ رحیمیہ میں لکھا ہے کہ صدقۂ فطر کے اصل حقدار فقراء اور مساکین ہیں، کسی طرح ان کی حق تلفی درست نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مدرسہ کی عمارت،

مسجد کی مرمت، استاذوں کی تنخواہ اور قبرستان کی حصار بندی، ایسے تمام کاموں میں صدقۂ فطر کی رقم کا استعمال غلط ہے۔

قرابت داری کا حق

لیکن آج کل لوگوں کا ایک ایسا ذہن بن چکا ہے کہ مدارس اور دیگر رفاہی کاموں پر تو بڑے شوق سے خرچ کرتے ہیں مگر اپنے پڑوس میں ایک بے کس ومجبور اور غریب آدمی جو کہ روٹی کے لئے ترستا ہے مگر اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ ہم سے مانگے۔ پھر ہم اس کا پڑوسی ہونے اور رشتہ دار ہونے کا تقاضہ تو یہ تھا کہ خود بھی معلوم کر کے چپکے سے ہدیہ وغیرہ کا نام دے کر اسے دیا جانا چاہئے تاکہ اسکی عزت بھی باقی رہے اور رشتہ داری اور پڑوس کا حق بھی ادا ہو جائے، اگر آدمی کسی مستحق کو صدقہ، زکوۃ، ہدیہ کہہ کر دے تو بھی ادا ہو جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو زمین ہلنے لگی تو اللہ نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور فرمایا کہ زمین کو تھامے رہ تو فرشتوں نے کہا یا اللہ مخلوق میں اس سے بھی طاقتور کوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں لوہا پھر فرشتوں نے پوچھا کہ یا اللہ لوہا سے زیادہ طاقتور کوئی مخلوق ہے تو اللہ نے فرمایا کہ آگ پھر پوچھا کہ میری مخلوق میں آگ سے زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے تو اللہ نے کہا کہ پانی پھر پوچھا کہ پانی سے بھی زیادہ طاقتور کوئی مخلوق ہے، تو اللہ نے کہا کہ ہوا پھر پوچھا کہ ہواؤں سے بھی طاقتور تیری مخلوق میں کوئی چیز ہے تو اللہ نے کہا کہ ہاں ابن آدم، اس طرح صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو، اس میں اللہ نے بڑی طاقت رکھی ہے۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسوۂ رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں

ہم اپنا محاسبہ کریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدَهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. لَقَدْ كَانَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں بہترین پیروی ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

محترم سامعین بزرگو، دوستو، عزیز نوجوانو! آج کے اس عظیم الشان اجلاس میں مختلف اقوام و ملل کے ماننے والے مذہبی پیشواؤں، دانشوروں، مفکروں،

صحافیوں، مصنفوں ادیبوں اور مختلف پارٹیوں کے سیاستدانوں نے شرکت کی اور اسٹیج پر جلوہ افروز ہو کر جلسہ کو رونق بخشی ایسے موقع پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ کی سیرت سے متعلق کچھ اہم معروضات پیش کروں، سیرت ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت پہلو ہے بالفاظ دیگر یہ کہا جائے کہ سیرت ایک ناپیدا کنار اور اتھاہ سمندر ہے جس میں غوطہ زنی کرنے والا اپنی عمر گنوا دے لیکن پورے سمندر کی تہہ تک پہونچ سکتا اور سمندر کے شایان شان غوطہ خوری نہیں کر سکتا ہے، میں آپ ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کی ہلکی سی روشنی مجمع پر ڈالتا ہوں اور آخر میں آپ ﷺ کے عملی پہلو کی کچھ تفصیلی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ آپ علیہ السلام جو کچھ فرماتے تھے اس کو کر کے اور برت کر دکھاتے تا کہ آپ ﷺ کے متبعین اور پیروکار اسی کے مطابق عمل کریں دنیا میں بہت سے مذاہب اور فرقے ہیں لیکن کسی بھی مذاہب کے رہنما اور بانی اول کی سیرت پڑھو تو آپ اس حقیقت تک پہونچنے سے قاصر رہیں گے کہ اپنی زندگی میں اس کے کون سے عمل میں ہدایت و رہنمائی حاصل کریں کیونکہ سارے ہی رہنماؤں اور بانیوں کی سیرتیں ان کے عمل سے یکسر خالی ہیں، میرے کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ انہوں نے ہر کام کو برت کر اور کر کے دکھایا نہیں بلکہ ان کے ماننے والوں نے ان کی سیرت لکھنے والے قلمکاروں اور مصنفوں نے اس کو محفوظ نہیں رکھا اس لئے بعد میں آنے والے لوگوں کیلئے ان کی سیرت نمونہ اور اسوہ نہیں بن سکی اسی سے یہ بات پوری طرح واشگاف ہو جاتی ہے کہ مذہب اسلام کے علاوہ سارے ہی مذاہب و ملل ایک وقت اور ایک زمانہ تک کے لئے تھے اسی وقت تک وہ محفوظ تھے اور ہم کو زندگی کے مختلف شعبوں میں بہت سی عملی سیرت اور نمونوں کی حاجت ہوتی ہے تا کہ اسی کے مطابق ہم اپنے شب و روز کے معمولات کو عمل میں لائیں۔

شب و روز میں آپ ﷺ کے معمولات مبارک

نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ راستے میں ملنے والوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے، کسی کا پیغام جاتا تو بھیجنے اور لانے والے، دونوں کو الگ الگ سلام کہتے، لڑکوں کی ٹولی کے قریب سے گزرتے یا عورتوں کی جماعت سے ہوکر نکلتے تو سلام کرتے، گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے ہوئے سلام کہتے۔

احباب سے مصافحہ اور معانقہ فرماتے۔ ہاتھ اس وقت تک نہیں کھینچتے جب تک دوسرا اپنا ہاتھ الگ نہ کرتا، مجلس میں جاتے تو یہ بات ناپسند کرتے کہ لوگ تعظیم کیلئے اٹھ کھڑے ہوں، مجلس کے کنارے بیٹھ جاتے، کندھوں سے پھلانگ کر درمیان میں گھسنے سے احتراز فرماتے، ساتھیوں سے زانو بھڑا کر نہ بیٹھتے، کوئی آتا تو اعزاز و تکریم کی خاطر اپنی چادر بچھا دیتے، اہل مجلس کی گفتگو میں غیر متعلق موضوع نہ چھیڑتے جو سلسلہ کلام چل رہا ہوتا اسی میں شامل ہو جاتے۔

خطاب کرنے والے کی جانب سے اس وقت تک رخ نہیں پھیرتے جب تک وہ خود رخ نہ بدل لیتا۔ کسی کی بات نہ کاٹتے، الا یہ کہ حق کے خلاف ہو یہ بھی ناپسند تھا کہ کھڑے کھڑے کوئی بحث چھیڑی جائے، ناپسندیدہ آدمی کے آنے پر بھی خندہ پیشانی سے پیش آتے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے قیامت کے دن خدا کے حضور وہ شخص بدترین آدمی کا مقام پائے گا جس سے لوگ اس کی بدسلوکی کی باعث ملنا چھوڑ دیں۔

کسی سے ملاقات کو جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں کھڑے ہوکر اطلاع دیتے اور اجازت لینے کے لئے تین بار سلام کرتے جواب نہ ملتا تو برا مانے بغیر واپس چلے آتے، رات کو کسی سے ملنے جاتے تو صرف اتنی آواز میں سلام کہتے کہ اگر وہ جاگتا ہو تو سن لے اور سو رہا ہو تو اس کی نیند میں خلل نہ آئے۔

بدن یا لباس سے کوئی شخص تنکا یا مٹی وغیرہ ہٹاتا تو شکریہ ادا کرتے ہوئے فرماتے (اللہ تم سے اس شے کو دور کرے جو تمہیں ناگوار ہو) تحفہ قبول کرتے اور جواباً ہدیہ دینے کا خیال رکھتے، کسی شخص کو اتفاقاً کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو اسے بدلہ لینے کا حق دیتے، کوئی شخص نیا لباس پہن کر سامنے آتا تو فرماتے (یعنی خوب خوب، دیر تک پہنو، بوسیدہ کرو) بدسلوکی کا بدلہ برے سلوکی سے ہرگز نہ دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے، دوسرے کا قصور معاف کرتے تو اطلاعاً اپنا عمامہ بھیج دیتے، کوئی پکارتا، خواہ وہ گھر کا آدمی ہو یا رفقا میں سے تو ہمیشہ لبیک کہتے۔ بیماروں کی عیادت کو اہتمام سے جاتے، سرہانے بیٹھ کر پوچھتے کَیْفَ تَجِدُکَ؟ (تمہاری طبیعت کیسی ہے؟) بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے، کبھی سینے اور پیٹ پر دست شفقت پھیرتے اور کبھی چہرے پر، کھانے کو پوچھتے، بیمار کسی چیز کی خواہش کرتا اگر مضر نہ ہوتی تو منگوا دیتے تسلی دیتے اور فرماتے ''لَا بَاسَ! اِنْشَاءَ اللّٰہُ طُھُوْرٌ'' (فکر کی کوئی بات نہیں، خدا نے چاہا تو جلد صحت یاب ہو جاؤ گے) شفا کیلئے دعا فرماتے، مشرک چچاؤں کی بھی بیمار پرسی کی، ایک یہودی بچے کی عیادت فرمائی (جو ایمان لے آیا) تواضع کی انتہا یہ تھی کہ منافقین کے رہنما، عبداللہ بن ابی تک کی عیادت فرمائی۔

مسلمانوں کے جنازے خود پڑھاتے اور مغفرت کے لئے دعا فرماتے۔ کوئی جنازہ گزرتا، تو چاہے وہ غیر مسلم کا ہو، آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے، تلقین فرماتے کہ میت کے گھر والوں کے لئے کھانا پکوا کر بھجوائیں۔ (آج یہ الٹی رسم ہے کہ گھر والے دوسروں کی ضیافت کرتے ہیں) ناپسند تھا کہ باقاعدہ مجلس اور تعزیت کا سلسلہ بطور رسم اور ضابطہ کئی روز جاری رہے۔ کوئی مسافر سفر سے آتا اور حاضری دیتا تو اس سے معانقہ کرتے۔ کسی کو سفر کے لئے رخصت کرتے تو فرماتے ''بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

برائی کا بدلہ بھلائی سے

حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ’’اس طرح مت کہو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں تو ہم بھی ان کے ساتھ بھلائی کریں گے اور اگر ظلم کریں تو ہم بھی ظلم (ہی) کریں گے بلکہ اپنے لئے یہ امر قرار دو کہ اگر نیکی کریں تو تم بھی نیکی کرو اور اگر (وہ) برائی کریں تو تم (اس کے جواب میں برائی نہ کرو۔‘‘ (ترمذی)

متعصب شخص ہم میں سے نہیں

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ’’وہ شخص ہم میں سے نہیں جو لوگوں کو عصبیت (تعصب) کی دعوت دے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کے سبب لوگوں میں جنگ کروائے اور وہ شخص (بھی) ہم میں سے نہیں ہے، جو عصبیت کی حالت میں مرے۔‘‘

ہدیہ تحائف سے محبت

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ’’آپس میں ہدیہ اور تحائف کا تبادلہ کرتے رہو کہ باہمی محبت بڑھے۔ (صحیح بخاری)

تحفہ کے بدلے کی توقع نہ رکھو

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسے شخص کا ہدیہ قبول کرو جو ہدیے کا طالب نہ ہو ورنہ باہمی رنجش کی نوبت آئے گی لیکن تم اپنی طرف سے کوشش کرو کہ اسے کچھ بدلہ دیا جائے، اگر بدلہ دینے کو میسر نہ ہو تو اس کی ثناء وصفت کیلئے اتنا کہہ دینا کافی ہے جزا کم اللہ خیراً۔ محسن کا شکریہ ادا نہ کیا تو خدا تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہ ہوگا۔ (احمد)

ایک اور موقع پر فرمایا کہ اگر کوئی تمہاری خاطر داری کو خوشبو تیل، دودھ یا تکیہ پیش کرے تو خوشبو سونگھو، تیل لگاؤ دودھ پی لو، یا تکیہ لگا لو اور قبول کرلو انکار و عذر مت کرو کیونکہ ان چیزوں میں کوئی لمبا چوڑا احسان نہیں ہوتا جس کا بار تم سے نہ اٹھ سکتا ہو لیکن دوسرے کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ (ترمذی)

دی ہوئی شئے واپس نہ لو

حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ’’کسی کو کوئی چیز دے کر واپس لینا درست نہیں مگر باپ اپنے بیٹے کو کوئی چیز دے کر واپس لے سکتا ہے، جو شخص کسی کو کوئی چیز دے کر واپس لے اس کی مثال اس کتے کی سی ہے جس نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور جب پیٹ بھر گیا تو قے کر دی اور پھر اسے چاٹنے لگا۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

کم گوئی میں خیر ہی خیر

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ’’جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی‘‘۔ (احمد، ترمذی، داری، بیہقی) حضور ﷺ نے فرمایا، تمام اعضاء سے زیادہ زبان کو عذاب ملے گا۔ زبان کہے گی، اے رب! تو نے جسم کے کسی عضو کو اتنا عذاب نہیں دیا جتنا مجھے دیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تجھ سے ایسی بات نکلی تھی جو مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتی، مجھے اپنی عزت کی قسم! تجھ کو تمام اعضاء سے زیادہ عذاب دوں گا۔‘‘ (مشکوٰۃ)

صلح کی خاطر مبالغہ برائی نہیں

’’وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کی غرض سے اچھی باتیں کہہ دے اور بھلی باتیں آگے پہنچائے۔ جب تم ایسے شخص کو دیکھو جو مبالغے اور چاپلوسی کے

ساتھ تعریف اور خوشامد کرے تو اس کے منہ پر خاک ڈال دو۔ بدترین لوگ وہ ہیں جو دو منہ رکھتے ہیں جب ایک کے پاس جائیں تو اس کی کہیں اور جب دوسرے کے پاس جائیں تو اس کی۔ (بخاری ومسلم)

اللہ والوں کی پہچان

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت فرماتی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا ”میری اور دنیا کی حالت یوں ہے جیسے کوئی مسافر دوپہر کو آرام وسکون کے لئے تھوڑی دیر ایک درخت کے نیچے لیٹے“ پھر جب سورج ڈھل جائے تو اٹھ کر منزل کی طرف چل دے اور پھر کبھی لوٹ کر واپس نہ آئے۔“

ایک موقع پر فرمایا ”اللہ کے دوست وہ متقی ہیں جو لوگوں میں چھپے چھپائے ہیں اور کسی گنتی میں نہیں آتے۔ مجمع میں ہوں تو کوئی ان کا پرسان حال نہیں، کہیں جائیں تو آؤ بھگت نہیں لیکن ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔ یہ میلے کچیلے کپڑوں والے جو ذلیل سمجھے جاتے ہیں، اگر تم سے ایک درہم بلکہ ایک فلس (پیسہ) بھی مانگیں تو تم نہ دو لیکن وہ خدا کے ایسے پیارے ہیں کہ جنت مانگیں تو پروردگار دے دے۔

جنہیں لوگ سمجھتے ہیں دیوانہ
انہیں میں کچھ ہوش کی باتیں ہوتی ہیں

مسکینی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے ”اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔“ (ترمذی، بیہقی، ابن ماجہ)

مقداد بن معدیکربؓ کہتے ہیں، میں نے نبی اکرمؐ کو فرماتے سنا ”آدمی کے پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں۔ آدمی کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھی رکھیں۔“ (ترمذی، ابن ماجہ) حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو ڈکار لیتے سنا۔ تو فرمایا ”اپنی ڈکار کو تاہ اور مختصر کر (یعنی ڈکار نہ لے) اس لئے کہ قیامت کے دن بڑی بھوک رکھنے والا وہ شخص ہوگا جو دنیا میں خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔“ (شرح السنہ، ترمذی)

آج کل ہمیں اپنے اردگرد حالات کو دیکھنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ ہماری زندگیوں میں کس قدر اسوۂ رسول ﷺ سے دوری ہوتی جارہی ہے، ہمیں اپنی ان حالتوں پر افسوس کرتے ہوئے بدلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضور ﷺ کی سادگی

سیدالعرب والعجم، ﷺ کے جن حجروں میں امہات المومنین مقیم رہیں، وہ چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں تھیں۔ ان حجروں کی وسعت تین ساڑھے تین گز سے زیادہ نہ تھیں، بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر ہاتھ اٹھاتا تو چھت سے جا لگتا، دیواریں اس قدر کمزور کہ ان میں شگاف پڑے ہوئے تھے، بارش سے بچنے کیلئے حجروں کے گرد کمبل لپیٹنے پڑتے۔ ایک بالا خانہ بھی تھا جس کی کل کائنات ایک چٹائی، چارپائی، بستر، تکیہ جس میں چھال بھری تھی اور دو مٹکے تھے، مٹکوں میں ایک میں وقت ضرورت کھجوریں اور دوسرے میں ستو بھرا رہتا، اس کے علاوہ پانی کا گھڑا اور ایک پیالہ تھا لباس میں کرتا، تہبند اور عمامہ۔ (صحیح بخاری)

نادار اور غریبوں کی فضیلت

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”فقراء جنت میں دولت مندوں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے جو قیامت کا آدھا دن ہے۔“

حضرت ابوداؤدؓ روایت کرتے ہیں ''تم میری رضا مندی ضعیفوں میں تلاش کرو، (یعنی انہیں راضی رکھو) اس لئے کہ تمہیں ان ہی کی بدولت رزق دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''کسی فاسق وفاجر کی نعمت ودولت پر رشک نہ کر کیونکہ تجھے نہیں پتا مرنے کے بعد اس سے کیا سلوک ہونے والا ہے، فاجر کیلئے خدا کے ہاں ایک ایسا قاتل ہے جو اسے مرنے نہیں دیتا یعنی دوزخ کی آگ۔ (مشکوٰۃ)

حضور ﷺ کی سیرت کا عملی پہلو

آپ تمام بانیان مذاہب کی سیرتوں کو پڑھ لیں دلچسپ تھیوریاں ملیں گی۔ دلآویز حکایتیں ملیں گی۔ اور خطیبانہ زور شور اور فصاحت و بلاغت کا جوش نظر آئے گا اور مؤثر تمثیلیں تھوڑی دیر کیلئے خوش کر دیں گی مگر جو چیز نہیں ملے گی وہ ہے کسی کام کو برت کر اور عمل کر کے دکھا جانا تمام انبیاء اور بانیاں مذاہب کی سیرتیں اس پہلو سے بالکل خالی ہیں لیکن آپ ﷺ کی سیرت کا یہی پہلو سب سے ضخیم اور بھاری ہے اور تنہا یہی ایک معیار اس فیصلہ کیلئے کافی ہے کہ نبیوں کا خاتم اور رسولوں کا امام کون ہوسکتا ہے ارشاد ربانی ہے۔ ''اِنَّ لَکَ لَاَجْراً غَیْرَ مَمْنُوْنَ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ. آپ کے لئے ختم نہ ہونے والا اجر ہے اور آپ اخلاق کے اعلیٰ معیار پر فائز ہیں۔

درحقیقت یہ علت ومعلول ہیں پہلے جملہ میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ آپ کا اجر کبھی ختم نہیں ہوگا اور دوسرے جملہ میں اس کی دلیل بیان کی گئی کہ آپ کے اخلاق ہی ایسے ہیں کہ ان کا اجر کبھی ختم نہ ہو آپ علیہ السلام نے بحیثیت ایک پیغمبر ہونے کے اپنے پیروؤں کو جو نصیحت فرمائی تو سب سے پہلے اس پر خود عمل کر کے دکھایا آپ علیہ السلام نے لوگوں کو روزے کا حکم دیا عام پیروؤں پر پورے سال میں ایک ماہ کے

روزے فرض تھے مگر حضور ﷺ کا حال یہ تھا کہ کوئی مہینہ حتیٰ کہ کوئی ہفتہ بھی روزوں سے خالی نہیں جاتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ روزہ رکھنے پر آتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ ﷺ کبھی افطار نہیں فرمائیں گے، پھر عام پیروؤں پر صرف دن بھر ہی روزہ رکھنا ضروری تھا مگر آپ ﷺ دو دو تین تین دن بیچ میں کچھ کھائے پیئے بغیر روزے رکھتے تھے صحابہ کرام نے اس کی تقلید کرنی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اَیُّکُمْ مِثْلِی یُطْعِمُنِیْ رَبِّی وَیُسْقِیْنِی (تم میں کون میری طرح ہوسکتا ہے میرا رب تو مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے) شعبان اور رمضان کے دو مہینے روزے میں گذرتے شوال کے چھ دن، عاشورہ کا دن، ہفتہ، دوشنبہ اور جمعرات کے دن روزوں میں گذرتے تھے، یہ تھا آپ ﷺ کا عملی نمونہ روزوں کے سلسلے میں آپ ﷺ نے لوگوں کو زکوٰۃ وخیرات کا حکم دیا تو اس پر عمل کر کے دکھایا غزوات اور فتوحات کیوجہ سے مال واسباب کی کمی نہ تھی مگر وہ سب غیروں کے لئے تھا، اپنے لئے کچھ نہ تھا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے بڑے سخی تھے اور رمضان میں اور بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

یہ حضور ﷺ کے خوشنما الفاظ نہ تھے بلکہ حضور ﷺ کے طرز زندگی کا عملی نقشہ تھا ایک مرتبہ بحرین سے اونٹوں پر لدا ہوا خزانہ آیا آپ ﷺ نے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا بلکہ نماز پڑھاتے ہیں اور نماز کے بعد تقسیم کرنے کیلئے بیٹھ جاتے ہیں اور جب سارا مال ختم ہوجاتا ہے تو اس طرح دامن جھاڑ کر کھڑے ہوجاتے ہیں جیسے کوئی غبار لگا ہوا اور اس کو جھاڑ دیا گیا ہو یہ تھا آپ ﷺ کا عملی نمونہ۔ آپ لوگوں نے دشمنوں کو پیار کرنے کا وعظ تو بہت سنا ہوگا لیکن اس کی عملی مثال نہیں دیکھی ہوگی اس کی عملی مثال دیکھنی ہے، تو آپ ﷺ کی سیرت مبارک اور جامعیت کبریٰ کے خزانہ میں دیکھو،

آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوتا ہے فتح مکہ سے پہلے ابوسفیان جو مسلسل کئی سال تک آپ ﷺ کے مقابلہ میں فوجوں کے پرے جماتا رہا اور کتنے مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا وہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ آتا ہے، گو اس کا ہر جرم اس کے قتل کا مشورہ دیتا ہے لیکن رحمت عالم کا عفو عام ابوسفیان سے کہتا ہے کہ ابوسفیان ڈر کا مقام نہیں محمد انتقام کے جذبہ سے بالاتر ہیں، صرف معافی ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ یہ اعزاز عطا فرماتے ہیں کہ مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانُ کَانَ اٰمِنًا. جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اس کو بھی امن ہے، ہندا ابوسفیان کی بیوی جو اسلام کے ہیرو اور آپ ﷺ کے چہیتے اور ہر دلعزیز چچا حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ بے حرمتی کرتی ہے اور ناک کان کاٹ کر گلے کا ہار بناتی اور جگر نکال کر چبانا چاہتی ہے لڑائی کے بعد جب حضور ﷺ اس منظر کو دیکھتے ہیں تو بے تاب ہو جاتے پھر فتح مکہ کے موقع پر نقاب پوش ہو کر سامنے آتی ہے اور یہاں بھی گستاخی سے باز نہیں آتی لیکن اس پر بھی حضور ﷺ اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ آخر تو نے ایسا کیوں کیا۔

رحمت عالم کے عفو عام کی اس معجزانہ مثال کو دیکھ کر وہ پکار اٹھتی ہے اے محمد آج سے پہلے آپ کے خیمے اور گھر سے زیادہ کسی گھر سے نفرت نہیں تھی، لیکن آج سے حضور ﷺ کے خیمہ سے زیادہ کوئی خیمہ محبوب نہیں، وحشی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل فتح طائف کے بعد کہیں چلا جاتا ہے پھر وہ مقام بھی فتح ہو جاتا ہے اور اس کو کوئی جگہ نہیں ملتی تو لوگ اس سے کہتے ہیں وحشی تو نے محمد ﷺ کو نہیں پہچانا، محمد ﷺ کے دربار سے زیادہ پناہ کی کوئی جگہ تجھے نہیں ملے گی، وہ کچھ سوچ کر در دولت پر کلمہ پڑھتے ہوئے آتا ہے حضور ﷺ دیکھتے ہیں سر جھکا لیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم وحشی ہو؟ کہتا ہے جی ہاں! پھر پوچھتے ہیں کہ تم نے ہی میرے چچا کو قتل کیا تھا تو کہتا ہے

ہاں! پھر آپ ﷺ صرف اتنا ارشاد فرماتے ہیں کہ وحشی میرے سامنے نہ آیا کرو اس سے شہید چچا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

ظالم سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کبھی بھی
مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

قلت وقت کی بناء پر جس چیز کا میں نے وعدہ کیا تھا اس کو کماحقہ پورا نہ کر سکا اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسوۂ نبوی ﷺ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

حضورِ اکرم ﷺ کی سادگی

اور نعمتوں کی قدردانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ”لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِی لَشَدِیْدٌ.“ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اگر احسان مانو گے تو اور بھی دونگا اور اگر ناشکری کروگے تو البتہ میرا عذاب بڑا سخت ہے“۔

سادگی پہ جن کی قربان ہیں دوعالم
حق کے محبوبؐ ہیں، محبوبِ عالمؐ

عزیزان محترم! اللہ تعالیٰ کا بے پایاں کرم واحسان ہے کہ اس نے ہم کو پیدا کیا اور اپنی مخلوق میں سب سے بہتر مخلوق انسان بنایا کسی انسان کے بس کا نہیں ہے کہ اللہ

کی نعمتوں کے شایان شان اس کا شکر بجالائے۔ اس لئے کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا کہ اللہ کی نعمتیں اس پر نہ برستی ہوں لیکن یہ بھی نہیں کہ اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کرے بلکہ ہمیشہ نعمتہائے خداوندی کا شکرادا کرتا رہے شکرادا کرنے سے اللہ تعالیٰ نعمتوں میں اضافہ اور بڑھوتری ہی کرتے رہتے ہیں اور ناقدری اور ناشکری سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ ایک سائل حضور ﷺ کے پاس آیا حضور ﷺ نے اسے ایک کھجور دی اس نے پھینک دی پھر دوسرا سائل آیا اس نے سوال کیا حضور ﷺ نے وہ کھجور اسے دیدی وہ خوش ہوکر بولا سُبْحَانَ اللّٰہِ تَمْرَۃٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ، سبحان اللہ! یہ آپ ﷺ کا تبرک ہے تو آپ ﷺ نے باندی کو حکم دیا کہ ام سلمہ کے پاس چالیس درہم ہیں وہ لاکر اس شکرگزار سائل کو دیدیں۔

اللہ تعالیٰ شکر کے محتاج نہیں

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شکریہ کے محتاج نہیں ہم اگر شکریہ ادا کریں گے تو اس سے ہمارا ذاتی فائدہ ہے ہمارے شکرادا کرنے سے اس کا کچھ فائدہ نہیں اور شکر نہ ادا کرنے سے اس کا کچھ بگڑتا نہیں حدیث قدسی ہے، اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے جن وانس سب کے سب ایک اعلیٰ درجہ کے متقی شخص کے نمونہ پر ہوجائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ بڑھ نہیں جاتا اور اگر سب اگلے پچھلے جن وانس بفرض محال ایک بدترین انسان جیسے ہوجائیں (العیاذ باللہ) تو اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوگی، شکر بجالانے سے انسان کا مرتبہ بلند ہوتا ہے، ہمیں اس سلسلے میں آپ ﷺ کی سیرت کا بکثرت مطالعہ کرنا چاہئے کہ حضور ﷺ بخشے بخشائے تھے، لیکن ہمیشہ عبادتیں کرتے ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یارسول اللہ کیا اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو

معاف نہیں کر دیا پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

عدی بن حاتم کے ساتھ آپ ﷺ کی شفقت

عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ ''ایک شخص مدینہ سے آیا اور مجھے کہا محمد ﷺ نے فرمایا ہے' کسی دن بنو طے کے سردار عدی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوگا۔ یہ سن کر میں پریشان ہوگیا اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ ہر وقت سامان سفر تیار رکھے اور جونہی اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنے' آگاہ کر دے۔ ایک دن غلام دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ مسلمانوں کا لشکر ہمارے علاقے کی طرف چلا آرہا ہے اونٹوں پر سامان سفر باندھا اہل وعیال کو ساتھ لیا اور سیدھا شام کا رخ کیا جہاں میری عیسائی برادری آباد تھی۔ وہاں میری بہن مجھ سے بچھڑی اور مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہوگئی۔'' اسلامی لشکر پھر مدینہ منورہ واپس آیا سفانہ بنت حاتم کو رسول اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا، اس (سفانہ) نے حضور ﷺ سے درخواست کی ''از راہ احسان مجھے آزاد کر دیجئے' میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں' میرا باپ فوت ہو چکا میرا نگراں بھائی ڈر کر بھاگ گیا ہے''۔

حضور ﷺ نے پوچھا ''تمہارا نگران کون تھا؟''

سفانہ نے جواب دیا ''عدی بن حاتم' میرا بھائی''۔

حضور ﷺ نے فرمایا ''وہی عدی جس نے اللہ اور رسول ﷺ سے فرار اختیار کیا''؟ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے، دوسرے دن حضور ﷺ پھر ادھر سے گزرے تو سفانہ نے پھر وہی درخواست کی مگر آپ ﷺ نے کوئی فیصلہ صادر نہ فرمایا، تیسرے دن پھر اس نے اپنی رہائی کی استدعا کی، حضور ﷺ نے اس کی درخواست منظور فرمائی اور اسے رہا کرنے کا حکم دیا لیکن ساتھ ہی ارشاد فرمایا ''ابھی یہاں سے چلنے

میں جلدی نہ کرو' جب تمہاری قوم کا کوئی قابل اعتماد آدمی مل جائے مجھے اطلاع دینا۔''

تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ قضاعہ کا ایک وفد مدنیہ منورہ آیا، سفانہ نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ جب وفد واپس جائے اسے اس کے ساتھ بھیج دیجئے، چنانچہ آپ نے سفانہ کے مرتبے کے مطابق سواری' لباس اور زاد راہ کا انتظام کر کے وفد کے ساتھ بھیج دیا، یہ لوگ سرزمین شام کی طرف جا رہے تھے جہاں عدی نے پناہ لی تھی، سفانہ کو علم تھا کہ عدی شام کے ایک قصبے جوشیہ میں مقیم ہیں' وہ سانڈنی پر سوار سیدھی وہاں جا پہنچی۔

عدی بیان کرتے ہیں' ایک دن ایک سانڈنی ہمارے گھر کے سامنے آکر رکی، محمل میں ایک نقاب پوش عورت بیٹھی تھی، معاً محمل کا پردہ اٹھا اور یہ الفاظ میرے کانوں میں پڑے ''ظالم! قاطع رحم! تف ہے تجھ پر اپنے اہل وعیال کو تو ساتھ لے آیا اور اپنی بہن کو تنہا چھوڑ دیا، بہن کی باتیں سن کر سخت شرمندہ ہوا اپنی غلطی تسلیم کی اور بڑی لجاجت کے ساتھ معافی مانگی، وہ خاموش ہوگئی، کچھ دیر آرام کر چکی تو میں نے پوچھا: تم نے صاحب قریش کو کیسا پایا؟

سفانہ کے تأثرات

''بہن نے جواب دیا' جس قدر جلد ممکن ہو سکے ان سے ملو، وہ نبی ﷺ ہیں ان سے ملنے میں سبقت کرنا تمہارے لئے سرخروئی کا موجب ہوگا، اگر بادشاہ ہیں تو بھی ان سے ملنا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔''

''میں نے سن کر صاحب قریش سے ملنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور سفر کی تیاری شروع کر دی تیاری مکمل ہوگئی تو گھوڑے پر زین کسی اور سیدھا مدینے کا رخ کیا۔''

مدینہ منورہ پہنچ کر عدی مسجد نبوی میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ

ﷺ نے انکا نام پوچھا اور پھر ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر گھر کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں ایک بوڑھی عورت اور پھر ایک نوعمر لڑکے نے آپ ﷺ کو روک لیا اور دیر تک باتیں کرتے رہے، جب گفتگو ختم ہوئی تو حضور ﷺ آگے روانہ ہوئے، عدی یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور دل میں خیال کیا کہ یہ طرز عمل کسی دنیادار بادشاہ کا ہرگز نہیں ہوسکتا، گھر پہنچ کر آپ ﷺ نے باصرار عدی کو چمڑے کے گدے پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھ گئے، رسول اکرم ﷺ اور عدی کے درمیان یہ گفتگو ہوئی۔

عدی کو اسلام کی دعوت

رسول اکرم ﷺ: اے عدی! تم آج تک دین اسلام سے بھاگتے رہے حالانکہ یہ دین ہر قدم پر سلامتی کا ضامن ہے۔

عدی: میں دین عیسوی کا پیرو ہوں اور میرا دین بھی سلامتی کی ضمانت دیتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ میں تمہارے دین کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔

عدی: (حیرت سے) وہ کس طرح؟

رسول اکرم ﷺ: کیا تم بطور سردار اپنے اہل قبیلہ سے پیداوار کا چوتھا حصہ نہیں لیتے؟

عدی: آپ ﷺ نے بجا فرمایا۔

رسول اکرم ﷺ کیا چوتھائی دین عیسوی میں جائز ہے؟

عدی سے اس سوال کا کوئی جواب نہ بن پڑا کیونکہ یہ عمل دین عیسوی میں واقعی ناجائز تھا، اب حضور نے فرمایا۔

''اے عدی! تمہارا یہ خیال تمہیں دین حق (اسلام) قبول کرنے سے روک رہا ہے کہ مسلمان ایک فلاکت زدہ قوم ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں، لیکن وہ زمانہ جلد آنے والا ہے کہ یہی مسلمان کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر قابض ہوجائیں گے۔''

عدی: (حیرت زدہ ہوکر) کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں پر؟

رسول اکرم ﷺ: ہاں کسریٰ بن ہرمز (بادشاہ ایران) کے خزانوں پر اور تب (مسلمان کے پاس) مال و دولت کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ لوگوں کو دیا جائے گا اور وہ لینے سے انکار کریں گے، کسریٰ کے قصر ابیض پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوگا۔

(عدی سے روایت ہے کہ چند سال بعد جس لشکر نے کسریٰ دار الحکومت مدائن اور اس کے قصر ابیض پر قبضہ کیا اس میں وہ خود شامل تھے) اس گفتگو کے بعد عدی مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ (سیرت ابن ہشام، مسند احمد)

حضور ﷺ کے گھر میں رہنے کا انداز

بزرگو اور دوستو! اللہ کے نبی اور محبوب حضرت محمد ﷺ نے کبھی اپنے کو بادشاہ نہیں سمجھا حالانکہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہیں، آپ کے اخلاقِ حسنہ سے انسانیت کو سادگی، ہمدردی، غم خواری، غم گساری کا درس ملا ہے۔

عام زندگی میں بڑے نظر آنے والے لوگ عموماً اپنے اوپر مصنوعی خول یا خوشنما عادات کا لبادہ اوڑھے رکھتے ہیں، باہر دیکھئے تو بڑی آن بان ہے مگر گھر پہنچتے ہی وہ یہ لبادہ اتار پھینکتے ہیں، باہر تو سادگی اور تواضع کا روپ دکھایا اور گھر میں عیش و عشرت کے سارے سامان اپنے اوپر لادلیے، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ رسول خدا ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا۔

''آپ ﷺ عام آدمیوں میں سے ایک تھے، اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال کرلیتے' بکری کا دودھ خود دوہتے اور اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کرلیتے، اپنے کپڑوں کو پیوند لگالیتے' جوتے مرمت کرتے' بوجھ اٹھاتے' جانوروں کو چارہ ڈالتے اور کچھ کام خادم کے ساتھ مل کر کرادیتے، (مثلاً) آٹا پسواتے کبھی تنہا مشقت کرلیتے، بازار

جانے میں عار نہ تھا، سودا سلف لے آتے۔" لوگوں نے یہ دریافت کیا کہ رسول خدا ﷺ جب گھر میں ہوتے تو کیا رنگ رہتا؟ حضرت عائشہ نے بتایا (سب سے زیادہ نرم خو متبسم، خندہ جبیں) کبھی کسی خادم کو جھڑکا نہیں، حق یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے اہل وعیال کے لئے شفیق نہ تھا۔ (مسلم)

کھانے پینے میں آپ کی عادات مبارک

گوشت سے رغبت تھی، زیادہ ترجیح دستی، گردن اور پیٹھ (پٹھ) کے گوشت کو دیتے، ثرید (گوشت کے شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگوکر) تناول فرمانا مرغوب تھا، پسندیدہ غذاؤں میں شہد، سرکہ، خربوزہ، ککڑی، کدو کھچڑی، مکھن شامل تھیں، دودھ کے ساتھ کھجور کا استعمال پسند تھا، چاولوں کی کھرچن سے بھی انس تھا میٹھا پکوان بھی مرغوب تھا، جو کے ستو استعمال فرماتے، ایک مرتبہ بادام کے ستو پیش کئے گئے تو یہ کہہ کر انکار کردیا یہ امراء کی غذا ہے۔ گھر میں شوربا پکتا تو فرماتے ہمسائے کے لئے ذرا زیادہ بنایا جائے۔ پانی ملا دودھ (کچی لسّی) اور شہد کا شربت رغبت سے نوش فرماتے۔

افراد کا الگ الگ بیٹھ کر کھانا ناپسند تھا، اکھٹے ہو کر کھانے کی تلقین فرمائی، دسترخوان پر چھوٹی چھوٹی پیالیوں اور طشتریوں میں کھانا بھی خلاف مزاج تھا، سونے چاندی کے برتنوں کو حرام قرار دیا، کانچ، مٹی، تابنے اور لکڑی کے برتن کو استعمال میں لاتے، ہاتھ دھونے کے بعد جوتا اتار کر دسترخوان پر بیٹھتے، سیدھے ہاتھ سے کھاتے اور سامنے کی طرف سے لیتے، برتن کے وسط میں ہاتھ نہ ڈالتے، ناپسندیدہ کھانا عیب نکالے بغیر خاموشی سے چھوڑ دیتے، زیادہ گرم نہ کھاتے۔ کھانا ہمیشہ تین انگلیوں سے لیتے اور انہیں لتھڑنے نہ دیتے، کھانے کی مجلس سے بہ تقاضائے مروت آخر میں اٹھتے، کھانے کے بعد ہاتھ ضرور دھوتے، کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنا پسند نہ تھا۔ (بخاری مسلم، ترمذی)

مختصر یہ کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے قدرداں تھے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر چیز کو رغبت اور مہربانی کی نظر سے دیکھتے تھے، آپ چھوٹی سے چھوٹی نعمت کی قدر بھی بڑی نعمتوں کی طرح کرتے تھے، آپ ﷺ کی زبانِ مبارک یا آپ کے طرز عمل سے کبھی کوئی بڑائی کا لفظ نہیں ادا ہوتا تھا، ہمیشہ عجز وانکساری کے لبادہ میں رہتے تھے اور تکبر کو حد سے زیادہ ناپسند فرماتے، اور خیر خواہی کو مدنظر رکھتے ہوئے زندگی گذارتے، کسی سے غلطی ہو جاتی تھی تو برداشت فرماتے، اگر نصیحت کی ضرورت ہوتی تو نرمی اور شفقت سے نصیحت فرماتے۔ کسی کی دل آزاری پر بے تحاشہ غصہ کا اظہار فرمانے سے گریز فرماتے، اور ہر نعمت کو عطیہ خداوندی تصور فرماتے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ہمراہیوں نے کھجوریں کھائیں پھر ٹھنڈا پانی پیا اس کے بعد فرمایا "قیامت کے دن تم سے اس کی بابت پوچھا جائیگا۔"

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کچی کھجوروں کا ایک خوشہ زمین پر ڈال دیا جس سے کھجوریں بکھر گئیں۔ پھر عرض کیا "کیا قیامت کے دن ہم سے اس بابت بھی سوال کیا جائے گا؟"

حضور ﷺ نے فرمایا "مگر تین چیزوں کے متعلق سوال نہ ہوگا، ایک تو وہ کپڑا جس سے آدمی اپنا سر ڈھانپے، دوسرا روٹی کا ٹکڑا جس سے آدمی بھوک مٹائے، تیسرے چھوٹا سا حجرہ جس میں ٹھہر کر گرمی سردی سے بچ سکے" (احمد، بیہقی)

قدرومنزلت کی باتیں

حالانکہ کھجور روزمرہ ہی کھانے اور کام آنے والی چیزیں ہیں لیکن اس کی قدردانی کے طور پر ارشاد فرمایا کہ ان کی بابت بھی تم سے سوال ہوگا تا کہ ہم ان کی ناقدری نہ کرسکیں اور قدرومنزلت سے استعمال کریں۔ آج شادیوں اور دیگر تقریبات کے موقعوں پر ہم کتنی عمدہ عمدہ غذائیں کھاتے ہیں لیکن افسوس کہ ہم کو سنت

نبوی ﷺ کا ذرا خیال نہیں آتا اسلام نے لذیذ غذائیں کھانے سے منع نہیں کیا بلکہ صحت وتندرسی تو بہت ہی ضروری چیز ہے۔ جو دین کے کاموں اور عبادت وریاضت پر آدمی کو آمادہ کرتی ہے ارشاد نبوی ہے تندرستی کو بیماری سے پہلے غنیمت سمجھو لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں احکام اسلام وشرائع دین کے مکلّف وپابند ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِأَتَهُ شَهِيْدٌ. جس نے میری امت کے فساد وبگاڑ کے زمانہ میں میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا اس کو سوشہیدوں کا اجر ملے گا۔

مغربی اقوام کی نقّالی

آج مسلم معاشرہ ہندوؤں کی طرف سے درآئی برائیوں اور خرافات کی وجہ سے کس قدر سنت نبوی ﷺ سے دور ہوتا جارہا ہے۔ شادی محلوں میں اور ہوٹلوں میں مغربی اقوام کی نقالی اوران کی حاشیہ برداری میں اسلامی طریقوں کو پامال کیا جارہا ہے۔ کھڑے ہوکر کھانا اور شادیوں میں ضرورت سے زیادہ مال خرچ کرنا نام ونمود اور شہرت کے لئے حرام مال اور سود لینے تک سے دریغ نہ کرنا جس کی وجہ سے مسلمان آج اقتصادی پسماندگی اور معاشرتی وخاندانی بگاڑ اور اسلامی تہذیب وتمدن سے دور ہوتے جارہے ہیں، اور اپنا ملی ومذہبی تشخص اور اسلامی وقار کھودیا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب مدائن گئے اور وہاں کے مشہور وسربرآوردہ لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے کیلئے بیٹھے تو ایک لقمہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا جس کو انہوں نے اٹھالیا تو پاس میں بیٹھنے والے ساتھی نے کہا کہ آپ ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور گرا ہوا نوالہ اٹھالیتے ہیں، اسے یہ لوگ حقیر سمجھتے ہیں تو صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے ایسا جملہ ارشاد فرمایا جو آب زر سے لکھے جانے کے

قابل ہے، آپ نے فرمایا: اترک سنة حبيبي لهٰذه الحمقاء . کیا میں اپنے حبیب کی سنت ان بیوقوفوں کی خاطر چھوڑ دونگا، ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ آج ہمارے اندر یہ جذبہ ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے پیش گوئی کی تھی کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ سود کھائیں گے اور اگر نہیں کھائیں تو کم ازکم سود کی بھاپ تو لگ جائے گی آج یقیناً ایسا ہی زمانہ آگیا ہے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

روزے کے آداب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

جھوٹ، غیبت، لڑائی جھگڑوں سے روزہ دار بچا رہے
یہی ہیں روزے کے آداب، انہی سے ملتا ہے نور ایمانی

سامعین عظام حضرات اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ! آج روزہ اور اس کے آداب سے متعلق کچھ باتیں مختصراً عرض کئے دیتا ہوں۔

مشائخ نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں کہ روزہ دار کو ان کا اہتمام ضروری ہے۔

نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ نہ پڑے حتی کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ ڈالے۔ پھر اجنبی کا کیا ذکر، اسی طرح کسی لہو ولعب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے اللہ پاک کے خوف کی وجہ سے بچ رہے، اللہ جل شانہ اس کو ایسا نور ایمانی نصیب فرماتے ہیں کہ جس کی حلاوت اور لذت قلب میں محسوس کرتا ہے۔

صوفیا نے بے محل کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہر ایسی چیز کا دیکھنا اس میں داخل ہے جو دل کو اللہ جل شانہ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کر دے۔

دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے، جھوٹ، چغل خوری، لغو، بکواس، غیبت، بدگوئی، بدکلامی، جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں؟ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کیلئے ڈھال ہے، اس لئے روزہ دار کو چاہئے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات مثلاً تمسخر، جھگڑا وغیرہ نہ کرے اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے، یعنی دوسرے کی ابتداء کرنے پر بھی اس سے نہ الجھے، اگر وہ سمجھنے والا ہو تو اس سے کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اگر وہ بیوقوف نا سمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھا دے کہ تیرا روزہ ہے تجھے ایسی لغو بات کا جواب دینا مناسب نہیں۔ بالخصوص غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

غیبت کے باعث روزہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا، روزہ میں اس شدت کی بھوک لگی کہ نا قابل برداشت بن گئی، ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں، صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو حضور ﷺ نے ایک پیالہ ان کے

پاس بھیجا اوران دونوں کواس میں قے کرنے کا حکم فرمایا دونوں نے قے کی اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا، لوگوں کو حیرت ہوئی حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حق جل شانہ کی حلال روزی سے روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا یعنی دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں۔

اس حدیث سے ایک مضمون اور بھی واضح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے، حتیٰ کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہوگئیں، اسی طرح اور بھی گناہوں کا حال ہے اور تجربہ اس کی تائید کرتا ہے، کہ روزہ میں اکثر متقی لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا اور فاسق لوگوں کی اکثر بری حالت ہوتی ہے، اس لئے اگر یہ چاہیں کہ روزہ نہ لگے تب بھی اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ گناہوں سے اس حالت میں احتراز کریں، بالخصوص غیبت سے جس کو لوگوں نے روزہ کاٹنے کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے، اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں غیبت کو اپنے بھائی کے مردار گوشت کھانے سے تعبیر فرمایا ہے اور احادیث میں بھی کثرت سے اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں، جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی جاتی ہے اس کا حقیقتاً گوشت کھایا جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ چندلوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو، انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں، حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کی غیبت کی تھی۔

اللہ جل شانہ اپنے حفظ میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں، عوام کا ذکر نہیں، خواص مبتلا ہیں، ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیا دار کہلاتے ہیں، دینداروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم ہی خالی ہوتی ہیں، اس سے بڑھ کر یہ ہے

کہ اکثر اس کو غیبت بھی نہیں سمجھتے، اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہوتو اس پر اظہار واقعہ کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

تیسری چیز جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے، وہ کان کی حفاظت ہے کہ ہر مکروہ چیز سے جس کا زبان سے نکالنا اور کہنا ناجائز ہے اس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

چوتھی چیز باقی اعضاء بدن مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کو پکڑنے سے، پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا اور اسی طرح اور باقی اعضائے بدن کا اسی طرح پیٹ کا افطار کے وقت مشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا، جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے افطار کرتا ہے اس کا حال اس شخص کا سا ہے کہ کسی مرض کے لئے دوا کرتا ہے، مگر اس میں تھوڑا سا سنکھیا بھی ملا لیتا ہے کہ اس مرض کے لئے تو وہ دوا مفید ہو جائے گی مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کر دے گا۔

پانچویں چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے۔ اس لئے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہوتی ہے اور مقصد روزہ سے قوت شہوانیہ اور بہیمیہ کو کمزور کرنا ہے اور قوت نورانیہ اور ملکیہ کا بڑھانا ہے۔ گیارہ مہینوں تک بہت کچھ کھایا ہے۔ اگر ایک مہینہ اس میں کچھ کمی ہو جائے گی تو کیا جان نکل جاتی ہے۔ مگر ہم لوگوں کا حال ہے کہ افطار کے وقت تلافی مافات میں اور سحر کے وقت حِفْظ مَا تَقَدَّمَ میں اتنی زیادہ مقدار میں کھا لیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے اتنی مقدار کھانے کی نوبت بھی نہیں آتی۔ رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کیلئے کھانے پینے کا مہینہ بن کر رہ گیا۔

روزہ کا مقصدِ اصلی

علامہ امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ روزہ کی غرض یعنی قہر ابلیس اور شہوت نفسانیہ کا توڑنا کیسے حاصل ہوسکتا ہے اگر آدمی افطار کے وقت اس مقدار کی تلافی کرلے جو فوت ہوئی، حقیقاً ہم لوگ بجز اس کے کہ اپنے کھانے کے اوقات بدل دیتے ہیں اس کے سواء کچھ بھی کمی نہیں کرتے بلکہ اور زیادتی مختلف انواع کی کرجاتے ہیں، جو بغیر رمضان کے میسر نہیں ہوتی، لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ عمدہ عمدہ اشیاء رمضان کیلئے رکھتے ہیں اور نفس دن بھر کے فاقہ کے بعد شام کو زیادہ سے زیادہ سیر ہوکر کھاتا ہے تو قوت شہوانیہبجائے سرد ہونے کے اور بھڑک اٹھتی ہے اور جوش میں آجاتی ہے، اور مقصد کے خلاف ہوجاتا ہے۔

روزہ اسلامی مساوات کا عملی مظاہرہ

روزہ اسلامی کردار کی تشکیل میں حیرت انگیز انقلابی تاثیر رکھتا ہے جہاں روزہ سے صفات حسنہ کا ادراک ہوتا ہے وہیں ایمان بھی مضبوط ہوتا ہے، سب سے بڑی چیز یہ کہ روزہ سے اسلامی مساوات کا عمومی مظاہرہ ہوتا ہے، روزہ ملت اسلامیہ میں ہم آہنگی اور وحدت کی فضا پیدا کرتا ہے، بیک وقت پورے معاشرے کا بیدار ہونا اور ایک ساتھ روزے رکھنا، کھانا پینا ترک کرنا اور پھر بیک وقت اپنے خالق کی جانب سے کھانے پینے کی اجازت کا ملنا اتحاد ملی اور وحدت اسلامی کا یہ شاندار مظاہرہ مسلسل ایک ماہ تک جاری رہتا ہے۔

مذہب اسلام نے مساوات انسانی کی تعلیم فرمائی اگر آپ احکام میں غور کریں تو پوری طرح بات سمجھ میں آجائے گی۔ اسلام نے نماز کا حکم دیا تو خواہ کسی بھی قبیلہ و

خاندان کا کیوں نہ ہو ہر ایک کو مسجد میں آنے کی اجازت اور نماز پڑھنے اور پڑھانے کی رغبت ہی نہیں بلکہ اس کا تاکیدی حکم بھی ہے پھر مسجد میں ہر ایک خواہ بادشاہ ہو یا رعایا امیر ہو یا غریب وہاں کسی کو کوئی امتیاز اور خصوصیت نہیں اسی کو علامہ اقبال نے کہا۔ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

دیگر مذاہب کو دیکھیں تو وہاں ہر ایک کو عبادت خانہ میں جانے کی اجازت نہیں اسی طرح تمام احکام میں ہر شخص برابر نہیں ہے، برہمن تو مندر میں جاکر پوجا کرسکتا ہے مگر دلت مندر میں نہیں جاسکتا ہے۔ عیسائیت کو لیجئے الگ الگ کلیسا میں الگ الگ انجیلیں ہیں۔

لیکن مذہب اسلام نے یہ سب تفریق وتمیز نہیں رکھی۔ بلکہ صلاحیت واستعداد کو ہر چیز کیلئے معیار قرار دیا اور یہ صاف صاف اعلان کردیا ہم نے تم کو ایک مرد وزن سے پیدا کیا اور قبیلے خاندان آپسی تعارف کے لئے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔

اخلاص نیت سے رائی پہاڑ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس نے ایک کھجور کے برابر پاکیزہ اور حلال کمائی سے خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرتے ہیں اور اس کی پرورش کرتے ہیں جس طرح تم بچوں کی پرورش کرتے ہو یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے، ساری عبادتوں میں سب سے زیادہ اخلاص روزے ہی میں ہوتا ہے اسی وجہ سے تمام عبادات میں روزہ کو تقوی اصل اور بنیاد بھی قرار دیا کہ یہ ایک مخفی اور خاموش عبادت ہے، جو ریاء اور

نمائش سے بری ہے، جب تک خود انسان اس کا اظہار نہ کرے، دوسروں پر اس کا راز فاش نہیں ہوسکتا، یہی چیز تمام عبادات کی جڑ اور اخلاص کی بنیاد ہے، اسی اخلاص اور بے ریائی کا یہ اثر ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس کی نسبت فرمایا کہ روزہ دار میرے لئے اپنا کھانا، پینا، اور لذات کو چھوڑتا ہے، اس لئے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے میں ہی اس کی جزاء دوں گا، جزاء تو ہر کام کی وہی دیتا ہے لیکن صرف اس کی عظمت اور بڑائی کو ظاہر کرنے کیلئے اس جزاء کو خود اپنی طرف منسوب فرمایا، نبی کریم ﷺ نے اسی چیز کا اظہار اس حدیث میں کیا ہے کہ جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اجر وثواب کی نیت سے روزہ رکھا تو اس کے گذرے ہوئے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جس نے ایماناً واحتسابا رمضان میں قیام اور تراویح کی نماز پڑھی تو اس کے گذرے ہوئے گناہ معاف ہو جائیں گے، یہی وعدہ ربانی اور بشارتِ محمدی ہے کہ مسلمان سخت سے سخت دنوں میں مشقت سے پر راتوں میں بھی صیام وقیام کا کام انجام دیتا ہے، سخت گرمی میں، بھوک و پیاس کی شدت برداشت کرتا ہے، گردش ایام کی وجہ سے اگر اس کے اوپر برے اور سخت لمحات آ گئے ہوں تب بھی وہ اس کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اس ماہ مبارک کی برکتوں سے مستفید وفیضیاب ہوتا رہتا ہے وہ ہر طرح سے سرد وگرم برداشت کر کے اس وقت سے فائدہ اٹھاتا ہے، اس کا ایک لمحہ بھی ضائع کرنا نہیں چاہتا کہ اس کے رسول کی وعید ہے کہ جس شخص کے سامنے رمضان کا بابرکت مہینہ گذر جائے اور وہ اجر وثواب سے اپنے دامن کو بھر نہ سکے، اپنے گناہوں کی مغفرت نہ کرا سکے، تو وہ سخت بدنصیب ہے، انسان کے اندر تقویٰ شعاری آ جائے تو انسان ہر طرح کی برائی سے بچ جائے اور ہر خوبی کا مالک ہو جائے، یہی مومن سے مطلوب ہے جو روزہ جیسی عظیم عبادت سے بدرجہ اتم پورا ہوتا ہے۔

روزہ کے روحانی اور طبی فوائد

رمضان کے ذریعہ قرآن کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

رمضان پانے والے خوش نصیب بندے ہیں۔

مقصد رمضان روح کی پاکیزگی ہے۔

رمضان کی خوشیاں سال بھر حاصل کرنے کی تمنا رہتی ہے۔

رمضان میں اللہ بہترین رزق عطا کرتا ہے۔

روزہ صرف آخرت میں بخشش کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ دنیاوی زندگی میں نمایاں اثرات کو مرتب کرتا ہے۔

روزہ اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔

خصوصی طور پر عارضۂ دل، عارضۂ نظام دوران خون، عارضۂ نظام ہیضہ، عارضۂ وجع، عارضۂ تنفس مع رمد اور کینسر کے ابتدائی دور میں فاسد مادوں کا جسم سے نکلنا بے حد مفید ہے، سوداوی بیماریاں مثلاً زکام، دم، چھینک اور سانس وغیرہ میں بھی روزے کی وجہ سے نجات حاصل ہوسکتی ہے۔

روزے کی وجہ سے معدہ چھوٹی آنت اور بڑی آنت کو مکمل آرام مل جاتا ہے۔

ان اعضاء میں آئی خرابیوں کو درست کرنے کا پورا موقع مل جاتا ہے۔

روزہ انسان کو ہر بری عادتوں سے مثلاً سگریٹ چائے کافی، تمباکو اور بھی کئی بری عادتوں سے چھٹکارا حاصل کرنے میں معاون ہوتا ہے، ایک انسان اگر سارا دن ان چیزوں سے روزے کی وجہ سے پرہیز کر سکتا ہے، اس بنیاد پر ان عادتوں کو ہمیشہ کے لئے ترک کر سکتا ہے۔

صادق المصدوق ﷺ کا مبارک ارشاد ہے۔ اغـذو تـغـنـموا وصوموا تـصحوا وسافروا تستغنوا. راہ خدا میں جہاد کرو غنیمت حاصل ہوگی روزے رکھو تندرست ہو جاؤ گے اور سفر کرو مالداری حاصل ہوگی۔

رسول اکرم ﷺ نے جو کچھ فرمایا بالکل حق اور درست ہے ڈاکٹر اور اطباء کا بھی یہی کہنا ہے کہ روزہ کا صحت جسمانی سے خاص تعلق ہے اور رمضان میں اس کا خاص فائدہ ہوتا ہے کہ دن بھر بھوکے رہ کر شام کو اناپ شناپ کھا لیتے ہیں لیکن کوئی اثر نہیں پڑتا ہے یہ تو صرف روزے کی برکت ہے ورنہ ڈاکٹری لحاظ سے دیکھا جائے تو اس طرح خالی پیٹ اناپ شناپ کھا کر بھر لینے سے معدہ خراب ہوتا ہے۔ اللہ تعالی ہمیں رمضان کے روزہ رکھنے اور اسکی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

کفر وظلمت کی شکست کیلئے

پہلا معرکہ غزوۂ بدر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ "اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظَلَمُوا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْر" صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

ان لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا، جن سے قتال کیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

راہِ خدا میں مر مٹنے کی ہے بس آرزو
اے مرے اللہ! تو اسباب وساماں دے مجھے

برادرانِ اسلام اور نوجوانانِ اسلام وپردہ نشین خواتین! غزوۂ بدر حق وباطل اور کفر واسلام کا سب سے پہلا معرکہ ہے، جس نے کفر کی گردن توڑ دی اور بڑے بڑے گرو گھنٹال اور ائـمـۃ الـکـفـر جہنم رسید ہوئے یہ غزوہ چونکہ بڑی اہمیت کا حامل

ہے مناسب ہے کہ آج کے اس کثیر التعداد مجمع میں غزوہ بدر سے متعلق کچھ اہم معروضات پیش کردوں۔

محترم سامعین ۶۱۰ء میں آقائے نامدار فخر موجودات رسول عربی ﷺ کو پروانہ نبوت عطا ہوا اور آپ ﷺ نے لوگوں میں تبلیغ کا کام شروع کیا اور آہستہ آہستہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو ائمۃ الکفر کی ناک بھنو چڑھنے لگی کہ یہ کونسا دین ایجاد کردیا اور ایک خدا کی طرف لوگوں کو بلایا جارہا ہے۔ کیا سیکڑوں خدا کو چھوڑ کر ہم ایک خدا کی عبادت کریں چنانچہ پھر اپنی نخوت وغرور میں کمزور و بے کس مسلمانوں کو طرح طرح ستاتے اور ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے۔ یہ دردناک سلسلہ پورے تیرہ سال تک چلتا رہا اور مسلمان صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے رہے جب ظلم حد سے زیادہ بڑھ گیا تو حضور ﷺ کی اجازت سے لوگوں نے سفر ہجرت شروع کردیا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نمناک آنکھوں سے مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت فرما گئے۔ لیکن کفار نے یہاں بھی سکون واطمینان کا موقع نہ دیا اور وقتاً فوقتاً دھمکیاں دیتے رہے کہ مدینہ پہنچ کر شیر نہ بنجاؤ ہم وہاں بھی تم پر حملہ کرسکتے ہیں اور کرز بن جابر فہری اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ کے قریب ایک چراگاہ پر حملہ کر کے چلا گیا اور گویا یہ ثابت کردیا کہ ہم تین سو (۳۰۰) میل دور سے بھی تم پر حملہ کرسکتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس مذکورہ آیت کریمہ کے ذریعہ مقابلہ کرنے کی اجازت دیدی اور ۲ ہجری میں غزوہ بدرہ کا واقعہ پیش آیا جس کا پس منظر یہ ہے کہ ابوسفیان سامانِ تجارت کیساتھ مکہ واپس ہورہا تھا، حضور ﷺ نے اپنے جانثاروں سے فرمایا کہ مقابلہ کرنے کیلئے چلو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو کچھ نفع عطا فرمائے چنانچہ صحابہ کرام نکلے مگر ابو سفیان کو معلوم ہوگیا اور راستہ بدل کر چلا گیا اور اہل مکہ کو صحابہ کرامؓ کی آمد کی خبر کردی تو

ابوجہل کی سرکردگی میں ایک بڑا لشکر مقابلہ کے لئے نکلا بالآخر مقام بدر میں دونوں لشکر خیمہ زن ہوئے اور ایک ایک مقام کا انتخاب کرلیا اور آپ ﷺ معرکہ کارزار سے دور ایک بلند ٹیلے پر خیمہ میں تشریف فرما ہوئے تھے۔

حضور ﷺ نے مشرکین مکہ کی طرف دیکھا اور اپنے دونوں ہاتھ بارگاہ خداوندی میں بلند کردیئے اور اسی حالت میں اپنے رب کے حضور دعائیں مانگنا شروع کردیں، محویت کے اس عالم میں حضور ﷺ کے کندھوں سے چادر مبارک ہٹ گئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے پیارے نبی آپ ﷺ نے واسطہ دینے میں انتہا کردی، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرمائے گا، اسی وقت حضرت جبرئیل امین آیتِ قرآنی لے کر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور ارشاد خداوندی ہوا۔ تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزاروں فرشتوں کی قطار سے۔ (سورۃ انفال آیت)

اگرچہ اللہ جل مجدہ نے حضور ﷺ سے فتح ونصرت کا وعدہ فرمایا تھا مگر حضور ﷺ نے عبدیت کاملہ کی وجہ سے ایک مرتبہ پھر اپنے رب کے حضور دعا کی، اے اللہ اگر یہ کافر مسلمانوں کے اس گروہ پر غالب آگئے تو شرک غالب آجائے گا اور پھر تیرا دین قائم نہیں ہوسکے گا۔

حضور اکرم ﷺ کی گریہ وزاری

حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کی گریہ وزاری، عجز وانکساری نے اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب بندوں کی دستگیری کی طرف مائل کردیا اور نوری فرشتوں کو حکم دیا کہ آج آسمان دنیا کی رفعتوں سے نیچے آجاؤ ذکر وفکر کی محفلوں کو کچھ دیر کے لئے خیرباد کہہ دو اور مقام بدر کی اس وادی کا رخ کرو جہاں میرا محبوب پیغمبر اپنے جانثاروں کے ہمراہ

میرے نام کو بلند کرنے کیلئے سر بکف اور کفن بدوش کفر کی طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر رہے، ابھی حضور ﷺ کی چشمِ نازنین آنسوؤں سے پر تھی اور اشکوں کے موتی اپنے رب کے حضور زمین پر سربسجود ہونے ہی والے تھے کہ ایک مرتبہ پھر جبرئیل امین بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوگئے ارشاد خداوندی ہوا، ''عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا کافروں کی گردنوں سے اوپر مارو۔

یہ اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے اللہ کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ و رسول کی مخالفت کرے تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

غزوۂ بدر ہی وہ غزوہ ہے جس میں اللہ نے فرشتوں کو کفار سے لڑائی کرنے کیلئے بھیجا اس کے علاوہ جس غزوہ میں بھی فرشتے آئے ہیں وہ صرف کفار کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالنے کے لئے یہی وہ غزوہ ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی الحاح وزاری سے دعا کی تھی یا اللہ اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر پھر تیری عبادت و پرستش کرنے والا کوئی نہ رہے گا، اللہ کو اپنے محبوب کی یہ بات پسند آئی اور فرشتوں کو قطار در قطار اپنے لشکروں کی مدد اور کفار کی کمر توڑنے کیلئے بھیج دیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل کو اس دنیا میں بھیجا ان میں تین سو تیرہ رسول تھے، جب کہ حضور ﷺ کے کل صحابہ کرام کی تعداد بھی تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی، جن میں صرف تین سو تیرہ صحابہ ایسے تھے جنھیں اس جنگ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی مکہ سے ہجرت فرمانے کے دوسرے سال یعنی ۲ ہجری ۱۲ رمضان کو یہ اسلامی لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا اور مقام بدر پہنچا، بدر کا میدان مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلے پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے، یہ ریتیلا میدان بلند اور سنگلاخ چٹانوں کے دامن میں واقع ہے۔

آمنے سامنے کا مقابلہ

حق و باطل کی فوجیں مقام بدر پر موجود ہیں، ایک طرف تین گناہ بڑا لشکرِ جرار ہے جو سامانِ جنگ سے مسلح ہے، مال و دولت کا انبار ہے، دوسری طرف تین سو تیرہ مسلمان ہیں جو سولہ دن سے روزہ سے ہیں، ایک تو تعداد میں کم دوسرا سامان جنگ ساتھ نہیں، خون کی پیاسی تلواریں عنقریب نکلنے والی ہیں، ایک طرف حق کے پرستار ہیں تو دوسری طرف کفر و ظلمت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے کفار ہیں، ایک طرف حضور ﷺ ہیں تو دوسری طرف ان کے حقیقی چچا عباس، اور چچا زاد بھائی عقیل اور داماد ابو العاص بن ربیعہ ہیں، ایک طرف حضرت ابوبکر صدیق ہیں، تو دوسری طرف ان کا حقیقی بیٹا عبد الرحمٰن ہے۔ ایک طرف حضرت عمر فاروق ہیں، تو دوسری طرف ان کا حقیقی ماموں ہے، ایک طرف حضرت ابو حذیفہ ہیں تو دوسری طرف ان کے والد عتبہ بن ربیعہ ہیں، ایک طرف حضرت ابوعبیدہ ہیں تو دوسری طرف ان کے والد جراح ہیں، حضرت حکیم بن سعید ایک طرف تو ان کا بھائی عبید بن سعید دوسری طرف غرض یہ کہ باپ، بیٹے، بھائی، اور خونی رشتے سب کے سب فراموش کر دیئے گئے اور ایک دوسرے کے مدمقابل آگئے۔

درحقیقت یہ اللہ کے شیدائی اور رسول اکرم ﷺ کے عاشق تھے۔ اس لئے جو اللہ و رسول کا دشمن تھا وہ ان صحابۂ کرام کا بھی دشمن تھا خواہ وہ ان کا بھائی ہو مکہ کے اندر ان کے رشتہ داروں نے بھی ان کو ستایا اور ان ظلم کیا تھا، بالآخر انتہائی ناخوشگوار اور نامساعد حالات میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، مصائب و آلام سے بھرپور تیرہ سالہ زندگی گزارنے کے بعد جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

تو کفار و مشرکین نے یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی ﷺ کو سکھ کا سانس نہ لینے دیا، لات و منات اور عزیٰ و ہبل جن کی جھوٹی خدائی کا ڈنکا پورے عرب میں صدیوں سے بج رہا تھا انہیں چھوڑ کر ایک خدا کی بارگاہ صمدیت میں سر بسجود ہوتا کفار و مشرکین کے لئے ہرگز قابل قبول نہ تھا۔

سارا مکہ فرط غیظ و غضب سے آتشِ نمرود کی طرح بھڑک اٹھا، انہوں نے مٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے اندھے اور بہرے بتوں کی عظمت و جلال کی قسم کھا کر کہا کہ وہ ان مسلمانوں کو ایسی اذیت ناک سزا دیں گے کہ ان کا دماغ درست ہو جائے گا اور وہ مجبور ہو کر ایک مرتبہ پھر اپنے باپ دادا کے معبودوں کی پوجا کرنے لگیں گے قریش مکہ مسلمانوں کے خاتمے کیلئے ہمہ وقت کمر بستہ ہو چکے تھے اور اس موقع کی تلاش میں تھے کہ مسلمانوں کے خلاف انتقامی کارروائی کی جائے۔

حضور سرورِ کونین ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے مشورے طلب کئے مسلمانوں کو اپنی حالت اور دشمنوں کی تیاری کا حال معلوم تھا، صحابہ کرام نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ارشاد فرمائیں تو اس سمندر میں آپ کے ساتھ داخل ہونے کو تیار ہو جائیں اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ آپ جنگ کریں ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔

حضرت مقداد بن اسودؓ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں، جنہوں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا جاؤ تم اور تمہارا رب جنگ کرے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے غلام ہیں ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرح نثار ہونے کو تیار ہیں، چنانچہ حضور ﷺ نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم ارشاد فرمایا اس وقت مسلمانوں کی بے سروسامانی

کا یہ عالم تھا کہ کسی کے پاس تلوار ہے تو ڈھال نہیں، تیر ہے تو کمان نہیں، کل دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے مگر جذبۂ جہاد کا یہ عالم تھا کہ چھوٹا ہو یا بڑا کمزور ہو یا توانا ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ اسلام کا نام روز محشر تک قائم و دائم رہے، اپنی ہستی اگر مٹتی ہے تو مٹ جائے مگر اسلام زندہ رہے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اسلام بڑی قربانیاں دے کر حاصل کیا تھا، اس لئے اس کی قدر تھی اور ہم لوگ تو موروثی مسلمان ہیں باپ دادا مسلمان تھے اس لئے ہم مسلمان ہیں۔

صحابہؓ کی حضور ﷺ سے محبت

میرے دوستو! صحابہ کرام نے اسلام کی خاطر جتنی قربانیاں پیش کی ہیں ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں جب بھی آپ ﷺ نے راہ خدا میں نکلنے کیلئے کہا خود تیار ہو گئے اور آپ ﷺ سے ایسی محبت و جانثاری کا ثبوت دیا کہ جس کی نظیر پوری تاریخ عالم میں نہیں ملتی ہے اور آپ ﷺ کو بھی صحابہ کرام سے بڑی ہی محبت تھی چنانچہ محبت و شفقت ہی کیوجہ سے جنگ سے ایک دن قبل حضور ﷺ نے میدانِ بدر میں کافروں کے بڑے بڑے سرداروں کے نام لے کر ان کی قتل گاہ کو نشان زد کر دیا، یہ خبر لشکرِ کفار تک بھی جا پہنچی، ابوجہل نے جب یہ سنا کہ اس کا نام بھی قتل ہونے والوں میں شامل ہے تو اس کا رنگ زرد پڑ گیا اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا تم اجازت دو مجھے مکہ میں ایک ضروری کام ہے اسے انجام دے آؤں، ساتھیوں نے اسے اجازت نہ دی چند سرداروں نے علیحدگی میں لے جا کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہے ابوجہل نے کہا سنا ہے محمد (ﷺ) نے میدانِ بدر میں کچھ جگہوں پر نشان لگائے ہیں اور یہ کہا ہے کہ یہاں، فلاں فلاں شخص کا قتل ہوگا، باوجود اختلاف کے تم سب جانتے ہو کہ

ہوتا وہی ہے جو محمد (ﷺ) کہتا ہے، میں نے یہ خیال کیا کہ یہاں سے چلا جاؤں، مگر ابوجہل کو کسی نے جانے کی اجازت نہ دی۔

صحابہؓ کا شوقِ جہاد

۱۷/ رمضان المبارک کی صبح ہوئی جمعہ کا مبارک دن تھا تمام مسلمان ہشاش بشاش تھے جنگ کی مکمل تیاری کر لی گئی، کفار اپنے کندھوں پر لات اور عزیٰ کا بت اٹھائے نعرہ لگاتے کہ ہمارے پاس عزی ہے تمہارے پاس کوئی عزی نہیں، حضور ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تم کہو کہ ہمارا مددگار اور مولیٰ اللہ تعالیٰ ہے۔ تمہارا کوئی مولیٰ اور مددگار نہیں، کچھ ہی دیر کے بعد حق و باطل کا معرکہ شروع ہوگیا، خون کے پیاسے کفار مکہ بے سروسامانی والے صحابہ کرام کے مدمقابل ہوگئے، صحابہ کرام بڑی بے جگری سے لڑے ایک صحابی حضرت عکاشہ الاسدیؓ کی تلوار جہاد کے دوران ٹوٹ گئی دوڑے دوڑے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میری تلوار ٹوٹ گئی ہے اب میں کس سے لڑوں، حضور ﷺ کے پاس لکڑی تھی وہی اٹھا کر دے دی اور فرمایا اے عکاشہ اس سے دشمنوں کیساتھ جنگ کرو، جب عکاشہ نے اسے پکڑ کر لہرایا تو وہ ٹہنی تلوار بن گئی جو کافی لمبی تھی جس کا لوہا بھی بڑا سخت تھا۔

جنگ بدر کے ایک اور مجاہد حضرت سلمہ بن اسلم کی تلوار بھی دورانِ جنگ ٹوٹ گئی حضور ﷺ نے انہیں بھی کھجور کی ایک ٹہنی دیدی اور فرمایا اس سے دشمن پر وار کرو۔ انہوں نے جب اس شاخ کو ہاتھ میں لیا تو وہ خاردار تلوار بن گئی، جنگ کے اختتام تک وہ دشمن پر حملہ کرتے رہے اور انہیں موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔ یہ تلوار حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے تک ان کی شہادت کے دن تک ان کے پاس رہی۔

دورانِ جنگ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بازو کٹ گیا اور کندھے سے پشت کے پیچھے لٹک گیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اسے پاؤں سے نیچے دبا کر کھینچ دیا او رو ہین سے جدا ہوگیا جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنا کٹا ہوا بازو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن اس پر لگایا تو ہو کٹا ہوا بازو کندھے سے جڑ گیا۔ (سبیل الہدیٰ ج4)

دورانِ جنگ حضرت عمر بن قتادہؓ کی ایک آنکھ میں تیر لگا جس سے ان کی آنکھ پھوٹ گئی اور سارا ڈھیلا ان کے رخسار پر بہنے لگا، لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ کر الگ کردیں، ﷺ نے حضرت قتادہ کو اپنے پاس بلایا اور اپنے دست مبارک سے اس بہتے ہوئے ڈھیلے کو واپس آنکھ میں ڈال دیا اور اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا اور انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کونسی آنکھ پھوٹی تھی، یعنی آنکھ بالکل درست ہوگئی۔

الغرض صحابہ کرام نے جرأت و بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ چند ہی لمحوں میں کافروں کے بڑے بڑے سردار واصل جہنم کردیئے گئے، لشکر اسلام کے دو ننھے مجاہدوں حضرت معوذ اور معاذ نے ابوجہل پر حملہ کردیا اور اسے قتل کردیا، اس طرح اس کی موت بچوں کے ہاتھوں ہوئی، ابوجہل کے قتل ہوتے ہی کفار مکہ کے پاؤں اکھڑ گئے اس جنگ میں ستر کافر مارے گئے جن میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور ولید جیسے سرکش سردار بھی شامل تھے، چودہ صحابہ کرام نے جام شہادت نوش کیا، شانِ الٰہی دیکھئے کہ حضور ﷺ نے جس کافر کی جو قتل گاہ بتائی تھی اس کافر کی لاش اسی جگہ پائی گئی۔

بخاری کی روایت ہے کہ خادم رسول اللہ ﷺ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جس کافر کی جو جگہ آپ ﷺ نے قتل ہونے کی بنائی تھی اس جگہ وہ قتل ہوا اس سے سرمو منحرف نہیں ہوا۔

حضور ﷺ کا یہ طریقہ تھا جہاں کہیں کوئی لاش نظر آتی آپ اسے دفن کرا دیتے جنگ بدر میں قتل ہونے والے کفار چونکہ تعداد میں بہت زیادہ تھے اور سب کو الگ الگ دفن کرنا ایک دشوار عمل تھا' چنانچہ ان سب کو ایک ہی گڑھے میں دفنانے کا حکم دیا صحابہ کرام تمام لاشوں کو ایک کنویں میں ڈالتے گئے پھر اسے مٹی سے ڈھانپ دیا گیا۔

حضور سرورِ کونین ﷺ کا یہ معمول بھی تھا کہ جب جنگ میں فتح یاب ہوتے تو تین دن تک وہاں قیام فرماتے، میدانِ بدر میں بھی آپ نے تین دن تک قیام فرمایا، اس دوران آپ ﷺ نے شہدائے بدر کی تدفین فرمائی پھر آپ ناقہ پر سوار ہو کر چل دیئے، صحابہ کرام پیچھے پیچھے روانہ ہوئے، رات کا وقت تھا، حضور ﷺ چل کر اس کنویں کے پاس آئے جس میں قریشِ مکہ کی لاشیں ڈال دی گئی تھیں، آپ کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہو کر مردوں سے مخاطب ہوئے۔

یا ابوجہل یا امیہ بن خلف، یا عتبہ بن ربیعہ، یا شیبہ بن ربیعہ...... اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے تو کیا آج تم مسرور نہ ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے تم سے وعدہ کیا تھا، کیا اس وعدہ کو تم نے سچا پایا؟

مقتول کفار کو حضور ﷺ کا خطاب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! انہیں مرے ہوئے تین دن گزر گئے ہیں اور آپ ان سے خطاب فرما رہے ہیں، جو بے جان لاشے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے عمر قسم خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم (زندہ لوگ) میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سن سکتے لیکن اتنی بات ہے کہ یہ مردے جواب نہیں دے سکتے۔ (بخاری) دوستو! معلوم ہوا کہ مردے آواز سنتے ہیں اور مردوں کو پکارنا سنتِ رسول ﷺ بھی ہے، آج کے اس پرفتن دور میں کچھ لوگوں

کا عقیدہ ہے کہ مردے آواز سن نہیں سکتے ان کا یہ عقیدہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی روشنی میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا، ''تم مردوں کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کو پکار، جب وہ پیٹھ دے کر پھریں''۔ (سورۃ الروم)

اس آیت کریمہ میں الموتی سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل مر چکے ہیں، کفر وشرک میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جن کی عقل وفراست کے چراغ بجھ گئے ہیں، جنہوں نے اپنے کانوں میں تعصب کی انگلیاں ٹھونس رکھی ہیں، جب ان کو توحید کی طرف بلایا گیا اور نہایت دل نشین انداز سے دعوتِ حق دی گئی تو یہ اپنے کفر پر اڑے رہے جن کے کان حق سننے سے بہرے اور دل مردہ ہو گئے اور مردہ بھی ایسے جو پیٹھ دے کر پھر گئے۔

اس آیتِ مبارکہ کے یہ معنیٰ ہرگز نہیں کہ مردے سنتے نہیں۔ یہاں مردوں سے مراد کفار و مشرکین ہیں جو دنیاوی زندگی تو رکھتے ہیں چلتے پھرتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں، ظاہری طور پر زندہ ہیں لیکن حقیقت میں یہی لوگ مردہ ہیں جن میں غور وفکر کی صلاحیت دم توڑ چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے میرے محبوب نبی کفار ومشرکین کی اس بے حسی پر آپ رنجیدہ بالکل نہ ہوں ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور ان کے کانوں سے حق سننے کی طاقت دم توڑ چکی ہے، آپ نے تبلیغ دین کا حق مکمل ادا کر دیا ہے اگر یہ حق کے متلاشی نہ ہوں تو پھر ان کی مرضی، اس آیت کریمہ میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ جو مردے سنتے نہیں اور جو بہرے ہیں وہ کافر اور مشرک ہیں، نبی یا ولی یا مومن مسلمان کیلئے یہ ارشاد نہیں ہے۔

امام بخاریؒ، امام مسلم اور دیگر محدثین کرام نے حضرت انسؓ سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست دفن کرنے کے بعد واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔(مشکوٰۃ)

قبر ایک ایسی جگہ ہے جہاں کوئی دوست بھی ساتھ نہیں ہوتا، بس آدمی کو اس کا عمل ہی کام آئے گا۔ اگر اس نے دنیا کے اندر رہ کر رب چاہی زندگی گزاری ہوگی تو اس کا اچھا انجام دیکھے گا، لیکن اگر دنیا میں رہ کر غفلت ولا پرواہی میں زندگی گذاری ہوگی تو اس کا برا عمل اس کے سامنے ہوگا۔

خلاصۂ جنگ بدر

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد 313 کافروں کی تعداد 1 ہزار تھی، 82 مہاجرین تھے اور باقی 231 انصار تھے۔

بدر کی لڑائی ۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری مطابق 11 مارچ 624ء جمعہ کے دن ہوئی۔ ابوجہل جنگ بدر میں مارا گیا، معاذؓ اور معوذؓ دونوں عفراء کے بیٹے تھے انہوں نے جہنم رسید کیا۔

جنگ بدر میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس، انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذؓ کے پاس اور سب سے بڑا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر کے پاس تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کا سر کاٹ کر خدمتِ نبویؐ میں حاضر کیا۔

جنگ بدر میں کل 14 مسلمان شہید ہوئے جن میں 6 مہاجر اور 8 انصاری تھے۔ جنگ بدر میں کفار کے 70 آدمی مارے گئے اور 14 مسلمان شہید ہوئے۔

اسود بن عبدالاسد مخزومی کفار کا وہ آدمی ہے جو جنگ بدر میں سب سے پہلے مارا گیا جسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے مارا۔

جنگ بدر میں سب سے پہلے مہجع حضرت عمر کے غلام شہید ہوئے۔

بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے 9 ہزار فرشتوں کو اتارا، پہلے 1 ہزار پھر 3 ہزار اور پھر 5 ہزار۔

حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں کہ جب حضور ﷺ نے جہاد وقتال کی ترغیب دی اور شہادت پر جنت کی بشارت سنائی تو کھاتے ہوئے کھجوروں کو پھینک کر میدان میں کود پڑے اور لڑتے ہوئے شہید ہوگئے، کافروں کی شکست کی خبر لے کر حیماء بن عبداللہ خزاعی سب سے پہلے مکہ گیا تھا۔ مدینہ میں فتح کی بشارت سنانے کیلئے نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت زید بن حارثہ کو روانہ فرمایا۔

حضرت عثمانِ غنیؓ کی فضیلت

حضرت عثمان غنیؓ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے اس لئے کہ آپ کی بیوی حضرت رقیہؓ سخت بیمار تھیں حضور ﷺ نے تیمارداری کا حکم فرمایا تھا۔

بدر کی لڑائی ختم ہونے کے بعد آپ ﷺ نے بدر میں تین دن قیام فرمایا۔

محترم سامعین عظام ایک اہم مسئلہ کی طرف میں آپ لوگوں کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت عثمانِ غنی کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں اور غزوہ بدر میں وہ حکماً شریک نہ ہوئے جو ثواب ایک غازی کو ملا وہ ان کو بھی ملا، اسی طرح غنیمت میں ان کو حصہ دیا گیا تھا، ایک اہم واقعہ ہے اس کو بیان کردینا مناسب سمجھتا ہوں، جس کو امام بخاریؒ نے ذکر کیا ہے عثمان بن عبداللہ بن موہب روایت کرتے ہیں کہ مصر کا ایک شخص حج کرنے کے لئے آیا تو اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو بتایا گیا کہ اہل قریش ہیں پھر پوچھا کہ یہ بڑے میاں کون صاحب ہیں؟ تو بتایا گیا کہ یہ عبداللہ بن عمر ہیں، پھر وہ شخص گیا اور کہا کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تو

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھ اس نے تین سوال کئے، کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان غزوہ احد سے بھاگ گئے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ جی نہیں پھر پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، حضرت ابن عمر نے کہا کہ جی ہاں شریک نہیں ہوئے، پھر پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضواں میں شریک نہیں ہوئے، تو حضرت ابن عمر نے کہا کہ جی ہاں شریک نہیں ہوئے تو اس مصری نے کہا کہ اللہ اکبر یعنی اتنے بڑے بڑے فضائل سے محروم ہیں، ان کو کیسے خلیفہ بنادیا گیا؟ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ تعال بین لک (آمیں تجھ کو بتاتا ہوں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوہ احد سے بھاگے تھے لیکن میں گواہی دیتا ہوں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ ان کے نکاح میں تھیں، اور وہ بیمار تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم یہیں رہو تمہارے لئے ایک شریک بدر کے حصہ کا ثواب ہے اور مال غنیمت میں حصہ ہے، اور صلح حدیبیہ میں شریک نہ ہوسکے تو اس کی وجہ ہے کہ اگر بطن مکہ میں حضرت عثمان سے بڑھ کر کوئی معزز ہوتا تو آپ ﷺ اسی کو مکہ بھیجتے لیکن کوئی اہل مکہ کے نزدیک ان سے زیادہ معزز نہیں تھا، اس لئے حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور جب ان کے قتل کئے جانے کی غلط خبر مشہور ہوگئی تو حضور ﷺ نے جہاد پر بیعت کی اور حضرت عثمان کی طرف سے خود بیعت کی اور اپنا دایاں ہاتھ حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا جب حضرت ابن عمرؓ نے پورا جواب دے دیا تو فرمایا اس مصری سے، ساتھ ساتھ جواب بھی لیتا جا، یعنی حضرت عثمانؓ غزوہ بدر میں حکماً شریک مانے گئے ہیں اسی وجہ سے امام بخاری نے حضرت عثمانؓ کو شرکاء بدر میں شمار کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر قربان ہونے کا شوق اور جذبۂ جہاد عطا فرمائے۔ آمین! وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

اولاد کی تعلیم وتربیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَر. فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ. اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَر. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

وقتِ خوشی وکلفت، دل کا خیال
ہے کدھر تو دیکھ مردِ خوش خصال
نفس وشیطان قال کو کہتے ہیں جال
تو کسوٹی پر لگا، یہ حال وقال

بزرگان محترم، نوجوانان اسلام، عزیز طلبہ! گذشتہ جمعہ اولاد اللہ کی نعمت ہے اور اس نعمت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کتنے انعامات انسان کو دیئے ہیں اس پر کچھ باتیں آپ کے سامنے عرض کی گئی تھیں آج پھر اسی کے متعلق کچھ ضروری گوشے اور

باتیں آپ کے سامنے عرض کرنا ہے، اس لئے کہ انسان کی اپنی فضیلت اور مقام جو روز اول سے تھا، وہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آخر تک رہے گا، اس میں کوئی تبدیلی نہیں لیکن مادی ضروریات زمانے کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہیں، جیسے جیسے زمانہ بدلتا ہے انسان کی اپنی ضروریات بھی بدلتی ہیں اور اس میں تغیرات بڑی تیزی کے ساتھ رونما ہوتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ جو ساری دنیا کے نہیں بلکہ ساری کائنات کے محسن ہیں اور محبوب رب العالمین ہیں، جب حضور ﷺ کے بیٹے حضرت قاسم کا انتقال ہوگیا تو کفار ومشرکین جو آپ ﷺ سے بغض وعناد رکھتے تھے وہ بڑے خوش ہوئے اور کہا کہ (نعوذ باللہ) محمد ﷺ کی جڑ کٹ گئی یعنی آپ کی اولا اور نسل دنیا میں نہیں رہی اپنی مادی اعتبار سے بھی اور مذہبی اعتبار سے بھی اولاد اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ بات میں نے پہلے بھی عرض کی تھی کہ جس کو اولاد نہ ہو اس سے کوئی پوچھے کہ اولاد نہ ہونے کا دکھ کیسا ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کے لختِ جگر حضرت ابراہیم

حضور اکرم ﷺ کے آخری بیٹے حضرت ابراہیم جو حضرت ماریہ قبطیہؓ سے پیدا ہوئے عرب کے دستور کے مطابق ان کو دودھ پینے کے ایام میں رضاعت کے لئے ایک لوہار کے گھر میں خود بھی مسلمان تھے صحابی تھے انتظام کر دیا تھا لیکن اللہ کو منظور نہیں تھا حضرت ابراہیمؑ انتقال کر گئے حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ تشریف لے گئے آپ ﷺ کے صاحبزادے اور ہم تمام کے نبی زادے حضرت ابراہیم حالت نزع میں تھے، سانس گھٹ کر آرہی تھی حضور ﷺ نے دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، پھر انتقال بھی ہوگیا حضور ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں، صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا

کہ ہاں مجھے بھی اللہ نے تمہارے ہی جیسا دل دیا ہے، مجھے بھی کسی کے اچھا ہونے اور برا ہونے پر رنج اور خوشی ہوتی ہے، جس طرح تمہیں رنج ومسرت ہوتی ہے، فرق اتنا ہے کہ میں اس کو اللہ کا لکھا ہوا تصور کرتا ہوں، اللہ کی مرضی پر منحصر کرتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ کی نرینہ اولاد کوئی بھی زیادہ دنوں تک حیات نہیں رہی مکہ مکرمہ میں دو نرینہ اولاد قاسم، طاہر، طیب اور ابراہیم رضی اللہ عنہم جب یکے بعد دیگرا انتقال کر گئے تو کفار ومشرکین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب آپ علیہ السلام کا لایا ہوا دین نہیں چلے گا نعوذ باللہ آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کا دین بھی ختم ہو جائے گا، تو اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی، شاہ فیصل کے زمانے میں مسجد حرام کی توسیع ہوئی یعنی کعبۃ اللہ شریف کے اطراف میں جب حرم شریف کو بڑھایا گیا تو اس جگہ پر مسجد تھی جس کو مسجد کوثر کہتے تھے، چھوٹی سی مسجد تھی تاریخ میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ اس جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۃ کوثر نازل ہوئی، مکۃ المکرّمہ کی پوری آبادی پچیس ہزار تھی اور اس میں آپ ﷺ کے ماننے والے جاننے والے آپ پر جان چھڑکنے والے بمشکل چالیس یا ساٹھ آدمی مسلمان تھے۔

آپ سوچ سکتے ہیں کہ وہ زمانہ آج کے زمانہ جیسا نہیں تھا کہ کسی کے پاس چاقو بھی مل جائے تو وہ بھی دہشت گرد کہلائے وہ تو عرب کا مشہور ومعروف علاقہ ہے، ہر آدمی کے پاس ہتھیار رہتا تھا، جیسے آج ہر آدمی کے ہاتھ میں گھڑی رہتی ہے، انگوٹھی رہتی ہے ایسا ہی اس زمانے میں ہر آدمی کے پاس تلوار رہتی تھی تلوار کے بغیر اپنے گھر سے نکلنا عیب سمجھا جاتا تھا، پچیس ہزار کی آبادی میں پندرہ ہزار تو مرد ہوں گے ہی یقیناً یا دس ہزار میں سمجھ لیجئے کہ دس ہزار تلواریں حضور اکرم ﷺ کی چوبیس گھنٹے جان لینے کیلئے تیار تھیں اور آپ کے دفاع میں آپ ﷺ کی حفاظت

کیلئے بلال حبشی جیسے عمارؓ جیسے، حضرت یاسرؓ جیسے، حضرت سمیہؓ جیسی، حضرت ام ایمنؓ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ان حضرات کو دنیوی اعتبار سے صاحب اقتدار اور صاحب اختیار نہیں کہہ سکتے، یہ اللہ کے نبی ﷺ کی مدافعت میں لگے ہوئے تھے، جن کے پاس نہ مال اور جائداد تھی جن کے پاس اقتدار تھا نہ شہرت اور نہ ہی کوئی مادی قوت تھی اور نہ ہی کوئی باہر سے سپوٹ تھا کہ مدافعت ہو اور کوئی آواز اٹھے، مالی اعتبار سے ابتدائے اسلام میں سید الطاہرہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے ساتھ دیا لیکن اکیلئے گھر سے باہر آکر مردوں سے کیسے مقابلہ کرسکتی تھیں؟ اور حضور ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد حیات نہیں تھی تو حضور ﷺ کو بھی ہوسکتا ہے قدرے فکر رہی ہو تو اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل کرکے حضور ﷺ کو خوشخبری سنائی۔

''إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَر'' ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے، ہمارے یہاں اہلسنت والجماعت کے علمائے کرام اور مفسرین عظام کا اس بات پر اجماع ہے کہ کوثر سے مراد حوض کوثر ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر ایک نہر رکھی ہے، جس کا پانی قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کی امت کو اس پانی سے پہلے پلایا جائے گا کہ جنت میں جانے تک کسی کو پیاس نہیں لگے گی لیکن شیعہ حضرات کوثر سے مراد حضرت فاطمہ کو لیتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہؓ کو ہی کوثر سے تعبیر دی ہو اس لئے کہ حضرت فاطمہؓ کے نسب سے ہی آپ ﷺ کی اولاد دنیا میں پھلی پھولی ہے یہ بھی ایک طرۂ امتیاز ہے آپ ﷺ کے نسب وحسب کا کہ قیامت تک آپ کا حسب ونسب حضرت فاطمہؓ کی طرف منسوب کہلائے گا، دنیا میں کسی بھی آدمی کو پکارا جاتا ہے تو وہ باپ کے نام سے پکارا جاتا ہے، آدمی فلاں ابن فلاں لیکن حضور اکرم ﷺ کی اولاد کا جو سلسلہ چلا وہ عجیب وغریب ہے آپ ﷺ کی اولاد جو آل رسول کہلائی وہ

حضور اکرم ﷺ کی بیٹی سے کہلائی دنیا کے بہت سے بادشاہ حکمران جن کا طوطی بولتا تھا جن کا حکم زبان سے نکلتے ہی پورا ہو جاتا تھا آج وہ قبروں میں سو رہے ہیں، خدا کی قسم آج ان کا کوئی نام لینے والا نہیں ہے۔

دور کہاں جاتے ہو ہندوستان ہی میں دیکھئے بڑے بڑے مغل بادشاہ تھے آج ان کی قبروں پر کبوتروں کی بیٹ پڑی ہوئی ہے اور جانوران کی قبروں پر بسیرا کئے ہوئے ہے گدھے اور کتے ان کی قبروں پر پیشاب اور لید کر رہے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں، یہ دنیا بہت تھوڑی سی ہے۔

اتنے روپئے خرچ کرنے کے بعد بھی مستقبل کی کوئی گارنٹی نہیں

میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انسان اپنی اولاد کے لئے کتنی تکلیف اٹھاتا ہے خاص طور سے آج کے دور میں پیدا ہونے سے لے کر کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا کہ انسان پر پیسہ خرچ نہ ہو پہلے تو گھر میں ولادت ہوتی تھی معمولی سے پیسے خرچ ہوتے تھے آج ولادت گھر میں نہیں ہوتی ہاسپٹل ہی میں ہوتی ہے۔ کہیں زیادہ کہیں کم بہرحال پیسہ خرچ ہوتا ہے اور جب یہ پیسہ خرچ ہوتا ہے تو اس کی تیاری پہلے سے ہوتی ہے۔ کتنی تکالیف سے اور کتنے جتن سے اور کتنی حکمتوں سے اس پیسے کو بچایا جاتا ہے کہ ڈلوری ہونے والی ہے اتنا پیسہ رکھا جائے۔ اب یہ بچہ شیرخوار ہے دودھ پی رہا ہے اس پر پیسہ خرچ ہے یہ بڑا ہو گیا ہے اسکول جانے کے لائق ہو گیا ہے تو اب اس کی فکر ہے۔ پہلے تو یہی تھا کہ صاحب اسکول یا مدرسے میں بھیج دو۔ اب ایسا نہیں ہے اب تو ڈونیشن دینا پڑتا ہے بعض اسکولوں میں تو بچہ پیدا ہوتے ہی انٹری کرتے ہیں کہ صاحب آج کی تاریخ میں ہمارے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے یا بچی کا حساب لگا کر ڈیٹ لکھ دیتے ہیں کہ فلاں ڈیٹ میں آپ بچے کو داخل کریں، یہ داخلہ فری نہیں ہوگا۔

اس کیلئے ڈونیشن دینا ہے فیس دینا ہے اور جتنے بھی لوازمات ہیں وہ سارے پورے کرنا ہے۔اور ادا کرنے کے بعد بھی آپ کے بچے کے مستقبل کی کوئی گارنٹی نہیں کہ آپ کا بچہ ڈاکٹر بن جائے گا لائر بن جائے گا انجینئر بن جائے گا یا کچھ اور بن جائے گا یا میکانک بن جائے گا، اتنی تکالیف اٹھانے کے بعد والدین کی آنکھیں اصلاح وتربیت کی طرف سے بند ہیں۔

بچے سے لاڈ پیار شریعت کے حدود میں رہ کر

آج بچوں کو اچھے لباس پہنا دیں تو خوش، بچے کو ان کے منہ مانگے پیسے دے دیئے تو خوش، بچوں کو شہر کے بہترین اسکول میں داخلے دلا دیا تو بے حد خوش ہیں، ہماری امیج ہماری عزت ہمارے رشتہ داروں میں ہمارے دوستوں میں بہت ہے کہ فلاں صاحب کا بچہ تو فلاں اسکول میں پڑھتا ہے۔ قیامت کے دن یہ نہیں پوچھا جائے گا وہاں تو یہ پوچھا جائے گا کہ اولاد کی تربیت کیسی کی؟ یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ بڑے بڑے اسکولوں میں داخلہ دلایا تھا؟ بچہ کو ہزار روپئے کا ایک ڈریس پہنا دیا ٹھیک ہے، اللہ کے یہاں اولاد کی ہر چیز پر اجر ہے۔

میرے پاس تین دن پہلے ایک صاحب آئے ان کے ساتھ ان کی تین سال کی بچی تھی، وہ ایسا لباس بچی کو پہنا کر لائے تھے کہ دونوں مونڈھے وغیرہ کھلے ہوئے، اوپر کا پورا بدن ننگا تھا، میں نے پوچھا آپ مسلمان ہیں؟ کہا الحمدللہ، آپ کی بیوی مسلمان ہے؟ کہا جی ہاں اور یہ بچی مسلمان ہے، کہا جی ہاں؟ میں نے کہا کہ آپ کے باپ بے وقوف تھے کہ آپ کو شریعت کے مطابق لباس پہنایا، آپ زیادہ عقل مند ہیں کہ آپ نے اپنی بچی کو ایسا لباس پہنایا، وہ صاحب شرمندہ ہوئے میں نے کہا، آج بچی کو جیسا لباس پہنائیں گے، کل وہ ویسا ہی لباس پہنے گی، کل یہ جب ننگی پھرے گی، جب دنیا

میں آپ کی بدنامی ہوگی تو آپ روئیں گے، آج آپ اس کو خود ننگا کر رہے ہیں۔ معاشرہ آج ایک عجیب وغریب قسم کا ہوگیا ہے، ہر چیز کے اندر عیب پیدا ہوگیا، ہر چیز کے اندر نقص آگیا، بگاڑ پیدا ہوگیا، حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو انسان اپنی بیوی کو لباس پہناتا ہے، جب تک وہ پہنتی رہے تو اس کا ثواب چوبیس گھنٹے اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے جو لباس اپنی اولاد کو پہنائے گا اس کا ثواب چوبیس گھنٹے اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا، لیکن ایسا لباس جس سے ہمارے بچے انگریز نظر آئیں جس سے ہماری بچیاں طوائف نظر آئیں، فاحشہ نظر آئیں۔اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہ

ایسا لباس پہنانے پر اللہ کے یہاں اجر نہیں ہے۔ پیسہ بھی ضائع اس کے ساتھ ساتھ ایمان بھی ضائع اور پھر یہ اولاد آگے چل کر بے دین بنے، اس سے زیادہ بدنصیبی کیا ہوسکتی ہے، تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آج ہماری آنکھیں بند ہیں اصلاح وتربیت کے میدان سے۔

پچھلے دنوں جو بنگلور میں واقعہ پیش آیا۔آج کل موٹر سائیکل پر نوجوان گھومتے ہیں اور بڑی تیزی کے ساتھ چلتے ہیں اور پولس ان کو روک رہی ہوتی ہے تو رکتے نہیں ہیں، پولس تو پہلے ہی مسلمانوں کے تعلق سے جو نظریہ رکھتی ہے آپ کو معلوم ہے، پولس سے ہمدردی کی توقع رکھنا بیکار چیزیں ہیں، آج سب کو اپنی حفاظت اللہ کے بھروسہ پر قانون کے دائرے میں رہ کر حکمتاً تدبر کے ساتھ عقلمندی کے ساتھ خود کرنی چاہیئے پولس نوجوان کی ٹانگوں پر گولی چلا سکتی تھی، اس کو ڈرا دھمکا کر اس کو پکڑ سکتی تھی لیکن نہیں اس کے سینے میں گولی ماری ابھی ایم بی اے یا کوئی اور کورس کر رہا تھا، اکلوتا بیٹا تھا، اس کے ماں باپ سے پوچھئے کہ ان پر کیا قیامت گزری ہوگی موٹر سائیکل کا چلانا برا نہیں ہے، ہوائی جہاز چلایئے پائیلٹ بنیئے لیکن دائرے میں رہ کر موٹر سائیکل

اور کار چلانا پھر اس طرح کی ہر وہ حرکت جو آوارہ لڑکوں کے دائرہ کار میں آتی ہے، اپنے ان نوجوانوں کو روکنا چاہئے۔

بچوں کی حفاظت کریں

آئے دن اخبارات میں پڑھتے اور سنتے ہیں کہ فلاں صاحب کا بچہ ایم بی بی ایس کر رہا تھا، فلاں صاحب کا بیٹا انجینئرنگ کر رہا تھا۔ موٹر سائیکل سے جا رہا تھا اچانک لاری نے کچل دیا اللہ تعالیٰ نے جس کی موت جیسی رکھی ہے ویسے ہی آئے گی کوئی آدمی کسی کو بچا نہیں سکتا لیکن یہ ساری چیزیں حفاظت کے دائرے میں آتی ہیں، ابھی تعلیم پوری نہیں ہوئی ابھی زیر تعلیم ہے، ضرورت سے زیادہ آزادی جو ہم نے بچوں کو دی ہے اور تربیت کی، پرورش کی اور اصلاح کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس کے نتیجے میں یہ سارے بگاڑ پیدا ہو رہے ہیں، بچہ چھوٹا سا ہوتا ہے ماں یا باپ کے منہ پر ایک طمانچہ مارتا ہے تو ماں باپ خوش ہوتے ہیں ہمارا بچہ کتنا اچھا ہے دیکھو کتنے زور سے مارا ہے بہت پیار آتا ہے، لیکن اب اسے روکا نہیں گیا تو دو سال کے بعد تین سال کے بعد بھی مارے گا۔

اسی طرح گنگونڈ نہلی کا واقعہ ہے نام نہیں لیتا، غیبت ہوتی ہے، وہ صاحب نمازی بھی ہیں لیکن اپنی ماں کی پٹائی اپنے ہاتھ سے کی ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے اور گھر بھی یاد ہے، جبکہ وہ دسیوں مرتبہ جماعت میں بھی جا کر آئے ہیں، کوئی یہ کہنے لگے کہ صاحب جماعت میں جا کر بھی اپنی ماں کو مار رہا ہے بھائی جماعت والوں نے تھوڑے ہی سکھایا ہے کہ ماں کو مارو۔ اولاد کی تربیت نہ ہونے سے یہ سارے بگاڑ پیدا ہوتے ہیں۔ بچہ کو ڈاکٹر انجینئر اور وکیل بنا دیجئے یا تبلیغی جماعت میں اس کو بھیج کر اس کو بڑا واعظ بنا دیجئے جب تک اس کا قلب اس کا دل نہیں سدھرے گا، اس کے

اندر تبدیلی پیدا نہیں ہوگی۔ قرآن نے اس کو **کَمَثَلُ الْحِمَار** بتایا ہے، بے عمل انسان کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے کے اوپر کتاب لاد دیں تو وہ عالم نہیں ہوتا پڑھ لے کسی کالج سے، کسی مدرسے سے، لیکن اس کے اندر عمل نہ ہو تو ایسا ہی ہے جیسا گدھے کے اوپر کتاب۔

بہر حال وقت بہت زیادہ ہوگیا ہے، آج اس دور میں اصلاح وتربیت والدین کے لئے اتنی ہی زیادہ ضروری ہے جتنا کہ بچے کے داخلے کے لئے پیسے وغیرہ کا انتظام ضروری ہے، اصلاح وتربیت اس سے بھی زیادہ ضروری ہے جتنا کہ ہم بچے کے کھانے پینے کا انتظام کرتے ہیں دواؤں کا انتظام کرتے ہیں، اصلاح وتربیت کا معاملہ ایسا ہے کہ آج آپ اپنے بچے کی اصلاح کر لیجئے کل یہ بچہ آپ کے لئے اور آپ کے خاندان کیلئے دنیوی اعتبار سے نہیں آخرت کے اعتبار سے بھی باقیات الصالحات بنے گا لیکن ضروری ہے کہ بچپن سے ہمیشہ اس کا ساتھ دیں اس کی باتوں پر ٹوکیں معمولی معمولی باتوں پر اس کی اصلاح کریں، حضرت شیخ زکریا صاحبؒ مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ چھوٹے سے بچے تقریباً تین سال کے، ایک تکیہ لے کر کہنے لگے۔ ابا جی یہ تکیہ تو میرا ہے، ابا جی نے ایک طمانچہ مارا کہ بے وقوف ابھی تم سے چلنا نہیں آیا، بولنا نہیں آیا، یہ تکیہ میرا ہے، ابھی تم ہمارے ہو جب تم اٹھارہ بیس سال کے ہو جاؤ گے تو بولنا کہ کون سی چیز تمہاری ہے، یہ ایک مثال ہے چھوٹی چھوٹی چیزوں پر ہم بچے کو ٹوکیں روکیں، اس کی اصلاح وتربیت کا ایک نرالہ انداز اپنائیں، کھانا پینا پہننا، اور محبت کرنا اور دوائیں دلانا، یہ تو اہل ہنود بھی کرتے ہیں، غیر مسلم بھی کرتے ہیں دانہ پانی اپنے بچوں کو جانور بھی دیتا ہے، یہ کوئی بڑی چیز نہیں ہے ضرورت اصلیہ ہے، اصلاح کی تربیت کی جس کے لئے بدترین ماحول کو بدلنے کی

ضرورت ہے، انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ جمعہ بھی اسی کے تعلق سے عرض کیا جائے گا، دعاء فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو صحیح معنوں میں اولاد کی تربیت اور اصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا حق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

حضرت عمر فاروق وخالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا قبول اسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدَهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُوْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالُنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مَحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِيْ الْأَرْضِ تُرِيْدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الآخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

ذوق حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمان خلیلؑ
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن

معزز سامعین اور حاضرین کرام، میں نے قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ تلاوت کی ہے اس آیت کا مختصر سا پس منظر پیش کرتا ہوں غزوۂ بدر میں کفار کو بڑی زبردست شکست ہوئی ستر قید اور ستر قتل ہوئے تو قیدیوں کے سلسلے میں اکثر صحابہ کرام حتی کہ حضرت ابوبکرؓ اور آپ ﷺ کی رائے یہ ہوئی کہ مسلمان ابھی کمزور حالت میں ہیں۔ اس لئے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور اس مال سے جہاد اور غزوات کئے جائیں لیکن حضرت عمر اور سعد بن معاذؓ کی رائے ہوئی کہ سارے ہی قیدیوں کو قتل کیا جائے تا کہ کفار کی کمر ٹوٹ جائے اور مسلمانوں پر حملہ کا ارادہ نہ کرسکیں۔ تو قرآن کریم نے ان کی رائے کی موافقت کی اس کے علاوہ کئی جگہ قرآن کریم نے حضرت عمرؓ کی رائے کی موافقت کی ہے۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اسلام لانے کے لئے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاَصْبَحَ عُمَرَ فَغَدًا عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ ثُمَّ صَلّٰى فِی الْمَسْجِدُ ظَاهِراً۔ اے اللہ اسلام کو غلبہ عطا فرما ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعہ پھر حضرت عمرؓ نے صبح کی اور حضور ﷺ کے پاس جا کر مشرف باسلام ہوئے پھر خانہ کعبہ میں اعلانیہ نماز پڑھی آپ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے، دار الندوہ میں مشورہ ہوا کہ کون محمد ﷺ کو قتل کرے گا (نعوذ باللہ) تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں قتل کروں گا چنانچہ ننگی تلوار لے کر چلے راستے میں نعیم بن عبداللہ نامی ایک شخص ملے جو پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا کہ محمد ﷺ کو قتل کرنے جا رہا ہوں، تو حضرت نعیم نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لیجئے آپ کے بہنوئی اور بہن مسلمان ہو چکے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

حضرت عمرؓ غصہ میں بہن کے گھر پہونچے اور کنڈی کھٹکھٹائی اندر سے کچھ پڑھنے کی آواز آئی بہن قرآن پڑھ رہی تھیں وہ چھپا دیا پھر دروازہ کھولا پوچھا کیا پڑھ رہے تھے، پھر بہنوئی کو مارنا شروع کیا کہ تو بھی صابی ہوگیا ہے بہن چھڑانے کیلئے آئیں تو ان کے چہرہ پر مار کر زخمی کردیا پھر بہن بولی کہ اگر تو ہمیں مار ڈالے گا تو بھی ہم اپنے دین سے پھر نہیں سکتے، پھر حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو پوچھا کیا پڑھ رہے تھے؟ لاؤ دکھاؤ بہن نے کہا کہ اللہ کا کلام ہے پہلے غسل کرلو پھر اس کو چھو سکتے ہو حضرت عمر نے غسل کر کے پڑھنا شروع کیا سورہ طٰہٰ کی آیتیں تھیں تو بڑے متاثر ہوئے اور کہنے لگے کیا میں اچھا کلام ہے؟ حضرت خباب بن الارت دروازے کے پیچھے چھپے ہوئے تھے وہ نکل آئے اور یہ بشارت سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کیلئے دعا کی ہے پھر دار ارقم میں پہونچے اور دستک دی حضرت حمزہؓ نے جھانک کر دیکھا کہ حضرت عمر ننگی تلوار لئے کھڑے ہیں فرمایا کہ اگر صحیح نیت سے آرہا ہے تو آنے دو ورنہ اسی کی ننگی تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

دار ارقم میں داخل ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے صحابہ کرام نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا، حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جب میرے والد صاحب اسلام لائے تو پوچھا کہ کون مکہ میں سب سے تیزی سے خبر پہونچانے والا ہے تو لوگوں نے بتایا کہ جمیل چنانچہ جمیل سے کہا کہ میں مسلمان ہوگیا اتنا سنتے ہی اپنی چادر لپیٹتا ہوا تیزی سے خانہ کعبہ کی طرف بھاگا پیچھے سے میرے والد بھی چلے جمیل نے باآواز بلند کہا کہ عمر صابی ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو جھوٹا ہے میں مسلمان ہوگیا ہوں پھر بہت سے لوگ جمع ہوگئے اور تلواریں چلنے لگیں حتی کہ آفتاب سر پر آ گیا

تو ایک شخص اچھا لباس پہنے ہوئے نکلا اور صورت حال کا جائزہ لے کر کہا کہ ایک شخص کو جو مذہب پسند ہے اس نے قبول کرلیا تم کیا سمجھتے ہو کہ قصی بن کعب بن لوئی تمہیں چھوڑ دیں گے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد میں نے والد محترم سے دریافت کیا کہ کون صاحب تھے، کہا کہ عاص بن وائل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو کفار میں تہلکہ مچ گیا اور مسلمانوں کو فرحت ومسرت حاصل ہوئی اسلام لاتے ہی فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار تو بتوں کی پوجا اعلانیہ کریں اور ہم خدائے بزرگ برتر کی عبادت چھپ کر کریں یہ نہیں ہوسکتا خدا کی عبادت اعلانیہ ہونی چاہئے ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمان اعلانیہ مسجد میں نماز ادا کرنے لگے اور جو چھپے ہوئے تھے ان سب نے اپنا اسلام ظاہر کردیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بڑے جوانمرد، بلند ہمت، اور عقل سلیم رکھنے والے شخص تھے اسلام لانے سے پہلے انہوں نے کفر و شرک کی حمایت ونصرت اور اسلام کی مخالفت ومحاذ آرائی میں شاید ہی کوئی کسر باقی چھوڑی ہو ہر محاذ پر بڑی جوانمردی کے ساتھ کفر کی حمایت میں اسلام کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے لئے مشکلات کھڑی کردی مگر ابوجہل ابولہب وغیرہ کی طرح ان کی قسمت میں شقاوت ازلی نہیں لکھی تھی ان کی قسمت میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منظور نظر ہونا اور اسلام کا زبردست دلیر وباہمت مجاہد ہونا اور رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کا لقب پانا لکھا تھا، اسی حالتِ کفر وشرک میں شب وروز اور ماہ وسال گذرتے رہے، ان کا خود بیان ہے کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تمام لڑائیوں میں شریک رہا ہوں مگر واپسی پر مجھے یہ خیال دامن گیر ہوا کرتا تھا کہ میری ساری بھاگ دوڑ بے فائدہ ہورہی ہے اور اس سے کوئی فائدہ ونتیجہ نہیں نکل رہا ہے اور ایک وقت وہ آئے گا کہ یہ ہم پر غالب آجائیں گے، حدیبیہ

کے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ کرنے سے روکنے کے لئے میں بھی سواروں کا ایک دستہ لے کر نکلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا سامنا ہوگیا آپ نے صحابۂ کرام کو لے کر نماز ظہر شروع فرمادی، ہمارا ارادہ ہوا کہ بحالت نماز حملہ کردیا جائے مگر ابھی کوئی فیصلہ نہ کرپائے تھے کہ آپ نماز سے فارغ ہوگئے آپ کو ہمارے ارادے کی اطلاع مل گئی اور عصر کی نماز آپ نے **صلوٰۃ الخوف** کے طریقہ پر ادا فرمائی اور پھر جب صلح کی بات طے ہوگئی تو میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں طرح طرح کے خیالات میرے دل ودماغ میں آتے رہے یہاں تک کہ اگلے سال آپ عمرۃ القضاء کے ارادے سے مکہ تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی وجہ سے میں مکہ چھوڑ کر باہر نکل گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہمارے بھائی اسید بن ولید بھی تھے انہوں نے مجھے تلاش بسیار کے باوجود نہ پایا اور آخر کار انہوں نے میرے نام ایک خط تحریر کیا جس میں لکھا تھا۔

حضرت خالد بن ولید کا قبول اسلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم: امابعد! ابھی تک اسلام لانے کے متعلق تمہاری رائے نہ ہوئی یہ میرے لئے حد درجہ قابل تعجب ہے، تم تو بڑے عقلمند سمجھے جاتے ہو کیا اسلام جیسے مذہب سے کوئی ناآشنا رہ سکتا ہے؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجھ سے تمہارے بارے میں دریافت کرچکے ہیں کہ **این خالد** (خالد کہاں ہیں) میں نے عرض کیا اللہ انہیں آپ کی خدمت میں حاضر کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالد جیسا آدمی بھی اسلام سے ناواقف ہے؟ اگر وہ اپنی قوت وجوانمردی اور محنت وکوشش مسلمانوں کے ساتھ لگادیتے تو ان کے حق میں بہت اچھا تھا اور ہم انھیں دوسروں پر ترجیح بھی دیتے، لہٰذا اے میرے بھائی (ابھی وقت ہے) خیر کے بہت سے مواقع تم سے رہ گئے ان کی تلافی کرلو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے بھائی کا خط پا کر مجھے مدینہ جانے کا شوق پیدا ہوا اور اسلام لانے کی رغبت بڑھ گئی اور حضور ﷺ کا میرے بارے میں دریافت کرنا بھی میرے لئے باعث خوشی ومسرت تھا، انہیں ایام میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک قحط زدہ اور تنگ علاقہ میں ہوں اور پھر نکل کر میں ایک سرسبز ووسیع علاقہ میں جا پہونچا ہوں، میں نے کہا کہ یہ قابل تعبیر سچا خواب معلوم ہوتا ہے، پھر جب میں مدینہ پہونچا تو میں نے کہا کہ اس خواب کو حضرت ابوبکرؓ سے ضرور بیان کروں گا، جب میں نے ان سے اپنا خواب سنایا تو انہوں نے فرمایا، کہ اس تنگی سے مراد شرک کی تنگی ہے اور اس تنگ علاقہ سے نکلنے سے مراد اللہ رب العزت کا آپ کو ہدایت دینا ہے، جب میں نے مدینہ جانے کا پختہ ارادہ کرلیا تو سفر کے طور پر میں نے صفوان بن امیہ سے اس کا تذکرہ کیا تو اس نے بڑی سختی سے انکار کیا اور کہا کہ اگر میرے سوا اور کوئی بھی نہ بچا تو بھی میں ان کا اتباع نہیں کروں گا، پھر میں عکرمہ بن ابوجہل کے یہاں گیا، انہوں نے بھی ویسا ہی جواب دیا اور پھر میری ملاقات عثمان بن طلحہؓ سے ہوئی تو میں نے سوچا یہ میرا دوست ہے لاؤ اس سے کہوں شاید مان لے میں نے ان سے بڑی تفصیلی بات کی وہ مان گئے اور سفر کا پروگرام طے ہوگیا ہم دونوں پروگرام کے تحت نکلے اور پھر راستے میں ہماری مڈبھیڑ عمرو بن عاص سے ہوگئی سوال وجواب ہوا تو ہم نے کہا کہ ہمارا ارادہ اسلام میں داخل ہونے اور حضور ﷺ کی اتباع کرنے کا ہے، تو وہ بھی کھلے اور کہا کہ میرا بھی یہی ارادہ ہے اب ہم تینوں چلے اور مقام حرہ میں اپنی سواریاں بٹھا دیں حضور کو ہماری حاضری کی اطلاع مل گئی، آپ بہت خوش ہوئے، میں نے اپنے کپڑوں میں سے اچھا سا کپڑا زیب تن کیا اور حاضری کے لئے چل پڑے تو راستے میں اپنے بھائی سے ملاقات ہوگئی تو انہوں نے

کہا جلدی کرو آنحضور ﷺ کو تمہارے آنے کی اطلاع مل چکی ہے اور آپ بڑے خوش ہیں اور انتظار کررہے ہیں، ہم تیز تیز قدم بڑھانے لگے مجھے آپ دور ہی سے دیکھ کر مسکرانے لگے اور اس وقت تک مسکراتے رہے یہاں تک کہ میں آپ کے پاس جا کر کھڑا ہوگیا میں نے اللہ کے نبی کہہ کر آپ کو سلام کیا تو آپ نے بڑی بشاشت کیساتھ میرے سلام کا جواب دیا، میں نے کہا۔"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهُ. آپ نے فرمایا آگے آجاؤ اور پھر فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے تمہیں ہدایت دی، میں تمہارے اندر عقل وسمجھ محسوس کررہا تھا اور مجھے امید تھی کہ تمہاری عقل تمہیں خیر تک پہونچا کررہے گی، پھر میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے وہ مواقع یاد آرہے ہیں، جہاں میں نے آپ کے خلاف حق کی مخالفت کی ہے آپ اللہ سے دعا کردیں کہ مجھے معاف فرمادے، آپ نے فرمایا اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو معاف کردیتا ہے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کے باوجود آپ دعا فرمادیں، آپ نے یوں دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِخَالِدِ بْنِ وَلِيْد كُلَّ مَا أَوْضَعَ فِيْهِ مِنْ صَدٍ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. اے اللہ! تیرے راستے سے روکنے میں خالد کا جو کچھ بھی ہاتھ رہا ہے اسے معاف فرمادے۔

(بدایہ ونہایہ، وطبقات ابن سعد ج۔ ۷ ص ۳۹۴)

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اس میں داخلے کے لئے ہر کسی کو اجازت ہے کسی بھی نسل کا ہو کسی بھی قوم کا ہو صدائے عام ہے پاکیزہ نفوس کے لئے۔

اسلام کی حقانیت آج بھی ہے

اسلامی تعلیمات واحکامات پر غور وفکر کر کے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے ابتدائے اسلام میں لوگ بکثرت اسلام میں داخل ہوتے رہے اور آج بھی کسی نہ کسی

درجہ میں یہ چیز باقی ہے بڑے بڑے سائنسداں اور گلوکار جب اسلامیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو بہت سے دولت ایمان سے مالا مال ہوجاتے ہیں، کنیڈا کے پاپ اسٹار اور بنگ براؤن نے گذشتہ دنوں جدہ میں اسلام قبول کرلیا، اب ان کا مسلم نام محمد رؤف براؤن رکھا گیا ہے، تفصیلات کے مطابق بتایا جاتا ہے کہ مذکورہ پاپ سٹار جو کنیڈا میں عالمی شہرت یافتہ ڈانسر اور گلوکار مائیکل جیکسن کے بھائی جیمی جیکسن کے ساتھ اپنے شو منعقد کیا کرتا تھا، جیمی جیکسن کے اسلام قبول کرنے کے بعد لفظ ''اسلام'' سے پہلی دفعہ مانوس ہوا براؤن جس کی پیدائش اور پرورش کیتھولک گھرانہ میں ہوئی اپنے دوست جیمی جیکسن کے حج بیت اللہ کی ادائیگی کے بعد آنے والی یک لخت تبدیلی نے اس کو سوچنے پر مجبور کردیا وہ بتاتے ہیں کہ اسلام کے موضوع پر کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام کی حقانیت مجھ پر واضح ہوتی چلی گئی ورنہ اس سے قبل اسلام کو میں ایک دہشت گرد اور اوراز کار رفتہ دین سمجھتا تھا۔ مگر کتابوں کے مطالعہ نے مجھ پر ایک نئی دنیا روشن کردی، اسلام کا پیغام میرے دل کو چھونے لگا جس نے میرے اندر اسلام کی مزید معلومات حاصل کرنے کا داعیہ پیدا کردیا، اتفاق سے میں اپنی والدہ کے پاس نیویارک گیا ہوا تھا جہاں میری قیام گاہ کے قریب ہی پانچ وقت بلند آواز سے اذان کہی جاتی تھی، چنانچہ ہر اذان کی آواز میرے دل کی دنیا میں ہلچل مچانے لگی اس کے بعد جذبۂ شوق کی رفتار مجھے مصر اور سعودی عرب لے گئی جہاں میں نے نہایت قریب سے مسلم معاشرے اور ماحول کا مطالعہ کرنے کے بعد بالآخر اسلام قبول کرنے کا اعلان کردیا۔

(ماخوذ سنت نبوی اور جدید سائنس، صفحہ 327، 328، حکیم محمد طارق چغتائی گولڈ میڈلسٹ)

ہم اگر اپنے دین ومذہب پر صحیح سے عامل رہیں تو یقیناً کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہونگے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے معاملات غیروں سے

بھی گئے گذرے ہیں، ایک مسلمان کی دکان پر چلے جائیے اس کے اخلاق ومعاملات اتنے اچھے نہیں ملیں گے جتنے کہ غیر مسلم کے، اسلام نے جو تعلیمات ہم کو عطا کی تھیں، ہم نے انہیں چھوڑ دیا، غیروں نے اسے لیا وہ ترقی کررہے ہیں، ہماری حالت تو یہ ہوگئی ہے کہ غیر مسلم ہم کو دیکھ کر اسلام کی طرف مائل ہونے کے بجائے اسلام سے نفرت کرتے ہیں ہم جب فجر کی نماز کیلئے مسجد جاتے ہیں تو غیر مسلموں کی عورتیں اپنا گھر صاف کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور مسلمان پڑے سوتے رہتے ہیں (مجھے معاف کیجئے) آج ہم غیروں کے اسلام میں داخل ہونے کے لئے رکاوٹ بن رہے ہیں۔ صحابہ کرام کا عمل تھا کہ ان کے اخلاق وکردار کو دیکھ کر علاقہ کا علاقہ مشرف باسلام ہوجاتا تھا، حضرت علیؓ نے اپنی ذرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی تو کہا کہ یہ میری ذرہ ہے یہودی نے کہا میری ہے، امیر المؤمنین قاضی شریح کے پاس گئے اور دعویٰ کیا کہ یہ ذرہ میری ہے قاضی شریح نے گواہ طلب کیا حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن اور اپنے ایک غلام کو پیش کیا، قاضی شریح نے کہا کہ غلام کی گواہی تو معتبر ہے۔ مگر لڑکے کی گواہی باپ کے حق میں معتبر نہیں ہے، حضرت علیؓ نے تعجب سے کہا سبحان اللہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کہ حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے اور آپ ان کی گواہی معتبر نہیں مانتے ہیں تو قاضی شریح نے کہا کہ دنیا میں بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں معتبر نہیں ہے۔ حضرت علیؓ خاموش ہوگئے، یہودی اسلامی عدالت کے حیرت انگیز فیصلہ کو دیکھ کر پکار اٹھا کہ واقعی یہ دین سچا ہے کہ امیر المومنین کا مقرر کیا ہوا قاضی بلا کسی رعایت کے امیر المومنین کے خلاف ہی فیصلہ کرتا ہے، پھر یہودی نے کہا کہ امیر المومنین یہ ذرہ آپ ہی کی ہے، رات میں گر گئی تھی میں نے اٹھالی تھی، یہ ذرہ لے لیجئے اور میں اسلام قبول

کرتا ہوں اور کلمہ پڑھ لیتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تو مسلمان ہوگیا تو ذرہ بھی تیری اور گھوڑا بھی تیرا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور سمجھ کے ساتھ عمل کی توفیق بھی نصیب فرمائے آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ

خطبات رحیمی کی آٹھویں جلد تمام ہوئی۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔

☆☆☆

حضرت حبیب الامت کی دیگر کتب

۱	انوار السالکین	
۲	سفرنامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ	
۳	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	اول، دوم (اردو)
۴	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	اول، دوم (ہندی)
۵	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	اول، دوم (انگلش)
۶	خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام	دس جلدیں
۷	طالبات تقریر کیسے کریں	دس جلدیں
۸	خطباتِ رحیمی	دس جلدیں
۹	انوارِ طریقت	
۱۰	سوانح حضرت حاذق الامتؒ	
۱۱	انجمن دیندار مسلمان نہیں؟	
۱۲	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۳	تصوف کی حقیقت	
۱۴	مفتاح الصلوٰۃ	
۱۵	خطباتِ رمضان المبارک	اول، دوم
۱۶	اسرارِ طریقت	(زیر طبع)
۱۷	تفسیری خطبات	(زیر طبع)
۱۸	مجالسِ رحیمی	

☆☆☆